بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور المصابیح

حصہ دوازدہم (12)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح، جلد پنجم (5)

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ وَذِكْرِ الْقَبَائِلِ تا بَابُ ثَوَابِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

حدیث نمبر: 7433 تا 7782

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ ۱۳۸۴ھ

مترجم

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ **مولانا محمد خواجہ شریف صاحب** دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب : نورالمصابیح، جلد: دوازدہم (12)
ترجمہ "زجاجة المصابيح" جلد پنجم (5)

موضوع : حدیث وفقہ

مؤلف : حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین
محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر اہتمام : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد

ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد

پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ

تعداد : ایک ہزار (1000)

سن اشاعت : 1438ھ،م 2017ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
(4۔سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔
(59۔سورۃ الحشر:7)

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ،
وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔
(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2042۔زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست
سنت و سیرت صحابہ کو — ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

فہرست مضامین نور المصابیح، حصہ دوازدہم (12)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح، جلد: پنجم (5)

☆☆☆

تقریظ

مفکر اسلام حضرت العلامہ مولانا **مفتی خلیل احمد** دامت برکاتہم ، شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین ، وعلی اٰلہ وأصحابہ الأکرمین أجمعین .اما بعد!

علماء پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ محدثین متقدمین نے علمِ حدیث میں اپنی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اسلام کا بہترین سرمایہ ہے،قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جس کے نقل میں تواتر جامعیت اور شہرت ہمیشہ شامل رہی ۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید تاریخ نزول سے آج تک اپنی صحیح حالت میں موجود ہے،اس میں کہیں بھی کوئی فرق نہیں آیا ؛البتہ اس کی تفاسیر میں ہر طبقہ نے اور ہر فرقہ نے اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے خیال سے تفسیر لکھی ہے،احادیث شریفہ کا معاملہ دوسرا ہے کہ اس میں کہیں راوی حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے بیان کردہ کلمات کو من وعن بیان کرتا ہے اور کہیں آپ کے ارشاد کا جو مفہوم راوی کے فکر وخیال میں صحیح معلوم ہوتا ہے اس کو ذکر کرتا ہے ۔

احادیث شریفہ میں روایت بالمعنی کثرت سے پائی جاتی ہے ، اسی طرح حدیث شریف کے نقل میں تواتر کو شرط قرار نہیں دیا گیا،جس کی وجہ سے باعتبار روایت اس کی مختلف قسمیں تقسیم پائیں،کوئی حدیث متواتر' کوئی حدیث مشہور' تو کوئی خبر واحد ہے،اس کے علاوہ متعدد اقسام اصول حدیث کی کتب میں ذکر کی گئیں ۔

اس کی وجہ سے محدثین کو فن رجال ایجاد کرنا پڑا ؛ تاکہ راوی کے لحاظ سے اس کی

روایت کا تعین کیا جاسکے،اس طرح سے مختلف ادوار میں شروح وحواشی' اسماءالرجال وغیرہ پر کام ہوتا رہا۔ان تمام امور کے باوجود احناف پر ایک طبقہ کا اعتراض رہا کہ فقہ حنفی کی تدوین میں حدیث شریف کو زیادہ بنیاد نہیں بنایا گیا؛ بلکہ قیاس کو ترجیح دی گئی۔حضرت امام اعظم کے زمانہ میں تراسی ہزار (83000) مسائل مدوّن کئے گئے مابعد آپ کے شاگردوں نے اس میں اوراضافہ کیا،اس طرح آپ کے شاگردوں کے زمانے ہی میں اس کی تعداد ایک لاکھ سے بھی متجاوز ہوگئی۔

اب اس اعتراض کا جواب فقہاءِ احناف کی جانب سے دیا جاتا رہا' لیکن یہ جواب درس وتدریس یا مواعظ یا بعض مختصر رسائل یا بعض خصوصی مسائل کی حد تک رہا، اور یہ جوابات احناف کے اصول فقہ اور دیگر ائمہ کے اصول کو سامنے رکھ کر دیئے جاتے رہے ،لیکن مخالف کا اعتراض اس سے ختم نہیں ہوا؛ بلکہ شوافع کی فقہ کے مطابق حضرت خطیب تبریزی نے مشکوۃ المصابیح تحریر کرنے کے بعد سے اعتراض اور شدت اختیا کر گیا' اوراس بات کا تقاضا کیا جانے لگا کہ اس انداز کی کوئی کتاب تمہارے پاس موجود ہوتو لاؤ۔یہ کتاب تمام عالَم اسلام میں مقبول ہوئی اور ہر دینی مدرسہ کے درس میں شامل نصاب ہے حتی کہ احناف کے مدارس میں بھی یہی کتاب پڑھائی جاتی رہی۔

اس انداز کی فن حدیث میں احناف کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی بلکہ فقہ حنفی کی تائیدی روایتیں مختلف کتب میں پھیلی ہوئی تھیں ، جواب دینے والے کے لئے ، سمجھنے ،سمجھانے والے کے لئے ان تمام کتابوں کا مطالعہ کرنا اوران کا احاطہ کرنا اک دشوار کام تھا، حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے احناف کے اس قرض کو اُتارا ،اورزجاجۃ المصابیح کے نام سے پانچ (5) جلدوں پر مشتمل ایک جامع کتاب تحریر کی۔اوراس کے تحت ایک مفید حاشیہ لکھا،جس سے فن حدیث میں مدد ملتی ہے اور فقہ حنفی کی ترجیح عقلاً ونقلاً معلوم ہورہی ہے۔آپ نے اپنی اس تصنیف کے ذریعہ فقہ حنفی کی تائیدی روایات کو یک جگہ جمع

کر دیا اور اس پر محدثین کے اور فقہاء اور ائمہ کے استدلالات، طریقۂ استنباط اور مطلبِ حدیث کو واضح فرمایا؛ جس کی وجہ سے فقہ حنفی پر ہونے والا اعتراض ختم ہو گیا۔

اب آسانی سے عالم ہو یا متعلّم' اس کتاب کو پڑھ کر فقہ حنفی کی حقیقت و نوعیت کو جان سکتا ہے لیکن عوام کے لئے عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کا سمجھنا دشوار مسئلہ تھا، اس مشکل کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مصنف علام رحمہ اللہ نے اپنی حیات ہی میں اس کے ترجمہ کا آغاز فرمایا تھا جیسا کہ پیش لفظ میں موجود ہے۔

احادیث شریفہ کے تراجم تقریباً ہو چکے ہیں لیکن اصل مترجم کا کمال یہ ہے کہ حدیث شریف کا اس کی شرح یا حاشیہ کا اس طرح ترجمہ کرے کہ پڑھنے والے کو بآسانی حدیث شریف کا مفہوم معلوم ہو جائے اور وہ مطمئن ہو جائے، اگر ترجمہ میں کوئی دشواری رکھدی جائے تو ترجمہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

مترجم علام' مولانا محمد خواجہ شریف صاحب نے اس چیز کو ملحوظ رکھتے ہوئے نفسِ حدیث شریف کا اور کتاب کے حواشی کا آسان اور سلیس زبان میں ترجمہ کیا اور ترجمہ کی ترتیب اور ترکیب اس طرح رکھی کہ نفسِ مضمون بآسانی سمجھ میں آ جائے۔ مترجم اوّل حضرت مولانا الحاج محمد منیر الدین صاحب علیہ الرحمہ نے جو ترجمہ کیا تھا ہم نے دیکھا کہ عصر کی نماز کے بعد حضرت مصنف علام رحمہ اللہ مسجد میں بیٹھ جاتے اور حضرت منیر الدین صاحب جو ترجمہ کئے ہوتے اُس کو حضرت کو سناتے، حضرت مصنف علیہ الرحمہ بنفس نفیس سننے کے بعد اس کی تصویب فرماتے، تب وہ طباعت واشاعت کے لئے دیا جاتا۔

ترجمہ کا یہ کام اردو کی آٹھ جلدوں تک ہوا تھا اس کے بعد یہ کام رک گیا اور ایک عرصہ تک رکا رہا لیکن اللہ جزائے خیر دے نبیرۂ محدث دکن مولانا سید انوار اللہ شاہ نقشبندی وقادری رحمہ اللہ کو، اُنہوں نے اس جانب توجہ کی اور علماء کا ایک اجلاس طلب کیا، جس میں

احقر کو بھی شرکت کا موقع ملا، بعد رائے مشورہ طے پایا کہ یہ کام مولانا محمد خواجہ شریف صاحب کے تفویض کیا جائے چنانچہ اس کے بعد اس کا آغاز ہوا اور محترم انوار اللہ میاں کی حیات میں 14 جلدوں تک کام مکمل ہوا، آپ کے انتقال کے بعد لوگوں کو پھر اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ کام رک نہ جائے لیکن اللہ جزائے خیر دے حضرت مصنف کے نبیرہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب نقشبندی وقادری کو انہوں نے اس کے لئے اپنی ہمت استقامت اور توجہ کا اظہار فرمایا، آپ کے تعاون سے یہ کام چلتا رہا؛ الحمدللہ حضرت کے اکاونویں عرسِ شریف کے موقع پر اس کی تکمیل کا مژدہ سننے میں آیا۔ حسنِ اتفاق ہے کہ حضرت ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ صاحب نقشبندی قادری علیہ الرحمۃ کا بائیسواں عرسِ شریف ہے اور ترجمہ کی بھی بائیسویں جلد تکمیل پاکر ترجمہ کا اختتام ہوا۔

حضرت مصنف علام کو حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ سے شرف تلمذ بھی تھا اور عقیدت ومحبت بھی تھی، اس مناسبت سے حضرت نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کا انتخاب فرمایا تھا اور یہ کتاب مجلس اشاعت العلوم میں اشاعت کے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن سرمایہ کی کمی اور حالات کے انقلاب کی وجہ سے اس کی طباعت کا انتظام نہ ہوسکا تھا، اس کے بعد حضرت مصنف علام نے اپنے طور پر اس کی اشاعت کا انتظام فرمایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمہ اور ان کے خانوادہ کے درجات کو بلند فرمائے اور اسی طرح مترجمین حضرت مولانا محمد منیر الدین صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد خواجہ شریف صاحب حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے کہ ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں، یہ عوام کے لئے ہدایت اور فقہ حنفی کے لئے ایک ذخیرہ بن جائے۔ اسی طرح دعاء ہے کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے نبیرہ وجانشین مولانا سید عطاء اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر

دے کہ ان کی شخصی دلچسپی اور تعاون کی وجہ سے یہ کام آسان ہوسکا اور زیورِطباعت سے آراستہ ہوکر عامۃ المسلمین کے ہاتھوں میں پہنچا۔ جس کی وجہ سے احناف کوتقویت وطمانیت حاصل ہوئی۔

اٰمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

شرحدستخط

مفتی **خلیل احمد**، شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ

عرض مترجم

عمدۃ المحدثین حضرت العلامہ مولانا **محمد خواجہ شریف** صاحب، دامت برکاتہم،

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على سيد المرسلين ، وآله وصحبه والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين. أمابعد

الحمدللہ آج بتاریخ 11/ ربیع الآخر 1435ھ زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ نور المصابیح مکمل ہوا، اردو ترجمہ کی یہ آخری جلد ہے، زجاجۃ المصابیح زبدۃ العارفین محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف منیف ہے اور یہ پانچ (5) جلدوں پر مشتمل ہے۔

حضرت نے اپنی اس تالیف مستطاب کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ جب آپ مشکوٰۃ المصابیح پڑھ رہے تھے تو خیال آیا کہ مشکوٰۃ کے طرز پر اور مشکوٰۃ ہی کے عنوانات پر احناف کی مستدلہ احادیث کو جمع کیا جائے۔ اس میں آپ کی علمی شان وعظمت اور مرتبہ ولایت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ آپ نے عارف باللہ حضرت محمد انوار اللہ فاروقی مؤسس جامعہ نظامیہ اور امام المحدثین عبدالرحمٰن سہارنپوری جیسے اپنے وقت کے علماء صالحین اور خاصان خدا کے پاس شرف تلمذ پایا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خواب میں اپنا دیدار عطا فرمایا اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹالیا، پھر کیا تھا کہ آپ کا سینہ علم وعرفان کا خزانہ تھا، شرح صدر ہوگیا، اس کے بعد آپ نے زجاجۃ المصابیح کی تالیف کا عظیم کام شروع کیا اور وہ پانچ جلدوں میں مکمل ہوا، اور اس وقت کے خاصان خدا نے فرمایا: علماءِ احناف پر جو قرض تھا آپ نے اس کو ادا کیا۔ اسم بامسمی اس تالیف منیف کی روشنی عالم میں پھیلی' عرب وعجم کے ہر شہر میں یہ کتاب علماء کا وظیفہ اور مدارس کے نصاب کا جزء بن گئی۔

مؤلف علام حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ نے اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت محسوس کی اور اپنے وقت کے عظیم المرتبت ادیب اریب قدوۃ العلماء حضرت علامہ حاجی منیر الدین صاحب علیہ

الرحمۃ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ سے ترجمہ کے کام کا اپنی نگرانی میں آغاز کروایا اور حضرت علامہ مولانا محمد عبد الستار خان نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے نظر ثانی کی۔ حضرت علیہ الرحمہ نے دوسری جلد کے کتاب النکاح تک ترجمہ فرمایا تھا جس کی آٹھ جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوچکیں، پھر ترجمہ کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک موقوف رہا۔

اس کے بعد حضرت ابوالخیرات سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کے اجتماع میں اس کے ترجمہ کے لئے ایک چار رکنی کمیٹی بنائی تھی، فدوی کتاب العتق سے اس کا ترجمہ شروع کیا، یہاں سے پانچویں جلد کے ختم تک اردو میں اس جلد پر ترجمہ مکمل ہوگیا۔

زجاجۃ المصابیح کے ترجمہ کا یہ گرانقدر کام ایسے پُرمسرت موقع پر تکمیل پارہا ہے جبکہ حضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کا بائیسواں عرس شریف ہے۔ زجاجۃ المصابیح کا ہر باب از اول تا آخر نہایت اہم اور ضروری ہے، کتاب کا آغاز کتاب الایمان سے ہوا اور اختتام ثواب هٰذہٖ الامۃ پر، اہل علم پر ادنیٰ تأمل سے کتاب کے ابواب کی ترتیب کی مناسبت واضح ہے۔ مؤلفین ومصنفین کا طریقہ رہا ہے کہ جس طرح ابتداء میں براعۃ استہلال ہوتا ہے آخر میں خلاصہ اور لب لباب ہوتا ہے، اور یہ آخری جلد اور اس کے آخری ابواب اپنے مطالب ومعانی کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

یہ جلد درج ذیل ابواب پر مشتمل ہے: (1) مناقب قریش وذکر قبائل (2) مناقب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (3) مناقب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (4) مناقب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (5) مناقب حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما (6) مناقب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (7) تینوں خلفاء راشدین کے مناقب (8) مناقب حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ (9) مناقب عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم (10) مناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم / مناقب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن (11) جامع مناقب / صحیح بخاری میں ذکر کردہ بدری صحابہ کرام کے اسمائے گرامی (12) ذکر ملک شام ویمن وتذکرہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ

(13) ثواب ھذہٖ الامۃ۔

مناقب منقبت کی جمع ہے اس کا مادہ نقب ہے یہ لفظ کثیر المعانی ہے باب سمع سے پہاڑی راستہ میں چلنا اور نصر وسمع وکرم سے قوم کا سردار ہونے کے معنی میں آتا ہے اسی سے نقیب بمعنی سردار اور نقیبت بمعنی پہاڑی راستہ۔ اور اصطلاح میں منقبت سے بزرگوں کی فضیلت مراد ہوتی ہے جو پہاڑی راستہ پر چلنے کی طرح مشکل سے حاصل ہوتی ہے یہ عنوان ہر انسان کی ضرورت کا ہے کیونکہ منقبت وفضیلت کا حصول ہر انسان کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے مگر اس کو حاصل کرنے کے لئے نفس کو دشوار گزار راستوں سے گزرنا ہوتا ہے۔

خلفاء راشدین اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے منقبت کے تمام دشوار گزار راستوں سے چل کر اور اس کی ہر منزل سے گزر کر اس کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے ان کی حیاتِ طیبہ ساری امت کے لئے تا قیامت راہِ ہدایت ہے: **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم.**

مناقب صحابہ کے یہ ابواب نورِ ہدایت ہیں ان کے مطالعہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی محبت پیدا ہوتی ہے اور ان کی راہوں پر چلنے کا جذبہ پختہ ہوتا ہے اور یہی جز ایمان میں مطلوب اور مسلمانوں کا مقصود ہے۔

کتاب کا دسواں عنوان' مناقب اہل بیت ہے، نصف النہار کی طرح اہل بیت سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک دنیا کا ذرہ ذرہ جانتا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس کشتی میں سوار ہوا وہ نجات پایا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔ اہل بیت کا کشتی ہونا اُن سے محبت کا نام ہے، یہ باب مسلمانوں کی دنیا وآخرت میں کامیابی اور نجات کا ضامن ہے۔ یاد رہے اہل بیت یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ان کی تین قسمیں ہیں: (1) اہل بیت ولادت، اولاد پاک اور اہل عبا ہیں۔ (2) اہل بیت سکن، ازواج مطہرات ہیں (3) اہل بیت نسبی، وہ تمام جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے، بنی ہاشم یعنی حضرت عباس' حضرت علی' حضرت جعفر' حضرت عقیل اور حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی اولاد۔ بعض

علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے گھر میں آنے جانے والے حضرات جیسے زید بن حارثہؓ اسامہ بن زید وغیرہ کو چوتھی قسم قرار دیا ہے۔

اہل بیت سے محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے محبت اللہ تعالی سے محبت ہے

اہل بیت ولادت کے بعد اہل بیت سکن ازواج مطہرات کے مناقب ہیں، ازواج مطہرات کی تعداد (11) گیارہ اور ایک قول کے مطابق (12) بارہ ہیں :(1) حضرت خدیجہ (2) حضرت سودہ (3) حضرت عائشہ صدیقہ (4) حضرت حفصہ (5) حضرت زینب بنت خزیمہ (6) حضرت ام سلمہ (7) حضرت زینب بنت جحش (8) حضرت ام حبیبہ (9) حضرت جویریہ (10) حضرت میمونہ (11) حضرت صفیہ، اور ایک قول میں (12) حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ تعالیٰ عنھن اجمعین ہیں.

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تین (3) صاحبزادے :(1) حضرت قاسم (2) حضرت عبداللہ (3) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنھم اور چار (4) صاحبزادیاں : (1) حضرت زینب (2) حضرت رقیہ (3) حضرت ام کلثوم اور (4) حضرت سیدہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھن اجمعین ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے یہ گیارہ (11) ازواج مطہرات مراکز تبلیغ اسلام تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم عالمین کے لئے ہادی ورحمت ہیں، گیارہ ازواج مطہرات سے پورے عالم عرب میں مخالفتیں کمزور پڑ گئیں اور ہر طرف اسلام کے لئے راہ ہموار ہوگئی۔

کتاب کا ایک عنوان جامع مناقب ہے، اس باب میں متفرق صحابہ اور دیگر اہل بیت کے فضائل مذکور ہیں، یہ سابق ابواب کا تتمہ ہے۔

بارہواں عنوان ملک یمن اور ملک شام کے ذکر اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ سے متعلق ہے۔ اہل یمن سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے، یہ ملکِ یمن، ایمان

وحکمت اور علم وفقہ کا مرکز ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ملک یمن میں برکت کے لئے دعا فرمائی اور یہ ملک خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مقام ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے، آپ نے اپنی والدہ کی خاطر وطن کو نہیں چھوڑا، آپ کا درجہ اللہ کے پاس بہت بڑا ہے، حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو بھی اویس کو پائے وہ اپنے لئے اویس سے دعا کرائے

ملک شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ ہے، آخر زمانہ میں مسلمانوں کے لئے بھی ملک شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ میدان حشر اور حساب وکتاب کا مقام ہے، یہ سرزمین اللہ تعالی کے پسندیدہ مقامات میں سے ہے، یہاں ہر وقت چالیس ابدال رہتے ہیں، اولیاء کرام کی بہت سی قسمیں ہیں، یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

اس بابِ ذکر یمن وشام کی ابدال والی حدیث میں ہے: **يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب** ۔یعنی اولیاء کرام کی برکت سے نفع بخش بارش ہوتی، دشمنوں پر کامیابی ہوتی ہے اور مشکلات دفع ہوتے ہیں۔ یہ حدیث شریف توسل کے باب میں واضح ہے۔

آخری باب **ثواب هذه الامة** ہے، یہ خیر المرسلین کی امت ہے، اس لئے خیر الامم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت کے تہتر (73) فرقے ہوں گے، اس میں ایک فرقہ ناجی ہے۔ اس باب میں امت کے جس قدر فضائل ہیں وہ نجات والے فرقہ کے ہیں، اسی ناجی فرقہ میں اولیاء کرام ہوتے ہیں۔

اس کتاب زجاجہ کی اہل علم کے علاوہ عامۃ المسلمین کے لئے بھی پہلے سے زیادہ ضرورت محسوس کی گئی ہے، یہ تحقیق وریسرچ کا دور ہے، لوگ ہر مسئلہ کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث شریف علی صاحبہ وآلہ وصحبہ الصلوۃ والسلام سے اس کی دلیل کو جاننا چاہتے ہیں، بالخصوص احناف کے لئے عبادات ومعاملات اور چھوٹے بڑے ہر مسئلہ کے لئے صحیح احادیث شریفہ کا ذخیرہ اس میں موجود

ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبدالفتاح ابوغدہ ملک شام کے شہر حلب کے رہنے والے اور علامہ زاہد الکوثری کے شاگرد ہیں انہوں نے حج کے موقع پر زجاجۃ کی پہلی جلد دیکھی تو حضرت مصنف کو مکتوب ارسال کیا جس میں انہوں نے لکھا: اللہ بزرگ و برتر نے اس سال فریضۂ حج حجۃ الاسلام کی ادائی کی توفیق عطا فرما کر مجھ پر احسان عظیم فرمایا اور اپنے فضل وکرم سے اُن منفعتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع نصیب فرمایا جو اس رکن عظیم یعنی بیت اللہ کی حاضری پر منحصر ہیں۔ اور ان گراں قدر منفعتوں میں سے میرے لئے ایک منفعت یہ ہے کہ مجھے یہاں حضرتِ والا کی تصنیف زجاجۃ المصابیح کی جلد اول دستیاب ہوئی؛ جس کی وجہ سے میری بصر اور بصیرت دونوں روشن ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اس بیش بہا نعمت سے نوازا ہے اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر پر اسلام اور حضرات احناف کی جانب سے جزاء خیر عطا فرمائے۔

اور فقیہ ہرات حضرت علامہ مولانا ابونصر محمد اعظم برنابادی زجاجۃ کی دو جلدوں کا مطالعہ کر چکے تھے تیسری جلد موصول ہونے پر انہوں نے اظہار مسرت کرتے ہوئے لکھا: زجاجۃ کی دو جلدوں کی تدریس نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور اب تیسری جلد کی وصولی میرے دل کی کشادگی اور شرح صدر کا سبب بن رہی ہے، یہ کتاب درحقیقت صحیح ترین احادیث کا ذخیرہ ہے، مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ مجھے ایسا بحر ذخار حاصل ہوگیا ہے جو میرے لئے بالکل کافی ہے، احناف کے لئے واضح حجت ہے، جہالت اور تنقید کی بیماریوں کے لئے قانون ہے اور مذہب حنفی کی توثیق میں جواب قاطع ہے، اللہ مؤلف اور اس کتاب کی طباعت اور اشاعت میں مدد کرنے والوں کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔

اس کتاب زجاجۃ میں حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ نے جو حواشی تحریر کئے ہیں اس میں محدثین کرام کی تشریحات‘ فقہاء کرام کے استنباط اور ان کے زرین اقوال اور صوفیہ کرام کی حکمتیں اور ان کے مطالب و اسرار‘ تزکیہ نفوس‘ تصفیہ قلوب‘ پھر متعدد احادیث کے درمیان توفیق و تطبیق اور

رفع تعارض اور حسب ضرورت مفردات کے معانی اور ترکیبی بلاغت' دفع دخل مقدر اور سوالات ناشئہ کے دل پذیر مقنع جوابات اور اس قسم کے متعدد محسنات موجود ہیں، جس سے حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کی علمی شان وخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

ان حواشی کی مزید خوبی یہ ہے کہ متعدد علماء وفقہاء کی تحریرات کونہایت خوبی کے ساتھ اس طرح جمع کر دیا گیا ہے کہ کہیں ایک کلمہ پر حاشیہ ایک صفحہ سے زائد ہے اور تمام عبارتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

ان حواشی کی جملہ عبارتوں کا اسطرح ترجمہ کرنا کہ الفاظ چھوٹنے نہ پائیں' آسان نہیں ،فقیر الی اللہ نے ترجمہ میں اس کی پوری کوشش کی ہے کہ جملہ کے تمام دروبست اور اس کے الفاظ وکلمات کی مکمل رعایت رہے اور عوام وخواص کے لئے مفید اور محاورہ کی قید میں رہے۔

فقیر کو جامعہ نظامیہ اور کلیۃ البنات میں مسلسل تدریس اور جامعہ کے شعبۂ تحقیق اور تالیف وتصنیف تحریر وتقریر کی شب وروز کی مصروفیت وذمہ داری کی باوجود ترجمہ زجاجہ کے اس عظیم کام کی تکمیل محض فضل الٰہی اور توفیق یزدانی ہے۔

جب حضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ باحیات تھے، میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے میری گلپوشی فرمائی اور میں بڑی انبساط وشادمانی کے ساتھ اٹھا اور سوچا کہ دیکھیں اس کی کیا تعبیر سامنے آتی ہے حضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت ابوالخیرات سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کے کام کی ذمہ داری احقر کے سپرد کی اور اس طرح خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی۔ ہر قدم پر محدث دکن اور ابوالبرکات اور بزرگان دین کی توجہ شامل حال رہی' بعض اوقات ترجمہ کا کام باقی ہوتا اور طباعت کے لئے بہت کم وقت رہ جاتا وقت کے حساب سے طباعت ہونا یقینی نہ ہوتا میں متفکر ہوتا تو میری اہلیہ محترمہ کو حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار حاصل ہوتا ایسا کرم ہوجاتا کہ کام کی بحسن وخوبی تکمیل ہوجاتی اور کتاب بروقت زیور طبع سے آراستہ ہوجاتی۔ اللہ تعالی کی توفیق سے یہ عظیم تالیف منیف زجاجۃ المصابیح

کے احادیث اور اس کے حواشی کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اگر اس ترجمہ میں اصحاب بصیرت کہیں خطاء ولغزش کو دیکھیں تو از راہِ علمی کرم اس کی اصلاح فرمائیں اور ہو سکے تو اطلاع دیں اور مترجم کے لئے استغفار اور دعاء خیر کریں۔

میں ان تمام حضرات واحباب وتلامذۂ جامعہ نظامیہ کا شکر گزار ہوں اور دعاء خیر کرتا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ اس ترجمہ میں تعاون کیا اور رفیق کار رہے۔

اللہ تعالی مؤلف زجاجۃ حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ کے ساتھ مترجم اور معاونین پر بھی خصوصی رحم وکرم فرمائے اور اس کتاب کو ذخیرہ آخرت بنائے، میزان حسنات میں شامل کرے اور مفید عام وخاص کرے۔

آمین بحرمت سید المرسلین و صلی الله تعالی وسلم علیه واله وصحبه ومحبیه وتابعیهم اجمعین والحمد لله رب العالمین

فقیر الی اللہ **محمد خواجہ شریف**
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ
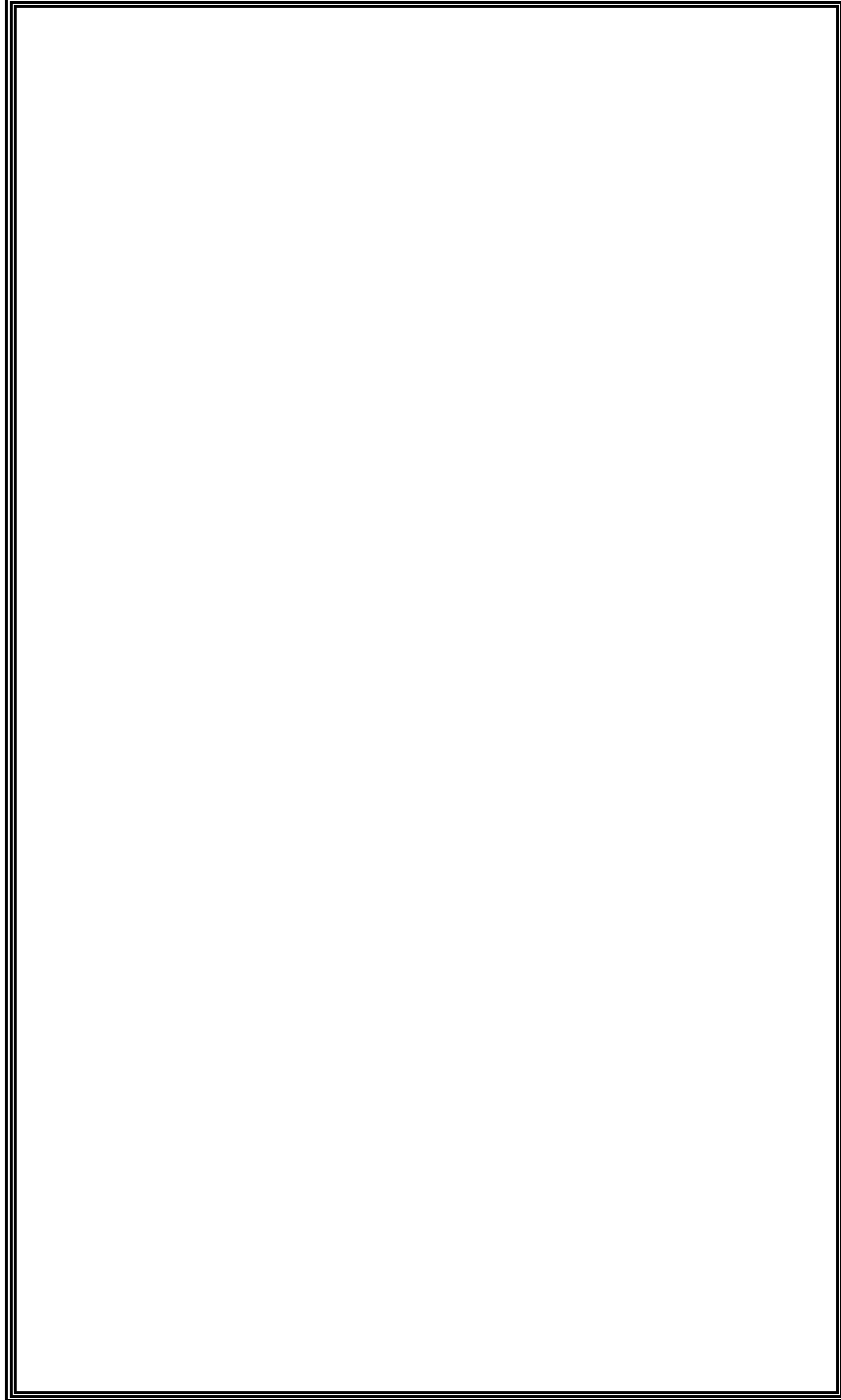
بسم اللہ الرحمن الرحیم

(27/260) بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ وَذِكْرِ الْقَبَائِلِ

قریش کے مناقب کا بیان اور قبائل(1) کا ذکر

1/7433۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس معاملہ میں قریش کے تابع ہیں(2) ان کے مسلمان قریش کے مسلمانوں کے تابع ہیں اوران کے کافر قریش کے کافروں کے تابع ہیں۔ (متفق علیہ)

2/7434۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں(3)۔ (مسلم)

3/7435۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

---

(1) وقولہ: ذکر القبائل. اس کا عطف مناقب پر ہے قبائل کا ذکر تعریف اور مذمت دونوں کو شامل ہے۔ (مرقات)

(2) قولہ: الناس تبع. تا اور با دونوں کو فتح ہے۔

تابع کی جمع ہے جیسے خادم کی جمع خدم ہے یعنی سارے لوگ اس معاملہ میں یعنی دین کے معاملہ میں قریش کے تابع ہیں اور اس مفہوم ومعنی کی تائید مسلمھم تبع لمسلمھم الخ کی عبارت سے ہوتی ہے۔ اسی لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو فرمایا: عامۃ العرب اس بات کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی قوم قریش کیا کرے گی اور جب مکہ فتح ہوا اور قریش مسلمان ہو گئے تو عرب ان کی اتباع کئے اور جماعت در جماعت دین میں داخل ہو گئے۔ اسی لئے نبوت کے بعد خلافت قریش میں جاری رہی۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات کا اعلان ہے کہ لوگ قریش کی پیروی کرنے کو اپنی عزت کے خلاف نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ قریش میں پیدائشی اور قدرتی طور پر سرداری کی قابلیت ودیعت ہے اسی لئے مناسب یہی ہے کہ امر خلافت ان ہی میں رہے ان سے کسی طرف نہ نکلے تاکہ مخالفت نہ ہو۔ یہ بات صاحب مرقات نے لکھا ہے اور اسی لئے صاحب شرح عقائد نسفیہ نے کہا ہے امام قریش میں سے ہوگا۔ غیر قریش میں سے امام کا ہونا جائز نہیں ہے۔

(3) قولہ فی الخیر. خیر سے مراد اسلام والشر شر سے مراد کفر ہے۔ (مرقات)

علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر ہمیشہ قریش میں رہیگا جب تک کہ ان میں سے دو بھی باقی رہیں(4)۔(متفق علیہ)

4/7436۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ یہ امر قریش میں ہے کوئی ان کی مخالفت نہیں کرے گا(5) مگر اللہ تعالیٰ اس کو چہرے کے بل گرادے گا جب تک یہ دین کو قائم رکھیں گے۔(بخاری)

5/7437۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے اسلام غالب رہے گا

---

(4) **قوله لا یزال هذا الامر.** سے مراد امر خلافت ہے۔

فی قریش ما بقی بینهم سے مراد۔ اگر صرف دو انسان ہیں تب بھی امر خلافت قریش میں ہی رہیگا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی احادیث شریفہ میں اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ امر خلافت قریش کے ساتھ مختص ہے۔ ان کے سوا دوسروں کے لئے خلافت کا انعقاد جائز نہیں۔ صحابہ اور ان کے بعد والوں کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور جو کوئی اہل بدعت میں سے اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اجماع صحابہ کے خلاف کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ یہ حکم آخر زمانہ تک جب تک دو آدمی بھی باقی ہیں جاری رہے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا آج تک وہ ظاہر ہے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی خبر ہے مگر معنی میں امر ہے یعنی جو بھی مسلمان ہے اس کو چاہئے کہ قریش کی اتباع کرے ان کی مخالفت نہ کرے (یہ معنی اس کو چاہئے کہ قریش کی اتباع کرے ان کی مخالفت نہ کرے) اس لئے بھی ہے کہ اکثر ملکوں میں امر خلافت دوسو سال سے بھی زیادہ مدت تک قریش سے نکل گیا ہے۔

اور اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ فرمان اپنے ظاہر پر یعنی بمعنی خبر ہی ہو مگر مقید ہو جیسا کہ آگے آنے والی حدیث شریف میں ہے کہ امر خلافت قریش میں ہی رہے گا جب تک وہ دین کو قائم کریں۔ اس وقت قریش سے خلافت نکل گئی جب وہ دین کی حرمت کو توڑ دیئے۔ یہ بات امام سیوطی نے بیان کیا ہے۔(مرقات)

(5) **قوله لایعادیهم. لایعادیهم** کے معنی **لا یخالفهم** کے ہیں، مخالفت کرنا۔ **قوله کبه الله ای اسقطه الله.** اللہ تعالیٰ اس کو اوندھا ڈالدیگا یعنی ذلیل و رسوا کریگا۔ اور **ما اقاموا الدین** قریش جب تک دین کو قائم کریں۔ یعنی دین اسلام کے احکام کو نافذ کریں اور اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ امر خلافت قریش کے ساتھ مختص ہے اور قریش سے مراد بنی نضر بن کنانہ اور اس کے تمام بطون اس معاملہ میں ایک درجہ میں ہیں۔(ماخوذ از مرقات)

بارہ خلفاء(6) تک وہ تمام قریش سے ہوں گے۔

7438/6۔ اور ایک روایت میں ہے: لوگوں کے دین کا معاملہ جاری رہیگا(7) جب تک

(6) قوله الى اثنى عشر خليفة. بعض محققین نے فرمایا ہے کہ ان میں سے چار خلفاء راشدین ہیں جو گزر گئے اور قیامت سے پہلے یہ بارہ کی تعداد ضرور مکمل ہوجائیگی اور ایک قول سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سب ایک ہی زمانہ میں ہوں گے اور مختلف لوگوں میں (مختلف ملکوں میں) ہوں گے۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا: یہ حدیث شریف اور اس معنی میں جو احادیث شریفہ آئے ہیں اس میں توفیق کا راستہ یہ ہے کہ ان حکام سے مراد انصاف کرنے والے حکام مراد ہوں کیونکہ حقیقت میں خلیفہ کا نام ان ہی پر صادق آتا ہے اور اگر ان سے محض حکام مراد لیں گے تو اس سے مراد مجازی معنی ہوں گے۔ جن کو خلفاء کا نام دیا گیا ہے اور امام نووی کی شرح مسلم میں ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا یہاں ایک سوال ہے کہ حدیث شریف میں ہے میرے بعد تیس(30) سال خلافت رہیگی پھر کاٹ کھانے والی حکومت آئیگی اور یہ حدیث اس حدیث شریف کے خلاف ہے تو اس کے جواب میں کہا گیا ہے تیس سال کی خلافت سے مراد خلافت نبوت (یعنی علی منہاج النبوت) مراد ہے چنانچہ بعض روایات میں وضاحت کے ساتھ ہے خلافة النبوة بعدى ثلاثون سنة ثم يكون ملكا . میرے بعد تیس(30) سال خلافت نبوت ہوگی پھر ملوکیت ہوگی یہ بارہ کے عدد میں مشروط نہیں ہے اور اس کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے بارہ(12) خلفاء سے مراد انصاف کرنے والے، حکام جو خلافت کے مستحق ہیں ان میں سے بعض گزر چکے ہیں جو معلوم ہیں اور قیامت سے پہلے یہ عدد پورا ہو کر رہیگا۔
میں کہتا ہوں کہ شیعہ حضرات نے بارہ(12) خلفاء کو اہل بیت کے مسلسل اور پے در پے آنے والے بارہ(12) حضرات پر محمول کیا ہے خواہ وہ حقیقت میں خلیفہ بنائے گئے ہوں یا وہ خلافت کا استحقاق رکھنے والے ہوں اور ان میں سے پہلے امام علی رضی اللہ عنہ پھر امام حسن اور امام حسین پھر امام زین العابدین اور امام محمد باقر پھر امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا پھر امام محمد تقی اور امام علی نقی اور حسن عسکری اور امام محمد مہدی رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں اسی طرح زبدۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا نے کتاب فصل الخطاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اسی طرح حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے بھی شواہد النبوۃ کے آخر میں ذکر کیا ہے، اور ان کے فضائل مناقب اور ان کی کرامات ومقامات کو بھی اجمالاً ذکر کیا ہے۔ اس میں روافض کا رد ہے، جو اپنے فاسد خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں، یہ ان کا فاسد خیال اور باطل وہم ہے۔ اہل حق جو تمام اہل سنت ہیں تمام صحابہ اور سارے اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت رکھتے ہیں۔ اہل سنت نہ خوارج کی طرح ہیں جو اہل بیت کے دشمن ہیں، اور روافض کی طرح بھی نہیں ہیں جو جمہور صحابہ اور اکابر امت سے دشمنی رکھتے ہیں۔ (مرقات)

(7) قوله: لا يزال الناس سے لوگوں کا دین کا کام مراد ہے۔ ماضيا سے مراد ہے حق پر ٹھیک طریقہ سے مسلسل

قریش کے بارہ (12) حضرات صاحب اقتدار ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ دین ہمیشہ قائم رہے گا جب تک قیامت قائم ہو یا ان پر بارہ (12) خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ (متفق علیہ)

7/7439۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قریش کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا تو اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔ (ترمذی)

8/7440۔ حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن فرماتے ہوئے سنا ہوں کوئی قریش آج کے اس دن کے بعد سے قیامت تک باندھ کر قتل نہیں کیا جائیگا(8)۔ (مسلم)

9/7441۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو تکلیف چکھایا پس ان کے آخر والوں کو نوازش چکھا(9)۔ (ترمذی)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) جاری رہیگا۔ قولہ: حتی تقوم الساعة او میں او بمعنی واو مطلق جمع کے ہے، یعنی اور یہاں تک کہ ان پر بارہ (12) خلیفہ ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔ (مرقات)

(8) قولہ: صبرا. اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی قریش جنگی معرکہ میں قتل نہیں کیا جائیگا۔ علامہ حمیدی نے کہا بعض حضرات نے اس حدیث شریف کی تاویل میں فرمایا اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی قریشی آج کے دن کے بعد مرتد ہوکر کفر پر ثابت رہکر قتل نہیں کیا جائیگا۔ یہ تاویل اس لئے بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد قریش میں کچھ صبرا باندھ کر مارے گئے ہیں مگر کفر پر قائم رہے ہوں اور قتل کئے گئے ہوں ایسا نہیں ہوا، مطلب یہ ہے کہ مرتد ہوکر قتل کئے گئے ہوں ایسے پائے نہیں جائیں گے اور اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ جزیرۃ العرب میں شیطان مایوس ہوگیا ہے۔ یا اس حدیث شریف میں نفی بمعنی نہی ہو اور یہ صراحتاً نہی سے ابلغ ہے۔ (مرقات)

(9) قولہ: نکالاً. نکالا سے مراد قریش کے اگلے لوگوں کو ان کے کفر کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

10/7442۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت قریش میں (10) ہے اور قضاء انصار میں ہے، اذان حبشہ میں اور امانت (11) ازد یعنی یمن میں ہے۔ اور ایک روایت میں (12) یہ حدیث موقوف آئی ہے، امام ترمذی نے اس روایت کو اصح فرمایا ہے۔ (ترمذی)

11/7443۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ قریش، انصار، جہینہ، مزینہ اسلم غفار اور اشجع میرے چاہنے والے ہیں (13) اللہ اور اس کے رسول کے سوا ان کا کوئی دوست نہیں۔ (متفق علیہ)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کرنے کی وجہ سے وہ جس رسوائی عذاب اور قتل سے دوچار ہوئے مراد ہوں۔ اور نوال سے ان کے بعد والوں کو جو عزت، حکومت، خلافت اور اقتدار مراد ہے جس کا بیان احاطہ سے باہر ہے۔ (لمعات)

(10) قولہ: الملک. میم کو پیش ہے، مراد خلافت ہے۔ قولہ: والقضاء فی الانصار. قضاء سے مراد قضاء معروف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی بنا کر یمن کو روانہ فرمایا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحابہ میں حلال وحرام کے بڑے عالم معاذ ہیں، اور ہوسکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ ان میں ان مناصب کو رعایت رکھنا چاہئے، اور یہ خبر ہے بمعنی امر ہے۔ (ماخوذ از مرقات ولمعات)

(11) قولہ: الامانة في الازد. یعنی شنوءہ کے ازد اور وہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اور یہ بات بعض راویوں کے یمن مراد لینے کے قول کے خلاف نہیں ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے عام اہل یمن مراد لینا ظاہر ومتبادر ہے کیونکہ وہ لوگ نرم دل اور امن وایمان والے ہیں۔ (مرقات)

(12) قولہ: وفي رواية موقوفا. اس کے معنی یہ ہیں کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف کردیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔ لیکن اس جیسی موقوف روایت مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ (مرقات)

(13) قولہ: موالی. میم کو فتحہ، لام کو کسرہ اور یا کو تشدید ہے اور یہ مولیٰ کی جمع ہے۔ اور یای متکلم کی طرف مضاف ہے۔ یعنی میرے چاہنے والے اور میرے مددگار ہیں۔ امام نووی نے فرمایا: یعنی وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار آپکے قریبی احباب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ولی اور مددگار ہیں۔ ان کے اور ان کے مصالح کے کفیل ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لیس لھم مولیٰ دون اللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا ان کا کوئی محبوب نہیں۔ (مرقات)

12/7444۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ غفار کی اللہ مغفرت فرمائے (14) اور قبیلہ سالم کو اللہ سلامت رکھے اور قبیلہ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (متفق علیہ)

13/7445۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ یہ قبیلے بہترین ہیں بنی تمیم اور بنی عامر اور دو حلیف بنی اسلم اور غطفان سے (15)۔ (متفق علیہ)

14/7446۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: میں ہمیشہ بنی تمیم قبیلہ سے تین وجہ سے محبت کرتا رہا ہوں (16) ان کے بارے میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں دجال کے مقابلہ میں یہ میری امت میں زیادہ شدید رہیں گے اور کہا کہ ان

---

(14) قوله: غفار غفر الله لها الخ. کتاب شرح السنہ میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غفار اور اسلم کے لئے دعا فرمائی اس لئے کہ ان دونوں قبیلوں نے بغیر جنگ کے اسلام میں داخل ہوئے۔ قبیلہ غفار چوری کرنے میں متہم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ان سے اس برائی کو مٹادے اور ان کی مغفرت فرما۔ اب رہا قبیلہ عصیہ اس نے بئر معونہ میں ستر قراء کو شہید کر دیا اور ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ پڑھا۔ (مرقات)

(15) والحليفين. حلیفین سے مراد آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے دوستی کا معاہدہ کرنے والے اور بنی اسد ہمزہ کو زبر اور سین کو جزم ہے۔ اور غطفان ط اور ف دونوں کو فتحہ ہے۔ ترکیب میں یہ دونوں بدل یا عطف بیان ہیں۔ اور امام نووی نے فرمایا: ان قبائل کی فضیلت ان کے داخل اسلام ہونے میں سبقت اور احکام اسلام میں ان کے بہترین آثار کی وجہ سے ہے۔ (مرقات)

(16) قوله: منذ ثلاث. یعنی تین اوصاف کی وجہ سے قوله سمعت یه ثلاث کی صفت ہے، اور مفعول کی ضمیر محذوف ہے یعنی سمعتها من رسول الله صلی الله علیه وسلم ہے، یقول فہم جملہ حالیہ ہے۔ یعنی قائلا ایاها فی حقهم یعنی میں ہمیشہ اس وقت سے جب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں تین باتیں فرمایا تھا۔ قوله سمعته یقول ترکیب میں یہ سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم سے عطف بیان یا بدل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ان تین اوصاف کی تفصیل ہے۔ وقوله: سبية. سین کو فتحہ با کو کسرہ اور ی کو تشدید ہے اس کے معنی قیدی ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

کے اموال صدقات آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں، اور حضرت عائشہ کے پاس ان میں کی ایک باندی تھی تو آپ نے فرمایا تم اس کو آزاد کردو کیونکہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ (متفق علیہ)

علامہ ابن ملک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **سبیة منهم** میں دلیل ہے کہ عرب کو غلام بنایا جاسکتا ہے، جیسا کہ امام شافعی نے فرمایا ہے۔ اور حضرت ملا علی قاری نے فرمایا: یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کا استدلال قابل غور ہے کیونکہ ہمارا اختلاف عرب مرد حضرات کے بارے میں ہے ان کی عورتوں کے بارے میں نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "**سبية**" سے عرب کے مشرکین مردوں کو غلام بنایا جاسکے پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ (**فتامل**)

15/7447۔ حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے اچھے ہیں قبیلہ اسد اور اشعری لوگ وہ جنگ میں نہیں بھاگتے (17) اور خیانت نہیں کرتے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (ترمذی)

16/7448۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قبیلہ ازد (18) اللہ کی فوج ہے۔ زمین میں لوگ ان کو پست کرنا چاہتے

---

(17) **قوله لا یفرون فی القتال.** یعنی کفار سے جنگ کے موقعہ پر، یہ جملہ دونوں قبیلوں سے حال ہے۔ (مرقات)

(18) **قوله الازد:** یعنی ازدشنوءہ اور یمن کے ایک اہل قبیلہ کے والد ہیں، اور انصار ان ہی کی اولاد ہیں۔ **وقوله: ازد الله.** اس کے معنی ہیں اللہ کی فوج اور اس کے دین کے مددگار۔ علامہ قاضی نے فرمایا: ازد کی اضافت اللہ کی طرف اللہ والے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والے ہیں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازد اللہ فرمانے کے کئی وجوہ ہیں: (1) ان میں سے ایک یہ کہ وہ جنگ میں ثابت قدم رہتے ہیں بھاگتے نہیں۔ جیسا کہ سابق حدیث شریف میں گزرا ہے۔ اور علامہ قاضی نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (2) دوسری وجہ اس میں اضافت اختصاص اور اظہار شرافت کے لئے ہے، جیسے **بیت الله** اور **ناقة الله** ہے۔ اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان **یرید الناس ان یضعوهم الخ** دلیل ہے۔ اور (3) تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد شجاعت و بہادری ہے اور یہ کلام تشبیہ کا ہے جیسے **الاسد اسد الله** یعنی شیر تو اللہ کا شیر ہے۔ یا اس کو بطور مشاکلت لایا گیا ہے یا سین کو زای سے بدل دیا گیا ہے۔ (مرقات)

ہیں اور اللہ انکار کرتا ہے سوائے اس کے کہ وہ ان کو بلند کریگا اور لوگوں پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ کوئی بھی آدمی کہے گا کاش میرے والد ازدی ہوتے کاش میری ماں ازدیہ ہوتیں۔(ترمذی)

17/7449۔ حضرات عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت ہے آپ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ تین قبیلوں کو ناپسند کرتے تھے قبیلہ ثقیف(19) بنی حنیفہ اور بنی امیہ۔(ترمذی)

18/7450۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا ہے(20) عبداللہ بن عصمہ نے کہا کہا جاتا ہے کہ جھوٹا مختار بن عبید ہے(21)۔اور ہلاک کرنے والا

---

(19) قولہ ثقیف الخ. علماء نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کو حجاج کی وجہ سے اور بنی حنیفہ کو مسیلمہ کی وجہ سے اور بنی امیہ کو عبیداللہ بن زیاد کی وجہ سے ناپسند فرمایا۔امام بخاری نے فرمایا کہ حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو لایا گیا تو وہ اس کو ایک طشت میں رکھکر ایک چھڑی سے اس کو کریدتے جاتا تھا اور امام ترمذی نے جامع ترمذی میں فرمایا کہ عمارہ بن عمیر نے کہا ہے جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر کو مسجد کے صحن میں لایا گیا تو میں ان کی طرف گیا تو لوگوں نے کہا آ گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ آ گیا اور عبداللہ بن زیاد کے نتھنے میں گھسا تھوڑی دیر ٹھیرا پھر نکل کر چلے گیا یہاں تک کہ غائب ہوگیا پھر لوگوں نے کہا آ گیا اور اسی طرح دو یا تین مرتبہ کیا امام ترمذی نے فرمایا یہ صحیح حدیث ہے اور کتاب ازہار میں اسی طرح ہے۔(مرقات)

(20) قولہ: مبیر. یعنی فساد کرنے والا اور ہلاک کرنے والا۔(مرقات)

(21) قولہ: الکذاب. یہ مختار بن ابوعبید ہے۔عبید مصغر ہے اور یہ ابن مسعود ثقفی مثبت ہے۔یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اٹھا اور لوگوں کو آپ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے بلایا اس سے اس کی غرض لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا اور اس کے ذریعہ اقتدار حاصل کرنا تھا یہ دنیا کا طلبگار تھا اور حصول دنیا کے لئے بڑا دھوکہ باز تھا۔علامہ قاضی نے اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سیدنا علی کرمہ اللہ وجہہ سے بغض رکھتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے وہ کوفہ میں نبوت کا دعوی کرتا تھا اس کا نام کذاب ہوگیا اس کے منجملہ جھوٹ کے اس کا دعوی تھا حضرت جبریل علیہ السلام اس کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔علامہ ابن ملک نے اس کا ذکر کیا ہے۔علامہ ابن عبدالبر نے

حجاج بن یوسف ہے(22)۔اور ہشام بن حسان نے کہا تم شمار کرو حجاج نے باندھ کر کتنے قتل کئے تو وہ ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے (23)۔اس کی روایت امام ترمذی نے کی ہے۔(ترمذی)

19/7451۔اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت لائی ہے جس وقت حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تو حضرت اسماء فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا اب رہا جھوٹا اس کو ہم نے دیکھ لیا اور رہا ہلاک کرنے والا میں تجھ کو نہیں سمجھتی مگر یہی۔

20/7452۔ حضرت ابونوفل معاویہ بن مسلم سے روایت ہے آپ نے کہا میں حضرت

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کہا ہے کہ اس کے والد صحابہ میں سے ہیں اور مختار ہجرت کے سال پیدا ہوا وہ صحابی نہیں ہے اور اس سے کوئی روایت بھی نہیں ہے۔اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بھی نہیں ہے۔اس کی خبریں ناپسندیدہ ہیں اور وہ جب اقتدار کو طلب کیا یہ اس وقت کا قصہ ہے یہاں تک اس کو حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (77) ستر پرسات ہجری میں قتل کردیا۔اس سے پہلے وہ اہل فضل وخیر حضرات میں شمار کیا جاتا تھا۔وہ ان سب کا خوب اظہار کرتا تھا لیکن اس سے فسق چھپ نہیں سکا اس سے وہ ظاہر ہوگیا جس کو وہ چھپانا چاہتا تھا یہاں تک وہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑا اور اقتدار کی خواہش کیا اور مختار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ خوبصورت انداز میں پیش کرتا اور اس کے پیچھے اپنا مقصد دنیا طلبی اور حصول اقتدار کی خواہش کو چھپاتا تھا تو اس سے جھوٹ اور پاگل پن ظاہر ہوتا تھا اس کی حکومت سولہ مہینے رہی۔کہا جاتا ہے کہ وہ شروع میں خارجی تھا پھر زبیری بن گیا پھر رافضی ہوگیا اور سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے اپنے بغض کو چھپاتا تھا اور کبھی اس کی کم عقلی کی وجہ سے یہ بات ظاہر ہوجاتی تھی علامہ میرک نے کتاب تصحیح سے یہ بات نقل کی ہے۔(مرقات)

(22) **قولہ: المبیر ھو الحجاج بن یوسف.** صاحب مشکوۃ نے کہا ہے کہ یہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے عراق اور خراسان پر گورنر تھا اور اس کے بعد اس کے بیٹے ولید کا گورنر رہا۔ماہ شوال 57ھ پچھتر ہجری شہر واسط میں اس کا انتقال ہوا اس وقت اس کی عمر 54 سال تھی۔(مرقات)

(23) **قولہ صبرا.** صاد کو زبر اور با کو جزم یہ مصبور کے معنی میں ہے، روک کر اور گرفتار کرکے بغیر کسی جنگ وجھپٹ کے۔
قولہ: فلا اخالک. ایک شارح نے کہا اخال میں ہمزہ کو فتحہ قیاس کے مطابق ہے۔لیکن ہمزہ کسرہ کے ساتھ پڑھنا فصیح تر ہے، اس کے معنی ہیں **لا اظنک الا ایاہ** میں تجھ کو یہی سمجھتی ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ **فلا اخا لہ الا الیک** ہے۔میں وہ تجھ کو ہی سمجھتی ہوں اس میں مفعول ثانی کو اہتمام کے لئے مقدم کردیا گیا ہے۔(مرقات)

عبداللہ بن زبیر کو مدینہ کی گھاٹی(24) پر دیکھا آپ نے کہا آپ کے پاس سے قریش اور دوسرے لوگ گزرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر گزرے اوران (کی لاش) کے پاس ٹھہر گئے اور فرمائے السلام علیک اباخبیب (اے ابوخبیب تم پر سلام ہو) **السلام علیک ابا خبیب**(25) **السلام علیک ابا خبیب**. خدا کی قسم میں تم کواس سے منع کرتا تھا(26) خدا کی قسم میں تم کواس سے منع کرتا تھا۔سنو(27) خدا کی قسم میں تم کواس سے منع کرتا تھا۔سنو خدا کی قسم میں جانتا ہوں تم بہت روزے رکھنے اور قیام کرنے (نماز پڑھنے) والے تھے اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔سنو! خدا کی قسم

(24) **علی عقبة المدینة.** اس سے مکہ کی وہ گھاٹی جو اہل مدینہ منورہ کے راستہ پر تھی جب وہ مکہ میں آتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں سولی دی گئی۔(مرقات)

(25) **قوله: السلام علیک ابا خبیب الخ.** اس میں دلیل ہے کہ میت کو بھی تین مرتبہ سلام کرنا اگر چیکہ دفن سے پہلے ہو۔(مرقات)

(26) **قوله: لقد کنت انهاک عن هذا.** ہذا کا مشارالیہ صلب یعنی میں آپ کواس کام سے روکتا تھا جو سولی کا سبب بنے گا اس صورت میں یہ

(27) **قوله: اما.** میم کو تشدید نہیں ہے حرف تنبیہ ہے **واللّٰه ان کنت** میں **ان** مخففہ ہے اصل میں مثقلہ **انه** تھا ضمیر شان محذوف ہے۔**وقوله: وما علمت** میں ما زائدہ ہے اور **علمت علمتک** تھا صواما دن میں بکثرت روزے رکھنے والا قواما رات میں بکثرت عبادت کرنے والا۔وصولا واؤ کو زبر (فتحہ) ہے، صلہ رحمی میں مبالغہ کرنے والا۔بکثرت صلہ رحمی کرنے والا۔للرحم رشتہ داری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مراد اپنے اس قول سے حجاج نے آپ کو جو عدو اللہ اور ظالم وغیرہ کہا تھا،اس سے آپ کی پا کی اور براءت بیان کرنا اور لوگوں کو آپ کے محاسن بتانا تھا۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مظلوم و مرحوم تھے اور آپ کی زندگی نیک تھی اور شہادت کی موت سرفراز ہوئی۔اور امام نووی نے فرمایا اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی فضیلت ظاہر ہے انہوں نے کھلے عام حق بات فرمایا اور حجاج کی پرواہ نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے ان کا اس لاش کے پاس ٹھہرنا اور اس کی تعریف کرنا یہ سب اس کو معلوم ہوگا اس کے باوجود یہ بات ان کو اظہار حق سے مانع نہیں ہوئی اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مظلوم ہیں۔(انتہی) اور میں نہیں سمجھتا کہ اس بات میں کسی مذہب میں اختلاف ہے سوائے خوارج کے۔(ماخوذ از مرقات)

جس جماعت کے پاس تم برے ہو وہ بری جماعت ہے(28) اور ایک روایت میں ہے (کیا) وہ اچھی ہوسکتی ہے۔ پھر عبداللہ بن عمر چلے گئے پس حجاج کو عبداللہ بن عمر کا ٹھہرنا اور ان کی گفتگو معلوم ہوئی تو ان کی طرف لوگوں کو بھیج کر ان کو سولی سے اتار لیا گیا(29) اور یہود کے قبرستان میں ڈال دیا گیا پھر وہ آپ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر کو بلا بھیجا وہ اس کے پاس جانے سے انکار کردیں، وہ دوبارہ قاصد کو ان کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کے پاس آئے یا تمہارے پاس ایسے شخص کو بھیجونگا جو تمہاری چوٹیاں پکڑ کر کھینچے گا انہوں نے کہا وہ انکار کردیں اور فرمائیں خدا کی قسم میں تیرے پاس نہیں آؤں گی یہاں تک کہ تو میرے پاس ایسے شخص کو بھیجے جو میری چوٹیاں پکڑ کر گھسیٹے۔ انہوں نے کہا کہ حجاج نے کہا مجھے میری سبتی (30) بتاؤ پھر وہ اپنے چپل لے کر تیزی سے اکڑتے ہوئے چلنے لگا اور ان کے پاس پہنچ گیا

(28) اما. اما کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔ وقوله: والله لامة. امۃ کے معنی جماعت ہے۔انت شرها جو جماعت اپنے فاسد خیال میں آپ کو برا کہتی ہے وہی جماعت بری ہے لامة سوء سین کو فتحہ زبر ہے اور سین کو پیش بھی پڑھ سکتے ہیں یہ ان کے سمجھ کا فساد اور فاسد عقیدہ ہے۔وقوله: لامة. ترکیب میں مبتداء ہے اور انت شرها اس کی صفت ہے۔

اور یک روایت میں لامة خير. اچھی جماعت ہے یہ بطور تمسخر اور مذاق کے ہے۔واہ بڑی خوب جماعت ہے مطلب یہ ہے کہ بہت بری جماعت ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ کو ان کے شہر سے جب نکالا گیا تو بعض حضرات نے کہا ابویزید کے شہر کے لوگ برے ہوں واہ کیا خوب شہر ہے۔(ماخوذ از مرقات)

(29) قوله: فارسل. یعنی حجاج نے عبداللہ بن زبیر کی سولی کی طرف بھیجا۔فانزل. یہ صیغہ مجہول ہے عن جذعه یعنی اس تنے سے جس پر آپ کو سولی دی گئی تھی فالقی یہ صیغہ مجہول ہے یعنی لاش کو ڈال دیا گیا فی قبور اليهود اس کے پہلے جو آیا ہے کہ آپ جنت المعلی میں مدفون ہیں تو یہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد ان کو اس ادنی مقام سے منتقل کرکے اعلیٰ مقام میں دفن کیا گیا۔(مرقات)

(30) قولـه: اروني سبتي. سین کو کسرہ (زیر) اور با کو سکون (جزم) اور تا کو فتحہ (زبر) اور یا کو تشدید ہے۔یعنی میرے جوتے اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس میرے دونوں جوتیاں لاؤ پس وہ اپنے دونوں جوتیاں لیا اور ان کو پہن لیا پھر اکڑے ہوئے تیز تیز چلا۔یتـــــوذف مشروع میں واو اس کے بعد ذال معجمہ ہے اور اس کو تشدید ہے حضرت ابوعبید نے کہا اس کے معنی میں وہ تیز تیز چلنے لگا اور ایک قول ہے وہ اکڑ کر چلنے لگا۔وقولـه: بعدو الله. اس سے وہ اپنے باطل خیال میں اس سے حضرت اسماء کے بیٹے مراد لیا۔(ماخوذ از مرقات)

اور کہا تم نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیسے کیا۔ تو وہ فرمائیں میں تجھ کو دیکھتی ہوں کہ تو نے ان کی دنیا کو خراب کیا اور انہوں نے تیری آخرت کو خراب کیا، اور مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو ان کو ابن ذات النطاقین (31) کہتا ہے۔ میں خدا کی قسم ذات النطاقین ہوں، سنو میں ان دو میں سے ایک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا اور ابوبکر کا کھانا جانوروں سے حفاظت کے لئے باندتی تھی اور رہا دوسرا کمر پٹہ تو اس سے کوئی عورت بے نیاز نہیں ہوسکتی تھی۔

سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا ہے اب رہا جھوٹا تو ہم نے اس کو دیکھ لیا اب رہا ہلاک کرنے والا میں تجھ کو نہیں سمجھتی

---

(31) قولہ: یا ابن ذات النطاقین. نون کو کسرہ ہے یہ وہ کمر پٹہ ہے جس کو عورت کام کاج کے وقت پر اپنے کپڑوں کو اٹھانے کے لئے کمر پر باندھی تھی حضرت اسماء کو ذات النطاقین اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے موقعہ پر اس کو دو حصوں میں پھاڑ کر ایک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے کو باندھی تھی اور دوسرے سے توشہ کو باندھی تھیں تو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ذات النطاقین سے موسوم کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ایک سے آپکے توشہ کو دوسرے اپنی کفر کو باندھی تھی۔ اور حجاج اپنی خباثت باطنی کی وجہ سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے قول ذات النطاقین کو اس کو خادمہ کی طرح جو کام کے وقت باندھتی ہے آپ کے لئے مذمت پر محمول کیا۔ آپ نے گویا اس کو تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا پر وہ نطاق نہیں ہے جو تو سمجھ رہا ہے اس کی طرف اشارہ ہے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس جواب میں انا و اللہ ذات النطاقین الخ.

علامہ طیبی نے فرمایا اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے: ''وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ، قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ ''(9-التوبۃ، آیت نمبر:61)

گویا جواب میں کہا گیا ہاں جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ وہ اذن میں اذن خیر ہیں اذن شر ( ) نہیں ہ اس میں ان کی بات کو تسلیم کیا گیا مگر وہ مذمت کا پہلو لے رہے مگر جواب میں اس کی تفسیر میں مدح کا پہلو لیا گیا ہے۔

وقولہ: من الدواب. جار مجرور ارفع کے متعلق ہے یعنی اس سے ان دونوں بزرگوں کے کھانے کا توشہ باندھتی ہوں اور اس کو اونچا لٹکا کر رکھتی ہوں اس میں اندیشہ ہے کہ کہیں چیونٹی چوہے جیسے کیڑے مکوڑے لگ جائیں۔

وقولہ: فلم یراجعھا. یعنی وہ آپ کو کوئی جواب نہیں دے سکا۔ پھر آپ کے صاجزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی الہ تعالیٰ عنہما کے انتقال کے دس دن بعد انتقال ہوگیا آپ کی عمر ایک سو سال تھی اور آپ کا ایک دانت بھی جھڑا نہیں تھا۔ (مرقات)

مگر تو وہی ہے۔راوی نے کہا وہ ان کے پاس سے اٹھا اوران کو کوئی جواب نہیں دیا۔(مسلم)

21/7453۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کے پاس دو شخص آئے عبداللہ بن زبیر کے فتنہ کے زمانہ میں(32) اوران دونوں نے کہا لوگوں نے جو کچھ کیا ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور آپ عمر کے صاحبزادے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو خروج کرنے سے کیا چیز روکتی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے مسلم بھائی کا خون حرام کردیا ہے تو ان دونوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا تم ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے تو ابن عمر نے فرمایا ہم نے قتال کیا یہاں تک کہ فتنہ نہیں رہا اور دین اللہ کا ہوگیا اور تم چاہتے ہو کہ تم قتال کروتا کہ فتنہ ہواور دین غیر اللہ کا ہوجائے۔(بخاری)

22/7454۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے صحابہ عرض کئے یارسول اللہ ہم کو قبیلہ ثقیف کی تیروں نے جلادیا آپ ان پر بددعا کریں تو آپ نے فرمایا اے اللہ تو ثقیف کو ہدایت دے۔(ترمذی)

23/7455۔ عبدالرزاق اپنے والد سے اور وہ میناء سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے ایک شخص آئے آپ کے پاس میں سمجھتا ہوں وہ قبیلہ قیس کے تھے اور کہا یارسول اللہ قبیلہ حمیر پر آپ لعنت فرمائیں تو آپ اس سے منہ پھیر لئے پھر وہ دوسری جانب سے آئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیر لئے پھر وہ ایک دوسری جانب سے آئے پھر آپ منہ پھیر لئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ حمیر پر رحم کرے ان کے منہ سلامتی کے ہیں(33) اوران کے ہاتھوں میں کھانا ہے اور وہ امن

(32) **قوله: في فتنة ابن الزبير**. یعنی آپ کی شہادت سے پہلے **وقوله: انت ابن عمر**. یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ کے بیٹے ہیں۔اورآپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں پس ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ آپ ان دونوں وجہ سے عبدالملک سے جس کے گورنروں میں حجاج ہے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں اس کے خلاف بغاوت کرنے سے آپ کو کیا چیز روک رہی ہے کیونکہ اس کا انتہائی ظلم ظاہر ہو چکا ہے۔(مرقات)

(33) **افواههم سلام**. یعنی ان کے منہ سلامتی والے یا سلامتی کا مقام ہیں۔**وايديهم طعام**. یعنی کھانا کھلانے

وایمان والے ہیں۔(ترمذی)

24/7456۔ حضرت ابو ہریرہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کس قبیلہ سے ہو، تو میں عرض کیا قبیلہ دوس سے ہوں(34) تو آپ نے فرمایا میں (تم سے پہلے) نہیں سمجھتا تھا کہ قبیلہ دوس میں کسی میں بھلائی ہے۔(ترمذی)

25/7457۔ ان سے ہی روایت ہے انہوں نے کہا کہ طفیل بن عمر والدوسی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ قبیلہ دوس ہلاک ہوگیا اس نے نافرمانی کیا اور انکار کیا ہے(35) آپ ان پر بددعا فرمائیں تو لوگ یہ سمجھے کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں گے تو آپ نے فرمایا **اللھم اھد دوسا وائت بھم**. اے اللہ تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو لیکر آ۔(متفق علیہ)

26/7458۔ اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے بغض مت رکھو ورنہ تم اپنے دین کو چھوڑ دو گے(36)۔ تو میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے کیسے بغض رکھوں گا آپ سے تو اللہ نے ہم

(**حاشیہ پچھلے صفحہ سے**) والے ہیں۔ایک شارح نے فرمایا یہاں ایک مضاف محذوف ہے، تا کہ خبر کا مبتداء پر حمل صحیح ہو سکے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سلام کو پھیلاتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں انہوں نے احسان اور حلاوت لسان کو جمع کرلیا ہے۔(مرقات)

(34) **قولہ: من دوس**. دال کو زبر واو کو سکون یمن کے ازد قبیلہ کا ایک قبیلہ ہے۔**وقولہ: ما کنت اری**. ہمزہ کو پیش صیغہ مجہول ہے، مطلب یہ ہے کہ میں اس سے پہلے نہیں سمجھتا تھا کہ قبیلہ دوس میں کسی میں بھلائی ہے۔صاحب ازہار نے کہا ہے اس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت ہے اور یہ کہ اگر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو قبیلہ دوس کی مذمت ہوتی۔(مرقات)

(35) **قولہ عصت**. یہ ماقبل کا بیان ہے۔**وقولہ: وائت بھم**. یعنی ان کو مسلمان بنا کرلا۔(مرقات)

(36) **قولہ: فتفارق دینک**. کو نصب ہے نہی کا جواب ہونے کی وجہ سے۔

کو ہدایت دی ہے تو آپ نے فرمایا تم عرب سے دشمنی رکھو گے تو مجھ سے دشمنی رکھو گے (37)۔(ترمذی)

27/7459۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عرب کے ساتھ خیانت کرے(38) وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا۔اوراس کو میری محبت حاصل نہیں ہوگی ۔(ترمذی)

28/7460۔ حضرت ام حریر طلحہ بن مالک کی باندی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں اپنے آقا کو فرماتے ہوئے سنی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے قریب ہونے والی علامتوں میں سے عرب کی ہلاکت ہے۔(ترمذی)

29/7461۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ

---

(37) قولہ: تبغض العرب. یعنی عرب سے تم بغض رکھو گے تو مجھ سے بغض رکھو گے۔خلاصہ یہ ہے کہ عرب سے بغض رکھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کا سبب بن سکتا ہے۔لہذا اس سے بچنا تاکہ خطرہ سے دوچار نہ ہونے پائے اور قاموس میں عرب عین کو پیش اور راء کو حرکت کے ساتھ غیر عجم کو کہتے ہیں اور یہ لفظ مؤنث ہے اور شہروں کے رہنے والے ہوتے ہیں یا عام ہے، شہر اور غیر شہر دونوں کو شامل ہے اور اعراب وہ عرب ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں اس لفظ کا واحد نہیں ہے۔(مرقات)

(38) قولہ: من غش العرب. یعنی جو شخص ان کے ساتھ خیانت کرے گا۔ایک شارح نے کہا یعنی جو شخص ان سے بغض رکھے گا لم یدخل شفاعتی سے مراد آپکی شفاعت صغریٰ ہے۔کیونکہ آپ کی بڑی شفاعت عام ہے ہر یک کو شامل ہے ولم تنلہ مودتی. یعنی میری محبت اس کو نہیں ملیگی یا اس کی محبت مجھ تک نہیں پہنچے گی۔اس سے مقصود کمال محبت کی نفی ہے۔(مرقات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عرب سے محبت کرو تین وجہ سے (39) کیونکہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

باب ''قریش کے مناقب کا بیان اور قبائل کا ذکر'' ختم ہوا

(39) قولہ: احبوا العرب لثلاث. کیونکہ انہوں نے شریعت کو تھاما اور اس کو ہم تک پہنچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو محفوظ کیا اور آپ کے معجزات کو ہم تک پہنچایا کیونکہ وہ اسلام کے اولین ہیں، ان سے ہی ملک فتح ہوئے ان سے ہی اطراف عالم میں اسلام پھیلا کیونکہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور قبر کا سوال بھی ان کی زبان عربی میں ہوگا۔ وقولہ: کلام اھل الجنة عربی. اہل جنت کی زبان عری ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل دوزخ کی زبان عربی نہیں ہوگی۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(28/261) بَابُ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ

صحابہ (2) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مناقب (1)

1/7462۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ نبی

---

(1) **قولہ: مناقب.** امام قرطبی نے کہا ہے: منقبت کے معنیٰ فضیلت ہے، اور یہ ایک ایسی اچھی خصلت ہے جس کے سبب انسان کو شرف اور بلندی حاصل ہوتی ہے، یا تو اللہ کے پاس یا مخلوق کے پاس۔ مخلوق کے پاس مرتبہ اس کا کوئی اعتبار نہیں مگر اس وقت جب کہ وہ اللہ کے پاس مرتبہ تک پہنچا ہو اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب فاضل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس مرتبہ ہے اور کوئی چیز بھی اللہ تک اس وقت تک نہیں پہنچاتی جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو۔ (وہی چیز اللہ تک پہنچاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے) (علامہ سیوطی ۔ مرقات)

(2) **قولہ: الصحابة.** علامہ طیبی نے فرمایا: صحابی کی تعریف علماء حدیث شریف کے پاس مشہور ہے، اور بعض اصحاب اصول نے فرمایا جس شخص نے مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے وہ صحابی ہے۔ کسی کا صحابی ہونا تواتر سے معلوم ہوتا ہے جیسے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا استفاضہ (شہرت) سے معلوم ہوتا ہے (3) یا کوئی دوسرے صحابی فرمائے کہ یہ صحابی ہیں۔ (4) یہ صحابی خود اپنے بارے میں بتائیں وہ صحابی ہیں جب کہ وہ عادل ہوں اور تمام صحابہ مطلقاً عادل ہی ہیں اور یہ کتاب اللہ سنت رسول سے اور جن کا اجماع معتبر ہے اس سے بھی ثابت ہے۔ امام ملازادہ نے فرمایا صحابی وہ صاحب ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے ہوں خواہ بالغ ہونے سے پہلے یا بالغ ہونے کے بعد خواہ آپ کے ساتھ زیادہ رہے ہوں یا کم رہے ہوں، اور شرح السنہ میں ہے حضرت ابومنصور بغدادی نے فرمایا ہمارے تمام اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ میں سب سے افضل خلفاء راشدین ترتیب خلافت کے مطابق ہیں۔ پھر مابقی عشرہ مبشرہ ہیں پھر اہل بدر ہیں پھر اہل احد ہیں پھر اہل بیعت رضوان ہیں اور وہ انصار حضرات ہیں جو دونوں قبلوں یعنی اہل قبلتین ہیں اسی طرح سابقین اولین ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو دو قبلوں کی طرف نماز پڑھے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیعت رضوان والے حضرات ہیں اسی طرح حضرت عائشہؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اختلاف ہے کہ کون افضل ہے اور حضرت

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا مت کہو(3) اور اگر تم میں کا کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) عائشہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی کون افضل ہے اب رہا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عادل وفاضل اور اخیار صحابہ میں سے ہیں اور جو جنگیں ان حضرات کے درمیان واقع ہوئیں ہر ایک کو اس میں ایک اشتباہ ہوا تھا اور ہر جماعت اس شبہ کی وجہ سے خود کو حق پر سمجھ رہی تھی ہر ایک کے لئے اپنی جنگ کی تاویل تھی۔ اس کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی جماعت عدالت (پرہیزگاری) سے خارج نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ حضرات مجتہد تھے مسائل میں اختلاف رکھتے تھے جیسا کہ ان کے بعد والے مجتہد اصحاب نے مسائل میں اختلاف کیا مگر اس کی وجہ سے ان میں سے کسی کے لئے بھی نقص لازم نہیں آتا۔

(3) **قولہ لاتسبوا اصحابی.** یہ ساری امت سے خطاب اور صحابہ سے تمام صحابہ مراد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے یہ معلوم تھا کہ اہل بدعت سب وشتم کریں گے تو آپ نے اس سے منع کر دیا۔ شرح مسلم میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنا حرام ہے اور یہ سب سے بڑی برائی ہے اور ہمارا مذہب اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائیگی اور بعض مالکی علماء نے فرمایا ہے کہ اس کو قتل کیا جائیگا اور حضرت قاضی عیاض نے فرمایا کسی بھی صحابی کو برا کہنا گناہ کبیرہ ہے اور ہمارے بعض علماء نے فرمایا ہے حضرات شیخین کو برا کہنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ علامہ زین بن نجیم کی کتاب الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر میں ہے ہر کافر کی توبہ دنیا وآخرت میں قبول ہو جاتی ہے۔ مگر گستاخ کافر وگستاخ شیخین یا کسی ایک کا بھی گستاخ اور جادوگر زندیق اگر چہ وہ عورت ہو جب یہ توبہ کرنے سے پہلے مر جائیں (ان کی توبہ آخرت میں قبول نہ ہوگی)

اور فرمایا حضرات شیخین کو برا کہنا اور ان پر لعنت کرنا کفر ہے اور اگر وہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ (خلاصہ)

اور مناقب کردری میں ہے شیخین کی خلافت کا انکار کرے یا ان سے بغض رکھے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حضرات سے محبت رکھتے تھے اور اگر سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے ان دونوں بزرگوں سے بڑھ کر محبت رکھتا ہے تو اس پر مواخذہ نہیں کیا جائیگا۔ میں کہتا ہوں یہ اس لئے کہ محبت میں اختیار نہیں رہتا اور مواخذہ اختیار کے دائرہ میں ہوتا ہے۔

اور صاحب ردالمحتار نے فرمایا علامہ ملا علی قاری نے کتاب خلاصہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اس سے ہم کو یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کتاب جوہرہ کی نسبت سے کفر کی اور توبہ قبول نہ ہونے کی جو بات کی گئی ہے ولو بالفرض جوہرہ میں یہ موجود بھی ہو تو باطل ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس پر عمل آوری بھی نہیں کی جائیگی۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اور یہ بات گزر چکی ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہے اگر چیکہ ضعیف روایت ہے تو مفتی کو چاہئے کہ وہ عدم تکفیر کی طرف مائل رہے اوراس مسئلہ میں تکفیر کی طرف کیسے مائل ہوسکتا ہے چہ جائیکہ اس کے قتل کی طرف مائل ہوا گر چیکہ توبہ کرے یہ مخالف اجماع ہے۔

اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ مذہب مختار یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والے کی توبہ قبول کی جائیگی تو شیخین کو برا کہنے والے کی توبہ کیسے قبول نہیں کی جائیگی۔تعجب تو صاحب بحر سے ہے کہ اس کو قتل کرنے کا جو فتوی دیا اس میں ان سے بہت تساہل ہو گیا حالانکہ ان کا قول ہے کہ کتب فتاویٰ میں جو الفاظ تکفیر مذکور ہیں اس بات کو لازم کرلیا ہوں کہ ان پر بھی کفر کا فتوی نہیں دوں گا۔البتہ جو شخص سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں یا جو شخص صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرے اور جو شخص سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا مانے یا جو شخص حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں خطا ہوئی بولے اور اس جیسے صریح الفاظ جو قرآن مجید کے خلاف ہیں اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائیگی اور یہ خلاصہ ہے اس تفصیل کا جو ہم نے ہماری کتاب "**تنبیہ الولاۃ و الحکام**" میں تحریر کیا ہے اگر تم مزید تفصیل چاہتے ہو تو اس کتاب کی طرف رجوع کرو۔اور اس کتاب پر اعتماد کرو اس میں صاحب سمجھ شخص کے لئے کفایت ہے۔اور کتاب شرح عقائد نسفیہ میں ہے ہم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر خیر سے کرتے ہیں خیر کے سوا ہر چیز سے رکتے ہیں اس لئے کہ ان کے مناقب وفضائل میں اور ان میں طعن کرنے سے رکنے کے لئے صحیح احادیث وارد ہیں اور ان کے درمیان جو مشاجرات اور لڑائیاں ہوئی ہیں اس کی تاویلات موجود ہیں اور ان کو برا بولنا اور طعنہ دینا اگر وہ دلائل قطعیہ کے خلاف ہے تو وہ کفر ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا ورنہ وہ بدعت اور فسق ہے۔

اور صاحب شرح فقہ اکبر نے فرمایا اور ہم صحابہ کا اجتماعی طور پر ہو یا انفرادی طور پر خیر سے ہی ذکر کرتے ہیں اگر چیکہ بعض امور جو ان سے صادر ہوئے ہیں بظاہر صورتا خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ان کے اجتہاد سے ہیں۔ اور وہ فساد اور عناد کے طور پر نہیں ہیں اور اصرار کے طور پر نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اس سے خیر کی طرف رجوع بھی کیا ہے اور ان سے حسن ظن کی بناء پر بھی یہ عقیدہ رکھنا ہے اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اذا ذکر اصحابی فامسکوا** جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو تم زبان روک لو اور اسی لئے جمہور علماء کا مذہب ہے **الصحابۃ کلھم عدول** تمام صحابہ سیدنا عثمان وسیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں ہوئے فتنہ سے پہلے اور بعد ہر زمانہ میں عادل و پرہیز گار ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بناء پر بھی **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے تم جس کی تم بھی اقتداء کروگے ہدایت پر رہوگے۔(دارمی، ابن عدی، اور دوسرے)

بھی خرچ کرے ان کے ایک مُد بلکہ آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا(4)۔(متفق علیہ)

2/7463۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں(5) تو بولو اللہ کی لعنت ہے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اورعلامہ ابن دقیق العید نے اپنے عقیدہ **وما نقل فیما شجر بینھم** اس بارے میں علماء مختلف ہیں۔ان میں بعض وہ باتیں ہیں جو جھوٹ اور باطل ہیں جس کی جانب توجہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔اور جو باتیں صحیح ہیں ہم نے اس کی اچھی تاویلات کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ان کے لئے پہلی گزر چکی ہے اس لئے جو اس کے بعد ان سے متعلق کلام کیا گیا ہے اس میں تاویل کی گنجائش ہے اور جو بات مشکوک یا موہوم ہے وہ کلام محقق اور معلوم کو باطل نہیں کرسکتی اس کو یاد رکھو۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ان کے خون سے اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو اس سے ملوث نہیں کریں گے۔اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے سیدنا علی اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ، وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ'' (2۔البقرۃ،آیت نمبر:141)وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی اس کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا۔ اور وہ جو کچھ کرتے ہیں ان کے بارے میں تم سے پوچھا نہیں جائیگا۔اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو خوارج کے بارے میں طریقہ معلوم نہ ہوتا۔

(4) **قولہ: فلو ان احدکم انفق الخ.** ان کے انفاق کا جب یہ بلند حال ہے تو ان کے مجاہدات کے احوال تک کیسے پہنچ سکیں گے۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے اور ان کی اطاعت اور ان کی عبادتوں کا ان کی غزوات کا حال ہے ان کی دینی خدمات تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔اس لئے ان کی تعظیم وتکریم واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ، بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا''(59۔الحشر،آیت نمبر:10)

اور ان کے بعد جو حضرات آئے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان میں سبقت کئے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں سے متعلق کوئی کھوٹ مت رکھ۔(ماخوذ از مرقات)

(5) **قولہ: یسبون اصحابی.** میرے صحابہ کو برا کہتے ہوں گے۔روافض جو بعض صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں اور خوارج بعض اہل بیت اطہار کو برا کہتے ہیں اس میں یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ جب ان کی زندگی ختم ہونے سے ان

تمہارے شر پر۔(ترمذی)

3/7464۔حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو(6) میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ مت بناؤ۔ پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے تو وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھا۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جو ان کو تکلیف دیا تو وہ مجھ کو تکلیف دیا اور جو مجھ کو تکلیف دیا تو اس نے اللہ کو ایذا پہنچایا اور جو اللہ کو ایذاء پہنچایا قریب ہے کہ اللہ اس کو گرفت کرلے۔(ترمذی)

4/7465۔حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں(7) انہوں نے

(**حاشیہ پچھلے صفحہ سے**) کے کام منقطع ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ صحابہ کا ثواب ان کے حسن انجام میں اضافہ کے ساتھ جاری وساری رہے اور ان کے دشمن اپنے برے حساب وکتاب کے ساتھ سخت عذاب سے دوچار ہیں۔(مرقات)

(6) **قولہ: اللّٰه اللّٰه.** دونوں کو نصب ہے یعنی **اتقوا اللّٰه ثم اتقوا اللّٰه** ہے اللہ سے ڈرو پھر اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں **فی اصحابی یعنی فی حقهم** ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے حق میں کوتاہی مت کرو اور ان کو برا مت کہو۔ یا اس کی تقدیر یوں ہے **اذکرکم اللّٰه ثم انشدکم اللّٰه فی حق اصحابی** یعنی تم کو اللہ یاد دلاتا ہوں پھر تم سے اللہ کا واسطہ دیکر تم کو تاکید کرتا ہوں میرے اصحاب کے حق کے بارے میں ان کی تعظیم وتوقیر کے بارے میں جیسا کہ ایک مشفق باپ اپنے بچوں کے بارے میں کہتا ہے اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو۔(طیبی)

وقوله: لا تتخذوهم غرضا من بعدی. اس میں غین اور را دونوں کو زبر ہے۔ بات چیت میں اپنی بدکلامی کا ان کو نشانہ مت بناؤ۔ اور ان کے آپس کے واقعات اور مکروہ باتوں کی غیبت میں مت پڑو۔ **وقوله: فمن احبهم فبحبی.** جو ان سے محبت کیا وہ میری ان سے محبت کے سبب سے محبت کیا یا وہ میری ان سے محبت کے سبب سے محبت کیا۔ علامہ طیبی نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے مجھ سے اپنی محبت کے سبب ان سے محبت کیا۔ اس معنی کو آپ کے اس ارشاد سے زیادہ مناسبت ہے **ومن ابغضهم فبغضبی ابغضهم** اس کا مطلب یہ ہے وہ ان سے جو محبت کیا ہے اس لئے ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور وہ ان سے بغض رکھتا ہے تو اس لئے ہے کہ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے **العياذ بالله تعالیٰ وقوله: فيوشک ان ياخذه** یعنی اس کو سزا ہوگی دنیا میں ہو یا آخرت میں۔(مرقات)

(7) **قوله: عن ابيه.** یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں قال یعنی ان کے والد نے کہا۔ رفع یعنی نبی

کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ اکثر اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور فرمایا ستارے آسمان کے لئے امان ہیں(8) اور جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان کو وہ پہنچے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے(9) اور میں میرے صحابہ کے لئے امان ہوں

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور یہ ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور یعنی کی ضمیر کا مرجع ابیہ ہے یعنی رفع کی ضمیر فاعل ہے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ انہوں نے بوجہ شہرت اس کا ذکر نہیں کیا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو اٹھایا۔

وقولہ: وکان کثیرا مما یرفع راسہ الی السماء. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ کے ذریعہ نزول وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف بکثرت سر مبارک اٹھاتے تھے۔ علامہ طیبی نے فرمایا لفظ من کثیر کا بیان ہے یا زائد بھی ہوسکتا ہے اور یہ کان کی خبر ہے یعنی سر مبارک کا اٹھانا بکثرت تھا اس میں ما مصدریہ ہے اور یہ جملہ معترضہ حالیہ ہے۔(مرقات)

(8) **قولہ: النجوم امنۃ.** تینوں کو فتحہ ہے اور یہ امن کے معنی میں ہے یعنی امن کا سبب ہیں اور یہی معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہیں: ''اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً'' (8۔الانفال، آیت نمبر:11) یا یہ امین کی جمع ہے اس کے معنی ہیں حفاظت کرنے والے۔ جیسے سفیر اور سفرہ ہے یا آمن کی جمع ہے کبار اور بررہ کی طرح۔ اور ہوسکتا ہے صیغہ نسبت ہو اور اَمُنَۃ میم کو جزم کے ساتھ بھی روایت ہے اس وقت یہ امن کا اسم مرۃ ہوگا۔(لمعات)

اور صاحب مرقات نے فرمایا علامہ طیبی سے نقل کرتے ہوئے امنۃ کی نسبت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ مصدر بطور مبالغہ کے ہے جیسے رجل عدل (ایسا شخص جو سرتا پا انصاف ہے) یا جمع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے: ''شِھَابًا رَّصَدًا'' (72۔الجن، آیت نمبر:9) معنی میں راصدین ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا'' (16۔النحل، آیت نمبر:120) معنی یہ ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو امن کا سبب بتلایا، یعنی جماعت صحابہ کو امن والا بنادیا۔

(9) **قولہ: اتی السماء ما توعد.** یعنی آسمان سے قیامت کے دن اس کے پھٹ جانے اور اس کے لپیٹے جانے کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ آجائیگا اور ستاروں کے جانے سے مراد ان کا لپیٹے جانا اور بے نور ہوجانا اور ختم ہوجانا ہے۔ (نہایہ وغیرہ)

وقولہ: أتی اصحابی ما یوعدون یعنی جو فتنے وفسادات، مخالفین اور مشقتوں کا آنا ہے۔ **قولہ: فاذا ذھب اصحابی** سے تمام صحابہ کا ختم ہوجانا مراد ہے۔ **وقولہ: أتی امتی ما یوعدون** اہل خیر کا اٹھ جانا اور اہل شر کا ظاہر ہونا اور ان ہی اہل شر پر قیامت کا قائم ہونا مراد ہے۔(ماخوذ از مرقات)

اور جب جاوں گا تو میرے صحابہ کو وہ پہنچے گا جو ان سے وعدہ کیا گیا ہے، اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں، اور جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت کو وہ پہنچے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (مسلم)

5/7466۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ میں میرے رب سے میرے بعد میرے صحابہ کے اختلاف (10) سے متعلق پوچھا تو اس نے میری طرف وحی کی اے محمد آپ کے صحابہ میرے پاس آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں، بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک میں نور ہے، اور جو شخص ان کے اختلاف سے کچھ لیا تو وہ میرے پاس ہدایت پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پر رہوگے۔ (رزین)

6/7467۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں سے کوئی کسی سرزمین میں انتقال نہیں کریں گے مگر وہ ان کے لئے قیامت کے دن قائد اور نور بن کر اٹھائے جائیں گے (11)۔ (ترمذی)

(10) قولہ: عن اختلاف اصحابی. یعنی ان کے شریعت کے فروعی مسائل میں اختلاف کی حکمت سے متعلق فمن اخذ بشئی مما ہم علیہ یہ شیء کا بیان ہے اور من اختلافھم ما کا بیان ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا اس سے مراد فروعات کا اختلاف ہے۔ اصول کا اختلاف مراد نہیں ہے اور یہ بات فھو عندی علی ھدی سے معلوم ہوتی ہے اور حضرت سید جمال الدین نے فرمایا ظاہر ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی مراد دین کا اختلاف ہے کسی دنیوی غرض کا اختلاف مراد نہیں۔ بعض صحابہ کا خلافت وامارت کے بارے میں اختلاف کرنا اس میں کوئی اشکال نہیں رہا۔ میں کہتا ہوں خلافت کے بارے میں اختلاف بھی دین کے فروعات میں اختلاف سے ہے جو ہر ایک کے اجتہاد سے پیدا ہوتا ہے یہ کسی دنیاوی غرض سے نہیں۔ جو نفسانی خواہشات سے پیدا ہوتا ہے، بادشاہوں کا لوہاروں سے قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (مرقات)

(11) قولہ: الا بعث. یعنی میرے صحابہ میں سے وہ انتقال کرنے والے ایک صحابی اس سرزمین کے لئے قیامت کے دن قائد رہیں گے اور نور یعنی ان کے لئے رہنما ہوں گے۔ (مرقات)

7/7468۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کی مثال میری امت میں کھانے میں نمک کی طرح ہے، کھانا نمک کے بغیر اچھا نہیں ہوتا(12)۔حضرت حسن نے فرمایا: ہمارا نمک تو چلے گیا پس ہم کیسے اچھے ہوں گے۔(بغوی شرح السنہ)

8/7469۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ایک جماعت(13) جہاد کرے گی تو کہا جائیگا کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی صحابی ہیں تو وہ کہیں گے ہاں ہیں تو ان کو کامیابی دی جائیگی پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائیگا کیا تم میں ایسے کوئی صاحب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہے ہوں تو وہ لوگ کہیں گے ہاں تو ان کو کامیابی دی جائیگی پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائیگا کیا تم میں کوئی ایسے صاحب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ رہے ہوں تو وہ لوگ کہیں گے ہاں تو ان کو کامیابی دی جائیگی۔(متفق علیہ)

---

(12) قولہ: **لا یصلح الطعام بالملح.** یہ نیا جملہ ہے اور وجہ شبہ کو ظاہر کر رہا ہے، کسی تشبیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تشبیہ تمام وجوہ سے پائی جائے اور یہ کہا جائے کہ نمک کی زیادتی کھانے کو خراب کردیتی ہے جیسے علم نحو کے بارے میں مثل ہے **النحو فی العلم کالملح فی الطعام.** بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کھانے کے مقصد کا کمال اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

وقولہ: **کیف نصلح.** یعنی ہم اپنے حال میں کیسے ٹھیک ہوں گے میں کہتا ہوں کہ ہم ٹھیک رہیں گے ان کے کلام سے ان کی روایات سے ان کے مقامات کی معرفت سے ان کے حالات سے اور ان کے اخلاق واوصاف کی اقتداء کرکے کیونکہ اصل اعتبار تو ان ہی امور کا ہے صورتوں اور شخصیتوں کا نہیں ہے۔(مرقات)

(13) قولہ: **فئام.** سے مراد جماعت اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور صحابہ تابعین وتبع تابعین کی فضیلت ہے۔(مرقات)

9/7470۔اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ان میں سے یک فوجی دستہ بھیجا جائیگا تو وہ کہیں گے دیکھو کیا تم اپنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو پائے ہو تو ایک صحابی پائے جائیں گے تو ان کو کامیابی دی جائیگی پھر ایک دوسرا جنگی دستہ روانہ کیا جائیگا تو وہ لوگ کہیں گے کیا تم میں کوئی ایسے صاحب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہو تو ان کو کامیابی دی جائیگی۔ پھر تیسرا دستہ بھیجا جائیگا تو کہا جائیگا کہ دیکھو کیا تم ان میں ایسے کسی صاحب کو دیکھتے ہو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے یعنی تابعین کو دیکھا ہے صحابہ کو دیکھنے والے کو دیکھا ہو پھر چوتھا دستہ ہوگا(14) تو کہا جائیگا دیکھو کیا تم ان میں کسی ایسے صاحب کو دیکھتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھنے والے کو دیکھا ہو تو وہ صاحب پائے جائیں گے تو ان کو فتح دی جائیگی۔(مسلم)

10/7471۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔(ترمذی)

11/7472۔حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں(15) پھر وہ لوگ جو

(14) **قولہ: ثم یکون بعث الرابع.** اس میں اضافت ہے اور یہاں بعث مصدر ہے، اور الرابع کا موصوف البعث محذوف ہے۔یعنی بعث البعث الرابع ہے، بعث سے مراد وہ فوج ہے جو بھیجی گئی ہے۔

وقولہ: ھل ترون فیھم احد رأی من رأی احدا رأی. یعنی اس ایک نے دیکھا ہو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں دو واسطے ہوں گے۔**فیوجدا الرجل فیفتح لہ.** یعنی اس شخص کی وجہ سے جو تابعین کو دیکھنے والوں کو دیکھا ہو۔اور چونکہ چوتھی صدی میں اہل خیر حضرات کم ہوں گے اس لئے اکثر روایات میں تین صدیوں پر ہی اقتصار ہے کیونکہ ان میں ایسے اصحاب کی کثرت ہے جو اہل علم اور اہل اصلح ہیں اور کم عقلی اور فساد سے دور ہیں۔(مرقات)

(15) **قولہ: قرنی.** یعنی وہ اصحاب جو مجھ کو پائے اور مجھ پر ایمان لائے اور یہ میرے صحابہ ہیں۔

ان سے متصل ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی وہ گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی گئی (16)۔ وہ خیانت کریں گے امانت داری نہیں کریں گے (17)،

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وقولہ: ثم الذین یلونھم. یہ حضرات تابعین ہیں۔ وقولہ: ثم الذین یلونھم. یہ حضرات تبع تابعین ہیں، مطلب یہ ہے حضرات صحابہ تابعین اور تبع تابعین ان تین قرون والوں کو ترتیب وار فضیلت ہے اور کتاب نہایہ میں ہے قرن سے مراد زمانہ کی ایسی مقدار جس میں لوگ عمر واحوال میں ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں، اور ایک قول میں قرن (40) ایک قول میں قرن چالیس سال 80 سال 100 سال بتلایا گیا ہے۔ لیکن راجح بات یہ ہے کہ اس کو ایک خاص مدت سے مختص نہیں کر سکتے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرن یہ صحابہ کا زمانہ ہے اور اس کی مدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے آخری صحابی وفات تک ہے اور یہ ایک سو بیس (120) سال ہے۔

اور تابعین کا زمانہ ایک سو سال سے شروع ہو کر ایک سو ستر (170) یعنی (70) ستر سال کا زمانہ ہے اور تابع تابعین کا زمانہ (170) ایک سو ستر سے (220) دو سو بیس تک ہے اور اس زمانہ میں بدعات کا خوب ظہور ہوا اور فرقہ معتزلہ کی زبان درازیاں ہونے لگیں اور فلاسفہ اپنا سر اٹھائے اور اہل علم کو خلق قرآن کہلوانے کے لئے امتحان میں ڈالا گیا اور حالات بہت بدل گئے اور اس وقت سے زمانہ آخر تک مسلسل تنزل کی طرف جاتا گیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ ثم ینشو الکذب پھر جھوٹ پھیل جائیگا ہوتا گیا۔ (ماخوذ از مرقات)

(16) قولہ: ولا یستشھدون. ان سے گواہی طلب نہیں کی گئی ہوگی) صیغہ مجہول ہے یعنی حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی گئی ہوگی۔ اس میں مطالبہ سے پہلے گواہی کی مذمت ہے۔ اور علامہ نووی نے فرمایا یہ حدیث شریف بظاہر دوسری حدیث شریف کے مخالف ہے جس میں یہ کہا گیا ہے بہترین گواہ وہ شخص ہے جو اس سے مطالبہ کیا جانے سے پہلے گواہی دے علماء نے فرمایا ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے مذمت اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے ایسے ساتھی کے بارے میں گواہی دینے میں پوچھنے سے پہلے جلدی کرتا ہے جس کو یہ معلوم ہے کہ اس کے پاس اس کی گواہی موجود ہے، یہ جمہور مسلک ہے۔ اور اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جس کے پاس حدود میں گواہی موجود ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے حقوق اللہ میں گواہی قابل تعریف ہے اور حقوق الناس میں قابل مذمت ہے۔ (مرقات)

(17) قولہ: ویخونون ولا یوتمنون. یہاں دونوں کو جمع کرنا تاکید کے لئے ہے یا معنی یہ ہیں کہ لوگ جب ان کے پاس امانت رکھیں گے تو وہ خیانت کریں گے اور ان میں خیانت ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ امین نہیں بنائے جائیں گے۔ امام نووی نے فرمایا یخونون ولا یوتمنون دونوں کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھلے طور پر خیانت

اور وہ نذر مانیں گے نذر پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹا پن ظاہر ہوگا(18)۔

12/7473۔اور ایک روایت میں ہے وہ قسمیں کھائیں گے حالانکہ ان سے قسم نہیں لی گئی ہوگی۔(متفق علیہ)

13/7474۔اور مسلم کی ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی جو موٹا پن کو پسند کرے گی۔(مسلم)

14/7475۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے سب سے اچھے ہیں(19) پھر وہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کریں گے ان پر بھروسہ باقی نہیں رہے گا۔ برخلاف اس شخص کے جو کسی معمولی حقیر چیز میں اایک آدھ مرتبہ خیانت کرے تو وہ بعض مقامات میں امانت دار ہونے سے خارج نہیں ہوگا۔(امام نووی)

(18) **قولہ: ویظھر فیھم السمن.** اس میں سین کو کسرہ اور میم کو فتحہ ہے اور یہ باب سمع اور کرم کا مصدر ہے۔صاحب نہایہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا آخری زمانہ میں ایسی قوم نکلے گی جو ایسے چیزوں پر اظہار بڑائی کرے گی جو ان میں نہیں پائی جاتی۔اور جو شرافت ان کو حاصل نہیں ہے اس کا وہ دعوی کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے وہ مال ودولت کو(عیش کی زندگی کے لئے)جمع کریں گے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اچھے کھانوں اور اچھے مشروبات میں کشادگی کو پسند کرتے رہیں گے جو ان کے موٹاپا کا سبب ہوں گے۔علامہ تورپشتی نے فرمایا اس میں کنایہ ہے کہ دین سے غفلت ہوگی اور دینی کام کا اہتمام کم ہوگا۔کیونکہ موٹاپا والوں پر غالب یہ رہتا ہے کہ وہ نفس کی ریاضت نہیں کرتے بلکہ ان کا بڑا مقصد ہے نفس کی لذتیں اور راحت کی زندگی کی فراغت ہے اور ان پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور شرح مسلم میں ہے علماء نے فرمایا ہے مذموم موٹاپا وہ جو اختیار کردہ ہے اور جو موٹاپا پیدائشی ہے وہ اس میں داخل نہیں ہے اور اسی اس حدیث شریف کا مطلب بھی معلوم ہوتا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند کرتا ہے۔(مرقات)

صاحب لمعات نے کہا یہ بھی کہا گیا کہ جسموں کے موٹاپن سے احوال کے موٹاپن کو بطور استعارہ کے بتایا گیا ہے مراد ہوگا ایسی چیزوں پر اظہار بڑائی کرینگے جو ان میں نہیں اور جو شرف وکمال ان میں نہیں اس کا دعوی کرینگے۔

(19) **قولہ: خیارکم.** یہ خطاب امت سے ہے۔وقولہ:الا یہ حرف تنبیہ ہے من سرہ جو پسند کرے۔بحبوحۃ الجنۃ دونوں با کو پیش ہے اس کے معنی ہیں جنت کا درمیانی اور بہترین حصہ۔**فلیلزم الجماعۃ** یعنی بڑی جماعت اور وہ جس پر

حضرات ہیں جو ان سے متصل ہیں پھر وہ حضرات ہیں جو ان سے متصل ہیں۔ پھر جھوٹ غالب ہوجائیگی یہاں تک کہ آدمی قسم کھائیگا حالانکہ اس سے قسم نہیں کھلائی گئی تھی اور وہ گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی گئی تھی سنو جس کو جنت کا وسط پسند ہے تو وہ جماعت کو لازم کرلے کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو سے دور رہتا ہے اور کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے کیونکہ شیطان ان میں تیسرا ہوتا ہے اور جس شخص کو اس کی نیکی خوش کرے اور اس کی برائی اس کو غمگین کرے تو وہ مومن ہے۔ (نسائی) اور اس کی سند صحیح ہے۔

الحمدللہ باب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مناقب ختم ہوا۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اکثر صحابہ تابعین اور نیک بزرگ حضرات اس میں سب سے پہلے ان سے محبت کرنا اور ان کا اکرام کرنا ہے۔ فان الشیطان مع الفذ فا کو زبر اور ذال کو تشدید یعنی جو جماعت کی رائے سے اپنی رائے (عقیدہ و عمل میں) الگ رکھتا ہے۔ وقولہ: من سرته حسنة یعنی جب اس سے نیکی واقع ہوتی ہے تو خوشی ہوتی ہے۔ وساء ته سیئة اور جب برائی سرزد ہوتی ہے تو اس کو غمگین کر دیتی ہے۔ فھو مومن کامل یعنی وہ مومن کامل ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(29/262) بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان

1/7476۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: لوگوں (1) میں اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے ابوبکر ہیں (2)۔

2/7477۔اور امام بخاری کی روایت میں اَبَا بَکْرٍ (حالت نصبی) ہے۔اور اگر میں کسی کو خلیل

---

(1) ان امن الناس. امن میں ہمزہ کو زبر فتحہ (زبر) میم کو فتحہ (زبر) اور نون کو تشدید۔علامہ تورپشتی نے کہا اس سے آپ کی مراد سب سے زیادہ خرچ کرنے اور سخاوت کرنے والے ہے۔یہ من علیه منا سے ہے من علیه منة سے نہیں ہے، یعنی اس کا مصدر منا ہے منة نہیں ہے کیونکہ کسی شخص کے لئے بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتائے اس کے علاوہ یہ کہ آپ کا یہ ارشاد تعریف کے موقع پر وارد ہوا ہے اور اگر اس کو احسان جتانے کے معنی میں لیں تو یہ قابل ملامت ہوجائیگا کیونکہ احسان جتانا احسان کو ختم کردیتا ہے۔وقولہ: فی صحبته. سے مراد ان کا اپنی جان کو قربان کرکے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا ہے وماله سے مراد مال کا خرچ کرنا انہوں نے اپنا سارا مال میری راہ میں خرچ کردیا۔(مرقات)

(2) قوله: ابوبکر. مسلم شریف میں اسی طرح ہے اور امام بخاری کے پاس ابابکر حالت نصبی میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کیونکہ یہ ان حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہے اور پیش کے ساتھ حالت رفعی میں پڑھنا مشکل ہے۔امام طیبی نے اس کا ذکر کیا ہے اور امام مظہر نے فرمایا اس میں بہت صورتیں ہیں پہلی صورت (1) اخفش کے مذہب کے مطابق من زائدہ ہو۔ یہاں لفظ اِنَّ نعم کے معنی میں ہو جیسا کہ لعن اللہ ناقة حملتنی الیک کے جواب میں ان وصاحبها..... اس میں ان نعم کے معنی میں ہے۔ابوبکر مبتداء اور امن الناس اس کی خبر۔(مرقات) اور صاحب لمعات نے فرمایا بہتر توجیہ وہ ہے جس کو بعض حضرات نے بیان کیا ہے یعنی اس کو جیسا تھا ویسا ہی بیان کردیا گیا ہے امیر المومنین سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے قول سے ثابت ہے۔

بنانا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا(3)، لیکن اسلام کی بھائی چارگی اور اس کی دوستی ہے(4)۔ مسجد میں ابوبکر کی کھڑکی کے سوا کوئی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے اور ایک روایت میں ہے اگر میں میرے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔(متفق علیہ)

اور آپ کے ارشاد لاتبقین(5) الخ

(3) قولہ: لو كنت متخذا خليلا الخ. یہ لفظ خُلۃ سے بنا ہے خلۃ خا کو پیش ہے ایسی دوستی اور محبت کے معنی میں ہے جو محبّ کے دل کی گہرائی میں اتر جائے اور جو محبوبہ کے راز پر مطلع ہونے کا داعی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میرے لئے مخلوق میں سے کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا جس کی محبت دل کی گہرائی میں اتر جائے تو میں ابوبکر کو خلیل بنالیتا لیکن میرا ایسا محبوب اللہ کے سوا کوئی نہیں۔(لمعات)

اور صاحب مرقات نے علامہ قاضی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ خلیل محبت کرنے والا وہ دوست ہے جو حاجت روائی میں اس کی ضرورت ہو اور اس پر بھروسہ کیا جاسکے۔ کیونکہ خلۃ خاء کو زبر کے ساتھ اس کے معنی حاجت وضرورت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر میں مخلوق میں سے کسی کو خلیل بناتا یعنی ضرورتوں میں جس کی طرف رجوع کرتا اور ان پر بھروسہ اور اعتماد کرتا خلیل کے یہی معنی مراد ہیں۔

(4) قولہ: لكن اخوة الاسلام و مودته. یہ سابق جملہ شرطیہ کے مضمون کی تلافی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ افضل ہے کیونکہ آپ کا خلیل بنانا یہ آپ کے فعل سے ہے اور اسلام کی بھائی چارگی یہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو چیز اختیار فرمایا وہ اس چیز سے جو آپ نے اپنی ذات کے لئے اختیار فرمایا ہے افضل ہوگی۔(ماخوذ از مرقات)

(5) قولہ لا تبقين في المسجد خوخة الاخوخة ابی بكر. علامہ تورپشتی نے فرمایا آپ نے اپنا یہ فرمان مرض الموت سے پہلے جو آخری خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا تھا اور اس میں کوئی خفاء اور پوشیدگی نہیں اس میں اس بات کا کنایہ ہے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ اور اگر اس کے حقیقی معنی مراد ہیں تو وہ اس لئے کہ مسجد سے متصل گھر والوں نے ایک راستہ بنایا تھا جس سے وہ مسجد کی طرف گزرتے تھے یا ایک کھڑکی بنائی تھی جس میں سے وہ آپ کو دیکھتے تھے آپ نے ان سب کو بند کردینے کا حکم فرمایا سوائے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سے آپ کی تکریم مراد تھی پھر اس کے ضمن میں لوگوں کو امر خلافت کے بارے میں متنبہ کرنا بھی تھا کہ آپ ہی اس کے مستحق ہیں دوسرے کوئی نہیں اور اگر اس کے مجازی معنی مراد ہیں تو اس میں امر خلافت سے کنایہ ہے اور اس باب

ابوبکر کی کھڑکی (6) کے سوا کوئی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے۔ اس میں خلافت کے لئے حضرت ابوبکر کے سوا تمام انسانوں کی امیدوں کو ختم کردینے کی دلیل ہے (7)۔

3/7478۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر کسی کا بھی احسان نہیں ہے (8) مگر ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) میں کسی بھی قسم کی گفتگو کے دروازوں کو بند کردینا مراد ہے اور اس میں کسی کو جھانکنے اور دراندازی کرنے سے روک دیتا ہے۔ اور میں اس میں مجازی معنی کو ہی قوی سمجھتا ہوں کیونکہ ہمارے پاس ابوبکر کا مسجد کے بازو میں کوئی مکان نہیں تھا۔ بلکہ آپ کا مکان سنح مقام میں تھا جو مدینہ منورہ کے عوالی میں ہے اور آپ نے اس معنی کی تمہید میں اور اس کی تقریر میں فرمایا: **ولو کنت متخذا خليلا لاتخذت ابابكر خليلا** تاکہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ سارے لوگوں میں آپ ہی نیابت کے حقدار ہیں۔ اور ہمارے لئے اس مفہوم کی تائید کے لئے کافی دلیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو نماز کی امامت کے لئے آگے بڑھانا اور کسی بھی دوسرے کے لئے سختی سے انکار کردینا۔ (مرقات) اور کتاب شرح عقائد نسفیہ میں ہے کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور آپس بحث و مشورہ کے بعد ان کی رائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر قائم ہوگئی اور اس پر انہوں نے اتفاق کرلیا اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے مجمع کے سامنے آپ کی بیعت کی تھوڑے سے توقف کے بعد اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ضرور مخالفت کرتے جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخالفت فرمایا تھا۔ اور اگر ان کے حق میں کوئی نص ہوتی جیسا کہ شیعہ نے کہا ہے اس سے ضرور استدلال کرتے اور اس وقت صحابہ سے کیسے یہ تصور ہوسکتا ہے کہ وہ باطل پر اتفاق کرلیں۔ اور اس بارے میں آئی ہوئی نص پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔

(6) **قولہ: خوخة.** دونوں خاء کو فتحہ (زبر) ہے واو کو جزم ہے اس سوراخ کو کہتے ہیں جس سے گھر کے اندر روشنی آتی ہے یا اس چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں جو دو کمروں یا دو گھروں کے درمیان، ایک سے دوسرے میں داخل ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ (مرقات)

(7) **قولہ: دليل.** اس کو میں نے مرقات سے لیا ہے۔ (مرقات)

(8) **قولہ: يد.** اس سے مراد عطاء و احسان ہے۔ **وقولہ: كا فيناه** اکثر نسخوں میں اسی طرح یا سے ہے اور یہ کفایت سے ہے اور بعض نسخوں میں **كافأناه فاء** کے بعد ہمزہ ساکنہ ہے جازیناہ کے معنی میں ہم نے اس کو احسان کا بدلہ دے دیا اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ یہاں دونوں معانی میں سے دوسرے معنی ہی مناسب ہیں اور معنی اول کے لئے

ابوبکر کے کیونکہ ہم پران کا ایسا احسان ہے اس کا بدلہ ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔ اور کسی کا بھی مال مجھے اسقدر فائدہ نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکر کا مال مجھے فائدہ پہنچایا اور اگر میں خلیل بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ سنو! تمہارے صاحب اللہ کے خلیل ہیں۔ (ترمذی)

4/7479۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اگر میں خلیل بناتا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنالیا ہے۔ (مسلم)

حضرت ملاعلی قاری نے فرمایا اس حدیث شریف میں واضح دلیل ہے۔ اس بات کی کہ ابوبکر تمام صحابہ میں افضل ہیں۔

5/7480۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات سلاسل کے لشکر (9) پر امیر بنا کر بھیجا انہوں نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے (10)؟ تو آپ نے فرمایا

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے۔ (مرقات)

اور حضرت شیخ نے لمعات میں فرمایا معنی اول کا مطلب بھی معنی ثانی کی طرح ہے۔ یکافیہ کا مطلب بھی اسی طرح ہے۔

(9) **قولہ: جیش ذات السلاسل.** اس میں جیش کی اضافت ذات سلاسل کی طرف ہے قاضی نے کہا سلاسل ریت کا وہ حصہ جو ایک دوسرے سے ملا ہوتا اور جیش کو جیش بولا گیا کیونکہ وہ ایسی جگہ بھیجے گئے جہاں ریت تھی۔ (مرقات)

(10) **قولہ: ای الناس احب الیک.** میں الناس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تمام لوگ ہیں۔ یا اس فوج میں شریک تمام لوگ ہیں اور اس سوال کا سبب یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس فوج کا امیر بنایا تھا جس میں کسی مصلحت کی بناء پر حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے تو ان کو یہ خیال ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرتبہ میں ان دونوں حضرات سے مقدم ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

الناس سے پہلی صورت یعنی آپ کے زمانہ کے تمام لوگ مراد لینا بہتر ہے کیونکہ اس میں عمومیت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب میں عائشہ فرمانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ (مرقات)

عائشہ میں عرض کیا مرد حضرات میں کون ہیں تو آپ نے فرمایا ان کے والد، پھر میں عرض کیا پھر کون ہیں تو آپ نے فرمایا عمر پھر چند اور حضرات کا شمار فرمایا تو میں خاموش ہوگیا اس خوف سے مجھے ان کے آخر میں کردیں گے۔(متفق علیہ)

6/7481۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی قوم کے لئے جس میں ابوبکر ہوں سزاوار نہیں کہ ان کی امامت آپ کے سوا کوئی دوسرے کریں(11)۔(ترمذی)

شیخ نے لمعات میں فرمایا: یہ حدیث شریف دین میں تمام صحابہ پر آپ کی فضیلت کی دلیل ہے اور خلافت میں بھی آپ کی تقدیم اولیٰ وافضل ہے اسی لئے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہارے دین کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا کون ہے وہ جو آپ کو ہمارے دنیا کے معاملہ میں مؤخر کرے۔

7/7482۔اور ان ہی سے روایت ہے وہ فرمائیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے زمانہ میں ارشاد فرمایا تم اپنے والد ابوبکر(12) اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک فرمان

(11) قولہ: ان یؤمھم غیرہ. اس میں دلیل ہے کہ آپ تمام صحابہ میں افضل ہیں اور جب یہ بات ثابت ہے تو استحقاق خلافت بھی آپ کے لئے ثابت ہے کیونکہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو خلیفہ نہیں بنانا چاہئے۔(مرقات)

(12) قولہ: اباک بدل واخاک عطف. لفظ ترکیب میں بدل ہے، اور اخاک کا ابابکر پر عطف ہے اخاک سے مراد عبدالرحمٰن ہیں اور شرح مسلم میں ہے ان کے بھائی کو طلب کرنا یہ فرمان لکھنے کے لئے تھا۔ فقولہ: حتی اکتب کتابا یعنی فرمان کو لکھنے کا حکم دوں۔فانا اخاف ان یتمنی متمن مطلب یہ ہے کہ نہ لکھنے کی صورت میں کوئی خلافت کی تمنا کر بیٹھے۔ویقول قائل یعنی اندیشہ ہے کہ اقتدار کی تمنا کرنے والا کہنے لگے۔انا و لا مطلب یہ ہے کہ وہ کہنے لگے میں اس کا مستحق ہوں حالانکہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے وہ اس کا مستحق نہیں ہے۔قولہ: ویأبی اللہ والمومنون. امر خلافت کے بارے میں برخلاف منافقین اور رافضہ کے الا ابابکر. شارحین نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان سوائے ابوبکر کی خلافت کے دوسرے کسی بھی شخص کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔یابی اللہ والمومنون کے معنی یہ نہ اللہ کا فیصلہ ہے نہ اس پر اللہ راضی ہے۔(مرقات)

لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا کہے کہ میں حالانکہ وہ لائق نہیں ہے۔ اللہ اور مسلمان منع کردیں گے کسی کو بھی سوائے ابوبکر کے (13)۔ (مسلم)

اور حمیدی کی کتاب میں انا و لا کے بجائے انا اولیٰ ہے۔

8/7483۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاتون آئی اور کسی چیز کے بارے میں آپ سے گفتگو کی تو آپ نے اس کو دوبارہ آنے کا حکم دیا تو وہ عرض کی یارسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں گویا اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اگر آپ کی وفات ہوجائے تو آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آجانا (14)۔ (متفق علیہ)

9/7484۔ حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ

---

(13) قولہ: یابی اللّٰہ والمومنون الا ابابکر. علامہ نووی نے فرمایا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اہل سنت وجماعت کی دلیل ہے۔ اس باب میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص صریح نہیں ہے بلکہ صحابہ نے آپ کی خلافت پر اور فضیلت میں آپ کے تقدم پر اجماع کیا ہے اور اگر اس باب میں آپ کے بارے میں یا کسی کے بارے میں بھی کوئی نص ہوتی تو شروع میں انصار کے اور دوسروں کے درمیان کوئی نزاع رونما نہیں ہوتا تھا۔ اور اگر کسی کے پاس نص ہوتی تو وہ اس کا ضرور ذکر کرتے اور سب اس کی طرف رجوع کرلیتے اور اس پر اتفاق کرلیتے۔ اب رہا شیعہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر نص کا جو دعویٰ کرتے ہیں وہ باطل ہے مسلمانوں کا اتفاق ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور ان کی سب سے پہلے تکذیب کرنے والے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جس وقت آپ سے پوچھا گیا تھا کیا آپ کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو قرآن میں نہیں ہے تو آپ نے فرمایا میرے پاس اس صحیفہ میں جو کچھ ہے اس کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔ (الحدیث) اور اگر آپ کے پاس کوئی نص ہوتی تو اس کا ضرور ذکر کرتے تھے۔ (مرقات)

(14) قولہ: فأتي ابابکر. یعنی تو ابوبکر کے پاس آجانا۔ کیونکہ وہ مطلقا میرے خلیفہ ہیں یا اس معاملہ میں میرے وصی ہیں مگر پہلے معنی بالکل واضح ہیں اسی لئے امام نووی نے فرمایا آپ کی خلافت کے باب میں کوئی نص نہیں ہے بلکہ یہ خبر غیبی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے۔ (مرقات)

لوگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہیں(15) تو آپ نے فرمایا ابوکر ہیں تو میں نے کہا پھر کون ہیں تو آپ نے فرمایا عمر ہیں اور مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ عثمان فرمائیں گے(16) تو میں نے کہا پھر آپ ہیں تو آپ نے فرمایا میں نہیں ہوں مگر مسلمانوں میں سے ایک شخص۔(بخاری)

10/7485۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم میں سے زیادہ محبوب ہیں۔(ترمذی)

11/7486۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر عمر کو پھر عثمان کو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ان کی آپس میں فضیلت بیان نہیں کرتے تھے(17)۔(بخاری)

---

(15) قوله: اي الناس خير بعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال ابوبکر اسی لئے صاحب شرح عقائد نسفیہ نے فرمایا **وافضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه** لیکن **بعد الانبیاء** کہنا بہتر ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔علامہ عصام نے فرمایا: یہ قول حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی احد افضل من ابی بکر.** یعنی انبیاء اور مرسلین کے بعد سورج نہ کسی ایسے شخص پر طلوع ہوا نہ غروب ہوا جو ابوبکر سے افضل ہوں۔

(16) قوله: **وخشیت ان یقول عثمان.** پھر میں پوچھتا ہوں کہ بعد کون ہیں تو مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ عثمان فرمائیں گے اس لئے میں سوال کا انداز بدل دیا اور اس وقت میں نے کہا پھر آپ ہیں تو آپ نے فرمایا میں مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں آپ کا یہ فرمانا بطور تواضع کے ہے ورنہ اس سوال کے وقت بلا کسی اختلاف آپ ہی خیر الناس تھے کیونکہ یہ سوال سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کے بعد کیا گیا تھا۔(مرقات)

(17) قوله: **لا تفاضل بینهم.** اس سے ان کے جیسی فضیلت مراد ہے ورنہ اس کے بعد اہل بدر واحد اور اہل بیعت رضوان اور ماںقی علماء صحابہ افضل ہیں اور ان کے آپس میں یہ فضیلت صحابہ کے درمیان تھی اب رہا اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ ان سے الگ ہیں اور ان کا حکم ان سے جدا ہے پس سیدنا علی مرتضیٰ، امامین حسنین اور عمین محترمین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر نہ کرنے کا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔علامہ مظہر نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

12/7487۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم فرمایا اوران دنوں میرے پاس مال زیادہ تھا۔ تو میں کہا تھا کہ اگر میں کسی دن ابوبکر پر سبقت لے جاسکتا ہوں تو آج لے جاؤں گا۔ انہوں نے کہا: میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھر والوں کے لئے کیا رکھ کر آئے ہو تو میں نے عرض کیا اسی کے مثل۔ اور ابوبکر نے جو کچھ بھی ان کے پاس تھا وہ سب لے کر آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تم اپنے بال بچوں کے لئے کیا رکھ کر آئے ہو تو آپ نے فرمایا: ان کے لئے میں نے اللہ اور اس کے رسول کو رکھ کر آیا ہوں(18)۔ تو میں نے کہا کہ میں کسی چیز میں بھی ان پر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ (ترمذی، ابوداود) امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن وصحیح ہے۔

13/7488۔ ان ہی سے روایت ہے کہ ان کے پاس ابوبکر کا ذکر ہوا آپ روئے اور فرمائے میری یہ خواہش ہے کہ میرے سارے اعمال ان کے ایک دن اور ایک رات کے عمل کے جیسے ہوجائے۔ اب رات تو وہ رات جس میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف چلے تھے اور جب وہ دونوں حضرات اس تک پہنچے تو آپ نے کہا تھا خدا کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل مت ہونا یہاں تک کہ آپ سے پہلے میں داخل ہوجاؤں اگر اس میں کوئی چیز ہوگی تو اس کی تکلیف مجھے پہنچے۔ پس آپ داخل ہوئے اور اس کو صاف کیا اور اس کے ایک جانب ایک سوراخ پایا

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) مقصود ہم عمران بزرگ لوگوں کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سیدنا علی رضی اللہ کم عمر تھے ان کی فضیلت کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اور دوسرے کسی بھی صحابی کو انکار نہیں تھا۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا یہ بات معروف ہے کہ اہل بدر اور اہل بیعت رضوان اور اصحاب بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح صحابہ میں سے جو علماء اور اہل فہم ہیں اور جو دنیا سے الگ تھلگ ہیں وہ بھی اصحاب فضیلت ہیں۔ (مرقات)

(18) قولہ: ابقیت لھم اللہ ورسولہ. یعنی اللہ ورسول کی خوشنودی رکھ کر آیا ہوں۔ روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا تم دونوں کے کلمات میں فرق ہے۔ (مرقات)

تو آپ نے اپنے تہبند کو پھاڑا اور اس سے اس کو بند کیا اور ایک میں سے دوسوراخ باقی رہے اس میں اپنے دونوں پاؤں لگادیئے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ اندر تشریف لائیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور اپنا سر مبارک آپ کی گود میں رکھا اور آرام فرمائے پس ابوبکر کے پاؤں میں سوراخ میں سے ڈس لیا گیا اور آپ نے کوئی حرکت تک نہیں کیا اندیشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوجائیں گے۔ تو آپ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ٹپکے تو آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر یہ کیا ہوا تو عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے ڈس لیا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو جو تکلیف وہ پا رہے تھے وہ تکلیف جاتی رہی۔ پھر وہ آپ پر لوٹ کر آیا(19) اور آپ کی وفات کا سبب بن گیا اب رہا آپ کا دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا عرب مرتد ہوگئے اور بولے ہم زکوۃ نہیں دیں گے (20) تو آپ نے فرمایا اگر وہ مجھ سے ایک رسی بھی روکیں گے (21) تو اس پر میں ان سے جہاد کروں گا تو میں نے کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے موافقت کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی

---

(19) قولہ: ثم انتقض. میں قاف اور ضاد ہے۔ انتقضت الجراحة کے معنی زخم مندمل ہونے کے بعد پلٹ کر آ گیا صاحب لمعات نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ آپ پر زہر کا اثر لوٹ کر آ گیا۔ علامہ طیبی نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ آپ پر زہر کا اثر لوٹ کر آ گیا۔ علامہ طیبی نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب لگانے سے زخم مندمل ہونے کے بعد زہر کا اثر لوٹ کر آیا۔ اور صاحب مرقات نے فرمایا اور زہر کا اثر لوٹ کر آنا آپ کی وفات کا سبب بن گیا اور آپ کو اللہ کے راستہ میں شہادت حاصل ہوگئی آپ کی وفات کا سبب بنا جب کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں رفیق تھے۔

(20) قولہ: لانؤدی زکوۃ. ہوسکتا ہے یہ عطف تفسیری ہو کیونکہ بعض علماء نے فرمایا ہے جس شخص سے یہ کہا جائے کہ تم زکوۃ ادا کرو اور وہ یہ کہے کہ میں نہیں ادا کروں گا تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔(مرقات)

(21) قولہ: لومنعونی عقالا. ع کسرہ (زیر) ہے نہایہ میں ہے عقال سے آپ کی مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے جو زکوۃ میں لئے جاتے تھے علامہ خطابی نے فرمایا یہ ضرب المثال ہے اس کو کسی کم از کم چیز کے لئے قطمیر اور نقیر کی طرح بطور مبالغہ بولا جاتا ہے۔(ماخوذ از مرقات)

کا معاملے کیجئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم جاہلیت میں تو سخت اور اسلام میں نرم ہو گئے (22) بے شک وحی کی آمد ختم ہو چکی دین مکمل ہو گیا۔ کیا دین میں کمی کی جائیگی حالانکہ میں زندہ ہوں۔ (رزین)

14/7489۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا تم غار میں میرے ساتھی ہیں (23) اور حوض پر بھی میرے ساتھی ہیں۔ (ترمذی)

15/7490۔ اور ان ہی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلا شخص ہوں جس پر سے زمین کھولی جائیگی پھر ابوبکر پھر عمر پھر اہل بقیع کے پاس آ ؤں گا وہ سب میرے ساتھ جمع کئے جائیں گے، پھر اہل مکہ کا انتظار کروں گا (24) یہاں تک کہ حرمین کے درمیان میرے ساتھ جمع کیا جائیگا۔ (ترمذی)

16/7491۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی

---

(22) **قولہ: خوار فی الاسلام.** یعنی اسلام کے احکام کے نفاذ میں نرم ہو گئے، باوجود اس کے کہ قبائل عرب میں جاہلیت میں جو اچھے تھے اسلام میں بھی ان میں وہ اچھے ہیں جبکہ وہ علم و سمجھ حاصل کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل طبیعتیں اسی اولین احوال سے بدلی۔ (مرقات)

(23) **قولہ: انت صاحبی فی الغار.** یعنی کفار کے ملک سے ہجرت کے وقت مکہ کے غار ثور میں یعنی اللہ تعالیٰ کی گواہی سے ثابت ہے کہ آپ میرے ساتھی ہیں کیونکہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ قرآن کی آیت میں صاحب سے مراد ابوکر ہیں، اور علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کیا وہ کافر ہے، کیونکہ وہ نص جلی کا انکار ہے برخلاف سیدنا عمر وسیدنا عثمان وسیدنا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحابیت کے انکار اس میں نص جلی نہیں ہے۔ **قولہ: وصاحبی علی الحوض.** اس میں اشارہ ہے کہ آپ دونوں جہاں میں آپ کے ساتھ ہیں جیسا کہ اس وقت برزخ میں آپ کے ساتھ ہیں۔ (مرقات)

(24) **قولہ: ثم انتظر اهل مكة حتى احشر بين الحرمين.** صاحب مرقات نے کہا اس کلام سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں اہل مکہ کا انتظار فرمائیں گے یہاں تک کہ وہ سب جمع ہو جائیں گے اور سرزمین شام میں محشر کی طرف چلیں گے اور وہ سب تمام خلائق کے ساتھ جمع ہوں گے۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔ تو ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ میری آرزو یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں تاکہ میں اس کو دیکھ لوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! اے ابوبکر تم تو میری امت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہو (25)۔ (ابوداؤد)

حضرت ملا علی قاری نے فرمایا اس میں دلیل ہے کہ آپ امت میں سب سے افضل ہیں ورنہ آپ کو جنت میں سب سے اول داخل ہونے کی سبقت حاصل نہ ہوتی۔

17/7492۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی طرف سے دوزخ سے آزاد ہو پس اس دن آپ کا نام عتیق (26) رکھا گیا۔ (ترمذی)

---

(25) **قوله: انک یا ابابکر اول من یدخل الجنة من امتی.** یعنی آپ اس دروازے کو دیکھیں گے اور میرے امت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ علامہ طیبی نے فرمایا جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وددت سے اپنی تمنا ظاہر فرمایا اور تمنا ان امور میں ہوتی ہے جس کے حصول کے امکان کی درخواست نہیں کی جاتی تو آپ سے کہا گیا کہ دروازہ کو دیکھنے کا خیال چھوڑو کیونکہ آپ کے لئے اس سے بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہو۔ (مرقات)

(26) **قوله: سمی عتیقا.** یعنی اس دن سے آپ کا لقب عتیق ہوگیا علامہ ابن ظغربل نے **انباء نجباء الابناء** میں نقل فرمایاء ہے کہ علامہ قاضی ابوالحسن احمد بن محمد الزبیدی نے اپنی کتاب **معالی العرش الی عوالی الفرش** میں اپنی سند سے راویت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مہاجرین اور انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کی زندگی کی قسم میں کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا اور میں ایام جاہلیت میں اتنی عمر کا تھا اور میرے والد ابوقحافہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کمرہ میں لے گئے جسمیں میں بت تھے اور فرمایا یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں تم ان کو سجدہ کرو اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے تو میں بت کے قریب گیا اور اس سے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کھلا و تو وہ مجھے جواب نہیں دیا تو میں اس سے کہا کہ میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دے تو وہ مجھے جواب نہیں دیا تو میں ایک پتھر لیا اور اس سے کہا میں تجھ پر یہ پتھر ڈالتا ہوں اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچالے تو

الحمدللہ باب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان ختم ہوا۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں اس پر پتھر ڈال دیا تو وہ منھ کے بل گر پڑا اور میرے والد صاحب آئے اور کہا اے میرے بیٹے یہ کیا ہوا تو میں نے کہا وہی ہوا جو آپ دیکھ رہے ہیں تو انہوں نے مجھے میری والدہ کے پاس لے گئے اور ان کو یہ سب بتایا تو والدہ نے کہا ان کو چھوڑ دو یہ وہ ہیں جن کی اللہ نے مجھے بشارت دی سرگوشی کی تو میں نے کہا امی جان آپ سے کس چیز کی سرگوشی کی گئی تھی تو وہ فرمائیں جس رات مجھے دردزہ شروع ہوا میرے پاس کوئی شخص نہیں تھا۔ تو میں ایک غیبی آواز دینے والے کو کہتے ہوئے سنی اے اللہ کی بندی یقیناً تجھے خوشخبری ہے ایک لڑکے کی جو عتیق ہے آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رفیق اور صحابی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا جب حضرت ابوبکر کی گفتگو ختم ہوئی تھی کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمائے ابوبکر نے سچ کہا۔

صاحب مشکوۃ نے فرمایا آپ کی کنیت ابوقحافہ اور نام عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن غنم بن مرہ ہے۔ ابوقحافہ قاف کے پیش کے ساتھ ہے اور آپ کا نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتویں جد میں ملتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی دوزخ سے آزاد کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ابوبکر کو دیکھے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، نہ جاہلیت میں آپ کو چھوڑے اور نہ اسلام میں۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔

اور آپ دبلے تھے اور رنگ آپ کا روشن تھا دونوں رخسار ہلکے تھے، آپکا چہرہ خوشنما دونوں آنکھیں گہری تھیں پیشانی کشادہ تھی آپ کے والد والدہ اور آپ کے تمام اولاد اور اولاد کی اولاد سب صحابی ہیں اور صحابہ میں کسی کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے دو سال چند دن کم چار مہینے کے بعد ہوئی، اور مدینہ منورہ میں منگل کی رات ختم جمادی الاخری سے آٹھ دن پہلے 13ھ مغرب عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی۔ آپکی عمر ترسٹھ سال ہے آپ نے وصیت کی تھی کہ ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس آپ کو غسل دیں، چنانچہ وہ آپ کو غسل دیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھایا آپکی خلافت دو سال چار مہینے رہی صحابہ اور تابعین کی کثیر جماعت نے آپ سے روایت کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی مختصر حیات کی وجہ سے آپ سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں۔ (مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(30/263)بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان

1/7493۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم سے پہلے کی امتوں میں (1) صاحب الہام حضرات تھے(2) اور اگر میری امت میں کوئی ہوتے(3) تو وہ عمر ہوتے۔(بخاری)۔

(1) قولہ: من الامم. یہ ما کا بیان ہے، جو من کے معنی میں ہے یعنی ان لوگوں میں جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔(مرقات)

(2) قولہ: محدثون. دال کو فتحہ اور تشدید ہے ابن وہاب کی تفسیر کے مطابق جو الہام والے ہیں اور علامہ تو رپشتی نے فرمایا محدث وہ ہے جو نیک گمان والے ہیں اور یہ حقیقت میں وہ لوگ ہیں جن کے دل میں ملاء اعلیٰ سے کوئی چیز ڈالی گئی ہو تو وہ ایسے شخص کی طرح ہے جن سے کوئی بات کہی گئی ہو۔(مرقات)

(3) قولہ: فان یک فی امتی احد فانہ عمر. علامہ تو رپشتی نے فرمایا: یہ کلام بطور تردد نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت افضل الامم ہے اگر وہ محدث دوسری امتوں میں ہوتے ہیں تو اس امت میں ان سے زیادہ ہوں گے اور ان سے زیادہ بلند رتبہ ہوں گے۔ یہ اسلوب کلام بطور تاکید ہے کسی بھی سمجھدار آدمی پر یہ بات مخفی نہیں کہ یہ مقام مبالغہ اور تاکید کا ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کہتا ہے اگر میرا کوئی دوست ہے تو فلاں ہے اس سے مراد دوستوں کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ فلاں کمال درجہ کا دوست ہے۔

علامہ طیبی نے فرمایا یہ شرط مزدور کے اس قول کی طرح ہے اگر میں آپ کا کام کیا ہوں تو آپ مجھے میرا پورا حق دیجئے حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے لیکن اس کی گفتگو سے ایسا خیال ہوتا ہے کہ حق سے نکلنے میں تمہاری کوتاہی اس شخص کے عمل کی طرح ہے جس کے استحقاق میں باوجود اس کی وضاحت کے شک ہو یہ بھی کہا گیا یہ اپنے ظاہر پر ہے کیونکہ ان کے بنی اسرائیل میں ہونے میں یہ حکمت ہے کہ بنی اسرائیل اس طرف زیادہ ضرورت رکھتے تھے کیونکہ جب ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوتے اور ان کی کتابوں میں تبدیلی واقع ہوگئی تھی اس امت محمدیہ کو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کو قرآن جو تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے کافی ہے۔(مرقات)

2/7494۔اور امام مسلم نے بھی حضرت عائشہ سے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔

اور امام طیبی نے کہا: ’’محدَّث‘‘ سے مراد کثرت سے جن کو الہام کیا جاتا ہے جو الہام میں انبیاء کے درجہ کے قریب رہے تو ایسی صورت میں معنی ہونگے تم سے پہلے کی امت میں اصحاب الہام ہوا کرتے جن کو ملاء اعلیٰ کی طرف سے الہام ہوتا اگر اس شان کے میری امت میں کوئی ہوتے تو وہ عمر ہوتے اور یہ بڑی فضیلت ہے۔

3/7495۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔(ترمذی)

4/7496۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان و دل پر حق کو رکھ دیا ہے(4)۔(ترمذی)

5/7497۔اور ابوداؤد کی روایت میں ہے: ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق کو رکھ دیا ہے جس کو وہ بولتے ہیں۔(ابوداؤد)

6/7498۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: کہ (5) ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ سکینت عمر کی زبان پر بولتی ہے(6)۔(دلائل النبوۃ)

7/7499۔حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی

---

(4) قوله: جعل الحق علی لسان عمر. علامہ طیبی نے فرمایا لفظ جعل میں اجری کے معنی کی تضمین ہے اسی لئے اس کو علی سے متعدی بنایا گیا ہے۔

(5) قولہ: نبعد. باب افعال سے ہے اور استبعاد کے معنی میں ہے اور اسکا مطلب یہ کہا گیا ہے کہ ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے تھے۔(مرقات)

(6) قولہ: ان السکینۃ الخ. یعنی آپ کی زبان وہ بات بولتی ہے جس سے نفوس کو سکون ملتا ہے اور اس سے دل مطمئن ہوتے ہیں اور یہ امر غیبی ہے جو آپ کی زبان پر جاری کیا گیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ سکینت سے مراد وہ وہ فرشتہ ہے جو ان باتوں کا الہام کرتا ہے۔(لمعات)

اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں میرے رب سے تین چیزوں میں موافقت کیا(7)۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم مقام ابراہیم کونماز کی جگہ بنالیں(8) تو آیت نازل ہوئی وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (9) (2۔البقرۃ،آیت نمبر:125)(تم مقام ابراہیم کونماز کی جگہ بنالو)اور میں نے کہا یارسول اللہ آپ کی ازواج کے پاس نیک و بد آتے ہیں اگر آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم فرمائیں تو حجاب کی آیت نازل فرمائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج غیرت میں جمع ہوئیں(10) تو میں عرض کیا ہوسکتا ہے آپ کا رب اگر ان کو طلاق دلوادے تو آپ کوتم سے اچھی ازواج بدل کر دے تو اسی طرح کی آیت نازل ہوئی۔

8/7500۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے آپ نے کہا کہ عمر

---

(7) قولہ: وافقت ربی فی ثلاث. حافظ عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا تین کی تخصیص میں زیادہ کی نفی نہیں ہے کیونکہ آپ کو اور بھی اشیاء میں موافقت حاصل ہوئی ہے اس میں سے جنگ بدر کے قیدیوں کا قصہ اور منافقین پر نماز جنازہ کا قصہ مشہور ہے اور یہ دونوں واقعات صحیح بخاری میں موجود ہیں اکثر وہ جس سے تم تعین کے ساتھ واقف ہیں وہ پندرہ(15) ہیں۔ اور صاحب ریاض نے فرمایا: ان میں سے(9) نولفظیات اور(4) چار معنویات ہیں اور (2) دوتورات میں ہیں اگر تم اس کی تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔(مرقات)

(8) قولہ: لو اتخذنا من مقام ابراهيم مصلى. یعنی اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلی بنائیں تو بہتر ہے اور ہوسکتا ہے کلمہ لو تمنا کے لئے ہو تو مطلب یہ ہے اگر طواف کی نماز کے لئے اس کو مصلی بنالیا جائے یعنی اس کے اطراف کے حصہ تو افضل ہوگا۔ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس میں آپ کا نشان قدم ہے، وہ مقام جہاں آپ اس پتھر پر کھڑے ہوکر دعوت دئے تھے یا جس پتھر پر کھڑے ہوکر بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کئے تھے اور ان سب کو جمع کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔(مرقات)

(9) قولہ: فنزلت:"وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى"."وَ اتَّخِذُوْا" خا کو زیر کسرہ ہے یہ امر ہمارے پاس وجوب کے لئے ہے اس سے مراد طواف کے دورکعت ہیں اور ہر طواف کے بعد یہ دورکعت واجب ہیں۔ (مرقات،ہدایہ)

(10) قولہ: واجتمع نساء النبی صلی الله علیه وسلم فی الغیرۃ. اور یہ شہد نوش فرمانے کے قصہ میں ہے۔ (لمعات)

نے فرمایا میں میرے رب سے تین چیزوں میں موافقت کیا مقام ابراہیم کے بارے میں اور حجاب کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں ۔ (متفق علیہ)

9/7501۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت عمر بن خطاب کو چار باتوں سے تمام لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے (11) جنگ بدر کے دن قیدیوں کے بیان میں سے کہ آپ نے ان کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی 'لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ' (8۔الانفال، آیت نمبر:68) اگر اللہ کی کتاب پہلے سے نہ ہوتی تو (12) تم نے جو کچھ لیا ہے اس میں تم کو عذاب عظیم آ جاتا۔ اور آپ کا پردہ کا بیان کرنے کے سبب سے (13) آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو پردہ کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت

---

(11) قولہ: فضل الناس. فا کو ضمہ اور ضاد کو تشدید اور الناس مفعول دوم ہونے کی بناء پر زبر ہے اور نائب فاعل پر مقدم ہے اور نائب فاعل عمر بن خطاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فضیلت عطا کی ان کی چار خصوصیات کی بناء پر۔ وقولہ: بذکر الاساری یہ اصل میں بذکرہ ایاھم یا بذکرھم عندہ ہے یعنی آپ نے جو ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا وقولہ: امر بقتلھم یہ نیا جملہ ہے یا حال ہے۔ (مرقات)

(12) قولہ: ''لَوْ لَا كِتٰبٌ ''، یعنی پہلے سے اللہ کا حکم نہ ہوا ہوتا یعنی لوح محفوظ میں یا اللہ کے علم میں یہ ثبوت پایا نہ ہوتا کہ اجتہاد میں مخطی کو گرفت نہیں کیا جائیگا۔ یا یہ بات کہ اہل بدر کی مغفرت ہے یہ ثبوت پایا نہ ہوتا تو تم کو عذاب پہنچ جاتا ۔''فِيْمَآ اَخَذْتُمْ ''، یعنی دشمنوں سے فدیہ میں جو کچھ معاوضہ لیا۔ عذاب عظیم سے مراد آخرت سے پہلے دنیا میں عذاب آ جاتا۔ جنگ بدر میں کفار سے جو فدیہ لیا گیا یہ اجتہادی غلطی ہے کفار سے فدیہ لینا اس بنا پر ہوا کہ مسلمانوں کو اس سے قوت حاصل ہو اور ہوسکتا ہے وہ اس کے بعد مسلمان ہو جائیں۔ اس کا مشورہ دینے والے حضرت ابوبکر اور ان کے ہم رائے ارباب جمال تھے۔ اور اس کے برخلاف رائے یہ کہ وہ کفر کے سرغنے ہیں ان کو قتل کر دینا چاہئے یہ مشورہ دینے والے حضرت عمر اور جو ان سے اتفاق کرنے والے ارباب جلال تھے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمال کی وجہ مائل بہ جمال تھے تو حضرت صدیق کے قول کو پسند فرمایا۔ (مرقات)

(13) قولہ: بذکرہ الحجاب اس میں ضمیر کا مرجع حضرت عمر ہیں۔ وقولہ: وانک علینا یعنی آپ ہم پر حکم چلاتے ہیں اور ہم کو غیرت دلاتے ہیں۔ وقولہ: بدعوۃ النبی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے حق میں دعا کہ اللھم اید الاسلام بعمر اسلام کو قوت عطا فرمائے عمر سے وبرأیه فی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ

زینب نے فرمایا اے ابن خطاب تم ہم پر حکم چلاتے ہو حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی: "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ . (33۔الاحزاب، آیت نمبر:53)" اور جب تم ان سے سوال کرو تو پردہ کے پیچھے سے سوال کرو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے سبب سے کہ "اَللّٰهُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ" اے اللہ! عمر کے ذریعہ اسلام کو قوت دے۔ اور ابوبکر کے بارے میں آپ کی رائے ہے کہ آپ نے سب سے پہلے ان کے لئے بیعت کی۔ (احمد)

10/7502۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے پاس اجازت طلب کی اور آپ کے پاس قریش کی چند عورتیں تھیں (14) جو آپ سے گفتگو کر رہی تھیں اور آپ سے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی تھیں ان کی آوازیں بلند تھیں (15) اور جب عمر اجازت طلب کئے تو وہ اٹھ گئیں اور جلدی سے پردہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) **عنہ** اور قوت عطا فرمائے ابوبکر کی خلافت معاملہ میں ان کی اجتہاد سے۔ **کان اول الناس بایعه.** یعنی سب سے پہلے ابوبکر کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی پھر دوسروں نے کی۔ (مرقات)

(14) **قولہ: نسوۃ من قریش.** علامہ عسقلانی نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں سے چند عورتیں۔ **وقولہ: یستکثرنه** علامہ نووی نے فرمایا: وہ ازواج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ **وقولہ: عالیة. عالیة** کو نصب ہے اور یہ حال ہے۔ (مرقات)

(15) **قولہ: اصواتھن.** فاعل ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہے۔ علامہ قاضی عیاض نے فرمایا ہوسکتا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازیں بلند کرنے کی ممانعت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس میں کہ ان کی آوازوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہونے کے سبب؟ لہذا اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" (49۔الحجرات، آیت نمبر:2) سے اشکال وارد نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں اس وقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی عادت کے مطابق آواز کو پست رکھ کر گفتگو کرتے ہوئے آپ کے حسن اخلاق پر اعتماد کرتے ہوئے عادت کے برخلاف آواز بلند کیں تھیں۔ (مرقات)

میں چلی گئیں اور حضرت عمر داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے عمر نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اللہ آپ کے دانتوں کو ہنستا رکھے۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تعجب ہوا ان عورتوں پر جو میرے پاس تھیں وہ جب تمہاری آواز سنیں جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔اور حضرت عمر نے فرمایا: اے اپنے جانوں کے دشمن کیا تم مجھ سے ہیبت کھاتی ہو(16) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیبت نہیں کھاتیں تو عورتوں نے کہا ہاں آپ سخت مزاج اور سخت گیر ہیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب ان کو چھوڑ دو(17) قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم سے کبھی بھی شیطان کسی کشادہ راستہ میں چلتے ہوئے نہیں ملتا(18) مگر وہ تمہارے راستہ کے سوا دوسرے راستہ پر چلتا ہے۔(متفق علیہ)

حمیدی نے کہا: علامہ برقانی نے یارسول اللہ کے بعد **ما اضحک** کا اضافہ کیا ہے۔

علامہ تورپشتی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد **ما لقیک الشیطان سالکا** میں آپ کی دین میں مضبوطی اور ہمیشہ خالص حق پر فائز رہنے کی اطلاع ہے، اور اس میں آپ کی عظیم فضیلت ہے۔

11/7503۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ میں تشریف لے گئے اور جب واپس ہوئے تو ایک کالے رنگ کی باندی آئی

---

(16) **قولہ: اتھبنني ولا تھبن رسول الله صلى الله عليه وسلم.** ہا کو فتحہ (زبر) ہے، مثلاً **هبت الرجل** ھا کو کسرہ (زیر) کے ساتھ اس کے معنی ہے میں نے آدمی کی تعظیم و توقیر کی اور یہ لفظ **هيبة** سے ہے یعنی تم میری تعظیم کرتی ہو اور **لاتھبن** کے معنی **لا تعظن** کے ہیں، تم تعظیم نہیں کرتیں۔(مرقات)

(17) **قولہ: ایہ .** ہمزہ کو زیر اور ہا کو تنوین ہے اور کبھی تنوین کو ترک کردیا جاتا ہے یعنی کوئی دوسری بات بولوان کے جواب کی طرف توجہ مت دو۔(مرقات)

(18) **قولہ: مالقیک الشیطان سالکا الخ.** علامہ نووی نے فرمایا یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے جب شیطان آپ کو کسی راستہ پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ حضرت عمر کی ہیبت کے مارے بھاگ جاتا ہے اور شدت خوف سے اس راستہ کو چھوڑ دیتا ہے۔(مرقات)

اورعرض کی یا رسول اللہ میں نذر مانی ہوں اگر اللہ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لائیگا تو آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اگر تو نذر مانی ہے تو بجالے ورنہ نہیں۔ پس وہ بجانے لگی اور ابوبکر آئے وہ بجاتی رہی پھر علی داخل ہوئے وہ بجاتی رہی پھر عثمان داخل ہوئے وہ بجاتی رہی پھر عمر داخل ہوئے تو وہ اپنے سرین کے نیچے دف ڈال دی پھر اس پر بیٹھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر یقیناً تم سے (19) شیطان ڈرتا ہے میں بیٹھا رہا وہ بجاتی رہی اور ابوبکر داخل ہوئے وہ بجاتی رہی پھر علی داخل ہوئے وہ بجاتی رہی پھر عثمان داخل ہوئے وہ بجاتی رہی اور جب تم داخل ہوئے اے عمر تو وہ دف کو ڈال دی۔ (ترمذی)

اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ہم کہتے ہیں (20) کہ نذر اس وقت منعقد ہوتی ہے جب کہ منذور (نذر مانی ہوئی چیز) اطاعت واجبہ اور مقصود بذاتہ ہو۔ اسی لئے مباح چیزوں میں نذر منعقد نہیں ہوتی۔ اور دف بجانا اگر چیکہ مباحات کے باب سے ہے مگر جب کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غزوہ سے سلامتی کے ساتھ واپس آمد پر اظہار خوشی کے لئے ہے اور یہ کافروں کو برا لگتا ہے اور منافقین کی ذلت ہے، یہ دف بجانا ایک قسم کی عبادت ہوئی اسی لئے رسول اللہ صلی

(19) **قوله: ان الشيطان ليخاف منک يا عمر.** اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا بلکہ اس کا حکم بھی فرمایا اور اخیر میں اس کو شیطان کا حکم کہا۔ اس کے جواب میں علامہ تورپشتی نے فرمایا کہ اس خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کے ساتھ واپسی کو اپنے لئے اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کیا، اس لئے یہ گانا بجانا کھیل تماشہ نہیں رہا بلکہ ایک حق شئی بن گئی اور جو شئی مباح تھی وہ عبادت بن گئی، پھر اس کی وجہ سے اس نذر کو پورا کرنا مکروہ نہیں رہا، اب رہا یہ کہ تھوڑا بجانے سے نذر پوری ہوگئی، مزید بجانا مکروہ ہوگیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لئے منع نہیں فرمایا، کیونکہ اگر منع فرماتے تو اس کا یہ بجانا حرام ہوجاتا اسی لئے آپ اس پر خاموش رہے، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس جگہ آنا حد مکروہ کے وقت تھا، تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا اسمیں زیادہ بجانے سے منع کا اشارہ تھا۔ (ماخوذ از مرقات۔ حواشی الکواکب الدری)

(20) **قوله: قلنا الخ.** ....میں نے اس کو فتاویٰ عالمگیریہ، مرقات اور امداد الفتاوی حصہ پنجم سے لیا ہے۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نذر مانی ہے تو بجالے پھر اس کے بعد دف بجانا مباح نہیں رہا بلکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف بجانے سے، کھیل بجانے سے منع فرمایا اس حدیث کی بناء پر ممنوع ہوگیا۔ (خطیب) کیونکہ دف بجانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ثابت نہیں اور نہ عام طور پر صحابہ کے نکاح میں ثابت ہے اور اگر ثابت ہوتا تو سنت جاریہ ہو جاتا اور صحابہ اس کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے کیونکہ وہ سنت نبی کی اتباع سے شغف رکھتے تھے۔

12/7504۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور ہم نے ایک شور اور بچوں کی آواز سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی خاتون (21) رقص کر رہی ہے اور بچے اس کے اطراف ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہ آؤ اور دیکھو پس میں آئی اور اپنے دونوں جبڑے (تھوڑی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھ دی اور اس کو دیکھنے لگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے اور سر کے درمیان سے آپ نے مجھ سے فرمایا کیا دل نہیں بھرا کیا دل نہیں بھرا تو میں کہنے لگی نہیں تا کہ آپ کے پاس اپنے مرتبہ کو دیکھوں اچانک عمر تشریف لائے تو لوگ اس کے پاس (22) سے چلے گئے، تو رسول

---

(21) قولہ: حبشۃ. حاء اور باء دونوں کو زبر ہے یعنی وہ باندی تھی یا وہ حبش کی طرف منسوب کوئی خاتون تھی۔ وقولہ: تزفن. زاء کو جزم فاء کو زیر اور پیش دونوں سے پڑھا جاتا ہے یعنی رقص کر رہی تھی۔ وقولہ: والصبیان حولھا. یعنی بچے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور اس سے دل بھلا رہے تھے۔

وقولہ: منکب. وہ حصہ جو کندھے اور مونڈھے کے درمیان میں ہے۔

وقولہ: ما بین المنکب. یہ **انظر** کا ظرف ہے اور اس میں لفظ فی محذوف ہے یعنی فیما بین المنکب الی راسہ ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

(22) وقولہ: فارفض الناس عنھا. اس میں ضاد کو تشدید ہے یعنی دیکھنے والے جو اس رقص کرنے والی حبشی خاتون کے اطراف تھے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیبت کی وجہ سے اور ان کے انکار کے خوف سے وہ سب منتشر ہو گئے۔ اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اخلاق اور صفت جمال کے غلبہ کی دلیل ہے۔ نیز عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صفت جلال کے غلبہ کی دلالت ہے۔ (مرقات)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنات کے اور انسانوں کے شیاطین کو دیکھ رہا تھا عمر کی وجہ سے وہ بھاگ گئے حضرت عائشہ نے فرمایا پھر میں لوٹ گئی۔(ترمذی)

امام ترمذی نے فرمایا حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

13/7505۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں جنت میں داخل(23) ہوا تو اچانک ابوطلحہ کی بیوی رمیصاء کو دیکھا اور ایک آہٹ سنا تو میں نے کہا یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ بلال ہیں، اور میں ایک محل دیکھا اور اس کے صحن میں ایک لڑکی ہے میں نے کہا یہ کس کا ہے تو انہوں نے کہا عمر بن خطاب کا ہے میں اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا کہ اس کو دیکھوں پھر میں تمہاری غیرت کو یاد کیا تو عمر نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قرباں یارسول اللہ کیا میں آپ پر غیرت کرونگا۔(متفق علیہ)

14/7506۔حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امت کا وہ شخص جنت میں بڑے درجے کا ہے(24) حضرت ابوسعید نے فرمایا: خدا کی قسم

---

(23) وقولہ: دخلت الجنة. یعنی شب معراج میں یا عالم کشف میں یا خواب کی حالت میں۔وقولہ: بالرمیصاء صاد ہے اور یہ رمصاء کی تصغیر ہے، اور اس خاتون کی آنکھ کے کونہ میں میل جم گیا تھا یہ رمص سے ہے را اور میم دونوں کو زبر ہے اور یہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام ہے یا ان کا لقب ہے۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں۔وقولہ: خشفة یہاں مراد چپل کی آہٹ ہے جو چلنے والے کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔
وقولہ: فاردت ان ادخلہ. یعنی میں اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا فانظر الیہ تا کہ اس کو تفصیل سے دیکھوں یا یہ کہ اس کو جس طرح باہر دیکھا ہوں اسی طرح اس کے اندر بھی دیکھوں۔وقولہ: بأبي وامی اس میں باء متعدی بنانے کے لئے ہے اور انت مبتداء اور باقی اس کی خبر ہے یعنی انت نفدی بابی وامی کذلک ہے اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ پر فدا کردے۔(ماخوذ از مرقات)

(24) قولہ: ذاک الرجل ارفع امتی. علماء نے کہا ذاک اسم اشارہ مبہم ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس مرتبہ کو پانے کے لئے ہر شخص کوشش کرے اور یہ رتبہ انتہائی پابندی کرنے اور عبادات واطاعات پر سخت محنت کرنے اور اخلاق وکمالات سے متصف ہونے سے ملتا ہے۔ یا وہاں ان صفات سے متصف شخص کا ذکر چلا تھا تو آپ نے

ہم تو اس کے سوا نہیں سمجھتے تھے کہ وہ شخص حضرت عمر بن خطاب ہیں(25) حتی کہ آپ انتقال فرما گئے(26)۔(ابن ماجہ)

15/7507۔ اوران ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دوران میں کہ میں سورہا تھا لوگوں کو دیکھا وہ مجھ پر پیش کئے جارہے ہیں اوران پر قمیص ہیں بعض پستان(27) تک پہنچتی ہیں اور بعض اس سے زائد ہیں اور مجھ پر عمر بن خطاب پیش کئے گئے اوران پر ایسی قمیص تھی جس کو وہ کھینچتے جارہے تھے صحابہ نے عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ تو فرمایا: دین۔(متفق علیہ)

16/7508۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) فرمایا جو شخص ان صفات سے متصف ہوتا ہے وہ بلند درجہ والا ہوتا ہے بہر دو صورت صحابہ نے یہی سمجھا کہ وہ صاحب حضرت عمر بن خطاب ہیں کیونکہ انہوں نے آپ میں آپ کی شان کی بڑائی اور مرتبہ میں بلندی کی نیکیاں اور خوبیاں دیکھا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ہر ایک سے قطعی طور پر افضل ہوں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ سے افضل ہوں یہی فیصلہ صحابہ نے کیا ہے اسے سمجھ لو۔ (لمعات)

اور صاحب مرقات نے فرمایا کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ان کے خلافت کے دور کے انسانوں میں افضل ہونا مراد ہے۔ اس سے اشکال بالکل ختم ہوجاتا ہے۔(مرقات) مرقات میں دیکھو اس میں اس کے علاوہ دوسرے معنی بھی مذکور ہیں۔

(25) قولہ: ما کنا نری. نون کو پیش اور راء کو زبر ہے اور اس کے معنیٰ ما کنا نظن. ہم اس کے سوا نہیں سمجھتے تھے۔

(26) مضی لسبیلہ. یعنی حضرت عمر انتقال فرمائے اور اس میں اس وہم کو کہ آپ کی آخری عمر میں تغیر آیا تھا دفع کیا گیا ہے۔(مرقات)

(27) الثدی ثاء کو پیش دال کو کسرہ (زیر) اور یاء کو تشدید ہے اور یہ ثدی کی جمع ہے۔ وقولہ: ما دون ذلک یعنی ایسی قمیص جو اس سے چھوٹی یا اس سے بڑی یا عام تھیں کیونکہ دون کے معنی غیر ذلک. کے بھی آتے ہیں۔

وقولہ: الدین اس کو زبر (نصب) ہے یعنی میں نے اس کی تعبیر دین لیا ہے۔ امام نووی نے فرمایا قمیص سے مرا د دین ہے۔ اور آپ کا اس کو کھینچنا اس میں اس بات کی دلالت ہے آپ نے آپ کے اچھے کارنامے اور اچھے طریقے آپ کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں میں جاری رہیں گے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔(مرقات)

علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہوں کہ میں جب سورہا تھا میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا میں پی لیا حتی کہ میں دیکھ رہا تھا سیرابی(28) میرے ناخنوں میں سے نکل رہی تھی پھر میں میرا بچا ہوا عمر بن الخطاب کو دیا تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ تو آپ نے فرمایا: علم(29)۔(متفق علیہ)

17/7509۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہوں کہ میں جب سورہا تھا میں خود کو ایک کنویں پر دیکھا(30)

---

(28) قولہ: الری. راءکوزیر(کسرہ)اوریاءکوتشدید ہے۔دودھ کانشان کچاپن۔(مرقات)

(29) قولہ: العلم. اس کوزبر(نصب) ہے علم سے مرادعلم دین ہے، علماء نے فرمایا عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک عالم مثال ہے اور یہ نورانی عالم ہے اور عالم جسمانی کے مشابہ ہے اور نیند سبب ہے نورانی روح کے عالم مثال میں سفر کرنے کا اور غیر جسمانی صورتوں کے دیکھنے (سچے خوابوں کا) سبب ہے اور اس عالم میں علم دودھ کی شکل میں ہوتا ہے اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ دودھ بدن کی پہلی غذا ہے اور بدن کی صلاحیت کا سبب ہے اور علم روح کی پہلی غدا اور اسکی صلاحیت کا سبب ہے۔(مرقات)

(30) قولہ: ثم رأيتني على قليب. علامہ قاضی نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ قلیب سے دین کی طرف اشارہ ہو جو منبع ہے۔ ان چیزوں کا منبع ہے جس سے نفوس کو حیات ملتی ہے اور زندگی کے معاملات تکمیل پاتے ہیں، اور پانی کھینچنے میں اشارہ ہے اس بات کا یہ امر دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر تک پہنچے گا اور ان سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچیگا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دوڈول پانی کھینچنے میں اشارہ ہے کہ امر خلافت آپ کے ہاتھ ایک سال یا دوسال رہے گا پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منتقل ہوجائیگا چنانچہ آپ کی مدت خلافت دوسال تین مہینے رہی اور اس میں ضعف سے آپ کے زمانہ کے اضطراب اور ارتداد اور اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔اور ڈول کا حضرت عمر کے زمانہ میں غرب بن جانے میں جو بڑا ڈول ہوتا ہے جس کو اونٹ کھینچتا ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں دین کی تعظیم اللہ کے کلمہ کی سربلندی اور ان کے منصوبوں اور طاقت کی وسعت کی طرف اشارہ ہے اور کھینچنے میں آپ نے دین کی سربلندی اور مشارق ومغارب میں اس کو پھیلانے کی اسقدر جو کوشش کی اس کی طرف اشارہ ہے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی۔(مرقات)

اس پر ایک ڈول ہے اللہ نے جو چاہا میں نے اس میں سے کھینچا پھر اس کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور انہوں نے اس میں سے ایک یا دو ڈول (31) کھینچا اور ان کے کھینچنے میں کچھ ضعف تھا(32) اللہ ان کو ان کا ضعف معاف کردے(33) پھر وہ بڑا ڈول بن گیا اور اس کو ابن الخطاب نے لیا پس میں نے لوگوں میں کسی طاقتور شخصیت(34) کو نہیں دیکھا جو عمر کے کھینچنے کی طرح کھینچتا ہو؛ یہاں تک کہ لوگوں نے اونٹوں کا باڑا قائم کردیا۔(مسلم)

18/7510۔اور بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اس کو ابوبکر کے ہاتھ سے ابن خطاب نے لیا اور وہ ان کے ہاتھ میں ایک بڑا ڈول بن گیا اور میں نے کسی بھی طاقتور کو ان کی بہادری کی طرح بہادری دکھاتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہوگئے اور اونٹوں کا باڑا لگادیئے۔علامہ قاضی نے فرمایا **ثم اخذها ابن ابی قحافة** اس ارشاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت کا اشارہ ہے اور **ثم اخذها ابن الخطاب من يد ابی بکر** میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا اشارہ ہے۔

---

(31) **قوله: ذنوبا او ذنوبين.** یہ شک راوی ہے ذنوبین کی روایت صحیح ہے۔(لمعات)

(32) **قوله: وفي نزعه ضعف.** علامہ نووی نے فرمایا اس میں آپ کے مرتبہ کی کمی نہیں ہے اور نہ آپ پر حضرت عمر کی فضیلت کا اثبات ہے اس میں دونوں حضرات کی خلافت کی مدت کی صرف خبر دینا ہے اور حضرت عمر کی طویل خلافت کی وجہ ان کے دور خلافت میں لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچے اور اسلام کا پھیلاؤ اور حکومتوں کے فتح ہونے اور موال وغنائم کے حصول کی خبر ہے۔(مرقات)

(33) **قوله: والله يغفر له ضعفه.** علامہ نووی نے فرمایا اس میں نہ کوئی نقص ہے اور نہ کسی گناہ کی طرف اشارہ ہے، یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس کو مسلمان اپنے کلام کی زینت کے لئے اکثر استعمال کرتے تھے اور مسلم شریف میں ہے کہ **انها كلمة كان المسلمون يقولونها افعل كذا والله يغفرلک.** کہ وہ ایک ایسا جملہ ہے جسے مسلمان کہا کرتے تھے کہ تم ایسا کرو اللہ تمہیں بخش دے۔(مرقات)

(34) **قوله: عبقريا.** یا کو تشدید ہے یعنی طاقتور آدمی۔**قوله: يفري فرية.** شروع میں فتحہ (زبر) اور راء کو سکون یعنی اس کے جیسا کام کررہا ہو۔(مرقات)

19/7511۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ ! اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.** اے اللہ تو اسلام کو غلبہ دے ابوجہل بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے (35) عمر صبح کئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور اسلام قبول کر لئے (36) پھر مسجد میں کھلے طور پر نماز پڑھے۔ (امام احمد و ترمذی)

---

(35) **قولہ: او بعمربن الخطاب** اس میں لفظ او شک کے لئے نہیں ہے بلکہ تنویع کے لئے ہے۔ **وقولہ: فغدا** یعنی صبح دن کے اول حصہ میں حاضر ہوئے اور غدا اقبل کے معنی کو شامل ہے۔ (مرقات)

(36) **قولہ: فاسلم.** حاکم ابوعبداللہ نے کتاب دلائل النبوہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ جو شخص حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کریگا تو اس کے لئے مرے ذمہ سو (100) اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کیا یہ وعدہ پکا اور صحیح ہے؟ تو اس نے کہا ہاں ادھار نہیں بلکہ نقد دوں گا تو حضرت عمر نکلے آپ سے ایک صاحب ملے اور انہوں نے کہا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ تو اس نے کہا تو بنی ہاشم کے ہاتھ سے کیسے محفوظ رہے گا تو عمر نے کہا میں سمجھتا ہوں تو بھی مسلمان ہوگیا ہے تو اس نے کہا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب چیز نہ بتاؤں کہ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہوگئے ہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو قبول کر لئے ہیں تو حضرت عمر اپنی بہن کے گھر کی طرف چلے اور وہ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہی تھیں پس وہ سنتے ہوئے ٹھہر گئے پھر دروازے کو کھٹکھٹایا تو انہوں نے اس کو چھپادیا، حضرت عمر نے کہا یہ کیا آواز تھی تو بہن نے اسلام کو ظاہر کیا تو عمر غمگین و رنجیدہ ہوئے اور وہ سب اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ بہن اور ان کے شوہر اٹھ کر "طٰهٰ. مَآ اَنْزَلْنَا" پڑھنا شروع کئے پس جب عمر اس کو سنے تو کہا مجھے وہ کتاب دیدو تا کہ میں اس کو دیکھوں پھر جب وہ "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی" (25۔ طہٰ، آیت نمبر: 8) تک پڑھے تو کہا اے اللہ یقیناً یہی ایسی ہستی ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کی جاسکتی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر وہ رات بھر جاگتے رہے اور ہر وقت کہتے: اے شوق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ صبح ہوئی تو حضرت خباب بن ارت ان کے پاس آئے اور فرمائے اے عمر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رات جاگ کر دعا کرتے ہوئے گزاری کہ اللہ تمہارے ذریعہ سے یا ابوجہل کے ذریعہ سے اسلام کو غلبہ عطا فرمائے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی دعا تمہارے بارے میں قبول ہوگئی ہے۔ پس آپ تلوار حمائل کئے ہوئے نکلے اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نکلے اور فرمایا اے عمر!

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اسلام لاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر وہ مصیبت ڈالدے گا جو مصیبت ولید بن مغیرہ پر نازل ہوئی پس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے اوران کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی تو انہوں نے گواہی دی **اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ** اورفرمایا کہ لات وعزیٰ کی پہاڑوں پر،اوروادیوں میں پوجا کی جائے اوراللہ تعالیٰ کی عبادت چھپ کرکی جائے۔خدا کی قسم !اللہ تعالیٰ کی عبادت آج کے اس دن کے بعد چھپ کر نہیں کی جائے گی۔

اور داود بن حصین اورعلامہ زہری نے فرمایا جب حضرت عمر اسلام لائے تو حضرت جبریل حاضر ہوئے اورعرض کیا اے محمد اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام لانے سے خوشی منائے اور یہ روایت ابوحاتم اور دارقطنی کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور صاحب مشکوۃ نے فرمایا حضرت فاروق عدوی اور قریشی ہیں ابوحفص آپ کی کنیت ہے نبوت کے چھٹویں سال اسلام لائے اورایک قول میں پانچویں سال میں اور چالیس مرد اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے اور کہا جاتا ہے کہ آپ سے مسلمانوں کا چالیسواں عدد پورا ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں عمر بن خطاب سے پوچھا آپ کا لقب فاروق ہونے کی وجہ کیا ہوئی تو آپ نے فرمایا حضرت حمزہ مجھ سے تین دن پہلے اسلام قبول کئے پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرے سینہ کو کھول دیا تو میں نے کہا:''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی'' (25۔طہ،آیت نمبر:8)اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اوراچھے نام اسی کے لئے سزاوار ہیں۔زمین پر کوئی جاندار میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بڑھ کر محبوب نہیں۔میں پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں تو میری بہن نے کہا وہ صفا پہاڑی کے پاس بنی الارقم کے نزدیک دارالارقم میں ہیں میں دارارقم کو آیا تو میں نے اچانک دیکھا کہ حضرت حمزہ اس گھر میں آپ کے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف فرما ہیں۔میں دروازے کو کھٹکھٹایا تو لوگ جمع ہوگئے تو حمزہ نے ان سے کہا:تم کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب ہیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اورآپ نے میرے کپڑوں کو پکڑا پھر مجھے ایک مرتبہ جھڑک دیا تو اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکا اور گھٹنوں کے بل گر گیا اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم باز نہیں آؤگے؟اے عمر!تو میں نے کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ**. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں،دارارقم کے تمام لوگ نعرۂ تکبیر اسقدر بلند کئے جسے مسجد حرام کے لوگ سن لئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم مریں یا زندہ رہیں حق پر نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم انتقال کرو یا زندہ رہو یقیناً حق پر ہو۔تو میں نے کہا: پھر کیوں چھپ کر عبادت کرنا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا

20/7512۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا:یَا خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ!اے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین ذات! تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: سنو تم نے اگر یہ بات کہی ہے تو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے عمر سے بہتر (37) کسی شخص پر سورج طلوع

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) ہے آپ ضرور نکلیں تو ہم نے آپ سے دو صفیں بنا کر نکلنے کی درخواست کی ان دو میں سے حضرت حمزہ ایک اور میں دوسری صف میں تھا یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے پس قریش نے مجھے اور حضرت حمزہ کو دیکھا تو ان کو اسقدر تکلیف ہوئی کہ ایسی تکلیف کبھی نہیں ہوئی تھی پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام فاروق رکھا میرے ذریعہ اللہ نے حق و باطل کو الگ الگ کردیا اور مفسرین کرام نے حضرت ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے کہ ایک منافق ایک یہودی سے جھگڑا کیا تو یہودی نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا اور منافق نے کعب بن اشرف کے پاس بلایا پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کے لئے آئے تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا تو وہ منافق راضی نہیں ہوا اور کہا حضرت عمر کے پاس مقدمہ لے جائیں گے تو یہودی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا اور آپ کے پاس مقدمہ لایا تو حضرت عمر نے فرمایا: کیا ایسا ہی ہے؟ تو اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا تم دونوں میرے آنے تک اپنی جگہ رہو پھر آپ اندر داخل ہوئے اپنی تلوار لے کر آئے اور اس منافق کی گردن اڑا دیئے یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور فرمائے جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا میں اس کے لئے ایسا ہی فیصلہ کرتا ہوں پھر یہ آیت نازل ہوئی:"اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ" (4۔ط،آیت نمبر:60) کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ چاہتے ہیں کہ سرکش کے پاس مقدمہ میں لے جائیں۔کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں سمجھتا تھا کہ عمر ایک مومن کے قتل پر جرأت کریں گے۔پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے خون کو ہدر کردیا خون بہا نہیں لگایا اور حضرت عمر اس کو ظلم کے طور پر قتل کرنے کے الزام سے بری کردیئے گئے پس جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عمر نے حق و باطل میں فرق کردیا تو آپ کا نام فاروق رکھا گیا۔(مرقات)

(37) علی رجل خیر من عمر. یہ یا تو آپ کی خلافت کے ایام پر محمول ہے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کی قید کے ساتھ مقید ہے، یا عدالت کے اعتبار سے یا سیاست یا اس جیسے اعتبارات سے تا کہ احادیث میں وارد مختلف

نہیں ہوا۔(ترمذی)

21/7513۔حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے ان کے یعنی حضرت عمر کے بعض حالات پوچھے تو ان کو بتادیا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کے لئے کوشش کرنے والا اور کام کو بہتر طریقہ سے پورا کرنے والا اپنی آخری عمر تک نہیں دیکھا(38)۔(بخاری)

22/7514۔حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: جب حضرت عمر کو نیزہ مارا گیا(39) اور آپ رنج کرنے لگے تو آپ سے ابن عباس نے عرض کیا: گویا وہ آپ کو تسلی دے رہے تھے اے امیر المومنین! آپ ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہ کریں آپ تو بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور صحبت کا خوب حق ادا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے جدا ہوئے تو اس حال میں کہ وہ آپ سے راضی تھے پھر آپ حضرت ابوبکر کے ساتھ رہے تو آپ نے اُن کی صحبت کو

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) الفاظ کے درمیان تطبیق ہوجائے۔(مرقات)

اور صاحب لمعات نے فرمایا خیر ہونے کے وجوہ مختلف اور متعدد ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے خیر ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے اور ان سب کے باوجود حضرت ابوبکر کثرت ثواب کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں اس کو سمجھ رکھو۔

(38) **قولہ: کان**. یعنی ایسا شخص جو دین کے لئے خوب کوشش کرنے والا اور اجود یعنی یقین حاصل کرنے میں بہترین طریقہ سے کام کرنے والا حتی انتہی یعنی اپنی عمر کے آخری وقت تک۔"**من عمر**" میں اجد اور اجود کا تنازع ہے اس کو علامہ طیبی نے ذکر کیا۔اور امام سیوطی نے فرمایا یہ ان کی اپنی خلافت کے زمانہ میں ہے تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے خارج رہیں۔(مرقات)

(39) **قولہ: لما طعن عمر**. طعن ماضی مجہول ہے۔یعنی ابولولو جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا مدینہ منورہ میں چہارشنبہ کے دن ۲۶/ذوالحجہ ۲۳ھ آپ پر نیزہ سے حملہ کیا **وقولہ: وکانہ** میں ضمیر کا مرجع ابن عباس ہیں۔یجزعہ: زاء کو تشدید ہے وہ آپ کی فکر مند ہونے پر تسلی دے رہے تھے۔اور تسلی کی باتیں کہہ رہے تھے جس سے آپ کی فکر دور ہوجائے اور یہ جملہ قائل اور مقولہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔وقولہ: ولا کل ذلک پیش ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں زبر(نصب) کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ آپ اس میں زیادہ فکر نہ کریں۔(مرقات)

بہترین طریقہ سے نبھایا پھر وہ آپ سے جدا ہوئے جبکہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے(40) اوران کے ساتھ بھی صحبت کا خوب حق ادا کیا اور اگر آپ ان کو چھوڑ رہے ہیں تو ضرور اس حال میں جدا ہورہے ہیں کہ وہ آپ سے راضی رہیں گے۔ تو آپ نے فرمایا تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا تو یہ اللہ کی جانب سے ایک احسان ہے جو اللہ نے مجھ پر کیا ہے۔ اب رہا(41) حضرت ابوبکر کی صحبت اور رضامندی کا تم نے جو ذکر کیا تو یہ بھی اللہ کا احسان ہے جو اللہ نے مجھ پر کیا۔ اب رہا تم جو میری فکر اور رنج دیکھ رہے ہو(42) وہ تمہاری اور

(40) قولہ: ثم صحبت المسلمین. یعنی اپنی خلافت کے زمانہ میں فاحسنت صحبتهم. انصاف کو غالب کرکے اور مضبوط سیاست کے ذریعہ صحبت کا خوب حق ادا کیا۔ وقولہ: وهم عنک رضوان یعنی یہ ساری باتیں دلالت کررہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہے اور آپ اس سے راضی ہیں اور آپ کو رب تعالیٰ کے اس ارشاد کی بشارت ہے: ''يَـآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ .ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً'' (89،الفجر،آیت نمبر:27/28)(اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اُس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے اور موت مومن کے لئے تحفہ ہے کیونکہ یہ مقام اعلیٰ میں مولیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔(مرقات)

(41) قولہ: واما ما ذكرت من صحبة ابی بكر الخ. اس میں آپ نے لوگوں کی رضامندی وخوشنودی کا ذکر نہیں کیا یہ بتانے کے لئے کہ ان کا اعتبار نہیں ہے۔ اور دارومدار اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ''(9،التوبۃ،آیت نمبر:62) اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگوں کی رضامندی بھی اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے اثر سے ہے اور منجملہ ان نعمتوں کے ہے جو اللہ نے انعام کی ہیں اور اس کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔(مرقات)

(42) قولہ: اما ما تری من جزعی. یعنی میری فکر اور گھبراہٹ جو بظاہر خیال ہوتا ہے کہ میری موت کی وجہ سے ہے ایسا نہیں فهو من اجلک ومن اجل اصحابک اس میں حرف جار کے اعادہ کے ساتھ عطف ہے، یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ مجھے آپ حضرات کے درمیان فتنے درآنے کا اندیشہ ہے کیونکہ حضرت عمر ایک دروازے کی طرح تھے جو فتنوں کو روکتا تھا۔ اور یہ ساری باتوں کے علاوہ مجھے اپنے نفس پر بھی اندیشہ ہے اور اپنے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوں۔ والله لو ان لی طلاع الارض اس میں پہلے حرف طاء زیر ہے۔ کیونکہ اللہ کی قسم اگر میرے پاس اسقدر سونا ہوتا جو زمین کو بھردے اور جو زمین سے نکل کر بہنے لگے تو میں اُس کے ذریعہ فدیہ

تمہارے ساتھیوں کے خاطر ہے۔خدا کی قسم اگر میرے لئے زمین بھر سونا ہوتا تو میں اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسے دیکھنے سے پہلے اس سونے کا فدیہ کردوں۔(بخاری)

الحمدللہ باب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان ختم ہوا۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) دوں گا لافتدیت به من عذاب الله قیل ان اراه میں ہ ضمیر کا مرجع اسم جلالہ ہے یا عذاب ہے۔آپ نے یہ جوفرمایا وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی کے اندیشہ سے یا لوگوں کی تعریف سے جوخوف اس وقت لاحق ہوا تھا اس کے غلبہ کی وجہ سے فرمایا۔(فتح الباری)

اور علامہ طیبی نے فرمایا گویا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امید پر خوف کی جانب کو ترجیح دی کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں آپ کے بعد آنے والے فتنوں کو محسوس کیا تو آپ ان سے متعلق اُن پر رحم کھاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے نہایت فکرمند ہوگئے۔

اور کتاب استیعاب میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت آپ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا اور اس وقت آپ کا سر آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے گود میں تھا ظلوم لنفسی غیر انی مسلم اصلی صلاتی کلها واصوم. میں اپنے نفس کا بڑا ظالم ہوں مگر یہ کہ میں فرمانبردار ہوں ساری نمازیں پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور صاحب مشکوۃ نے فرمایا آپ کی تدفین روز یکشنبہ دس محرم 24ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف 63 ترسٹھ سال کی تھی اور آپ کی عمر کے بارے میں قابل ترجیح قول ہے اور آپ کی خلافت دس سال پانچ مہینے رہی اور آپ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور باقی تمام عشرہ مبشرہ اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بڑی جماعت ہے۔آپ کی کرامات ومکاشفات مشہور ہیں ان میں سے بعض کتاب الریاض میں مذکور ہیں۔(مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(31/264)بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ – رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا–

حضرت ابوبکراور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب

1/7515۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ایک گائے لے جارہا تھا جب وہ تھک گیا تو اس پر سوار ہوگیا تو گائے بولی ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے(1) ہم تو زمین کی کھیتی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں تب لوگوں نے کہا سبحان اللہ گائے بولتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پر ایمان رکھتا ہوں(2) اور ابوبکر عمر بھی ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔

---

(1) قولہ: لم نخلق لھذا. یعنی سواری کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔وقولہ: فقال الناس: یعنی حاضرین نے کہا۔وقولہ: تکلم میم کو پیش ہے فعل مضارع ہے اور ایک تاء محذوف ہے یعنی البقرۃ تتکلم ہے حالانکہ گائے بے زبان جانوروں میں سے ہے(مرقات)

(2) قولہ: فانی او من بہ. یہ شرط محذوف کی جزا ہے یعنی اگر لوگ اس کو عجیب سمجھتے ہیں اور اس پر تعجب کرتے ہیں تو میں اس کو عجیب نہیں سمجھتا اور تعجب بھی نہیں کرتا، اس پر میں اور ابوبکر وعمر پر ایمان رکھتے ہیں۔اور اگر تم یہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کے ایمان کے بارے یں کیسے خبر دی حالانکہ وہ دونوں حضرات کو اس کا علم نہیں تھا اور ان دونوں سے اس پر ایمان لانے کا اظہار نہیں ہوا تھا۔قلنا تو ہم کہیں گے اس سے مراد ان دونوں کی شان کو بیان کرنا ہے کہ اگر وہ مطلع ہو جائیں گے تو وہ اس پر ایمان لائیں گے اور تردد نہیں کرینگے علامہ تورپشتی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے ان دونوں کی خصوصیت کا ذکر کرنے کا ارادہ فرمایا۔کہ ان کو عین الیقین کے مرتبہ کی تصدیق حاصل ہے اور ان پر حقیقت کا ایسا کشف ہے، جس کے ہوتے ہوئے تعجب کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔علامہ ابن الملک نے فرمایا بہ سے مراد یہ ہے کہ گائے جو بات کی ہے جس کی فرشتے نے مجھے خبر دی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور جس چیز کی مجھے خبر دی گئی ہے ابوبکر وعمر بھی اپنے قوت ایمان کی بناء پر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔(ماخوذ از لمعات ومرقات)

اور راوی نے کہا: ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ بھیڑیا اس میں سے ایک بکری پر حملہ کردیا (3) اور اس کو پکڑ لیا تو بکری والا اسکو پکڑ لیا اور بکری کو چھڑا لیا تو اس سے بھیڑیئے نے کہا کون ہوگا اس بکری کا درندوں کے دن (4) کہ میرے سوا اس کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ بھیڑیا بات کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی حالانکہ وہ دونوں وہاں پر نہیں تھے۔

اور صاحب ردالمحتار نے فرمایا کہ بیل پر سواری کرنا اور اس پر بوجھ اٹھانا جائز ہے اور ایک قول میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ کام نہیں کیا جانا چاہیئے (5)، کیونکہ ہر جانور ایک خاص کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم بدلا نہیں جاسکتا۔

---

(3) **قوله: عدا.** ای حمل یعنی حملہ کیا۔ وقولہ: علی شاۃ منہا یعنی بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پر۔

(4) **وقوله: یوم السبع.** مطلب یہ ہے کہ گائے جوات کی ہے جس کی فرشتے نے مجھے خبر دی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ **لا راعی لها:** کو بھیڑیوں اور درندوں کے ان کو لوٹ لینے سے کون ان کی حفاظت کرنے والا ہوگا۔ جبکہ وہ درندہ اکیلا ان بکریوں میں رہیگا تو اللہ تعالیٰ اس بھیڑیئے کو ہی ان کا محافظ بنادیگا۔ یہ ایک آگاہی ہے یعنی مستقبل میں جو شدائد اور فتنے رونما ہونگے اس سے آگاہ کرنا ہے کہ لوگ اس میں اپنے جانوروں کو بھی چھوڑ دیں گے بے پرواہ ہوجائیں گے اور بلا کسی رکاوٹ درندے ان پر قابو پالیں گے۔ (مرقات)

(5) **قوله: لا یفعل الخ.** صاحب مرقات نے فرمایا **لم تخلق لهذا** ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہم تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے پر سواری اور بار برداری کرنا پسندیدہ نہیں ہے علامہ ابن ملک نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور اس میں **انما** سے حصر اضافی ماقبل کی تاکید کے لئے ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کو جس کام میں استعمال کرنے کی عادت ہے اس کے برخلاف ان سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ یہاں حصر نہیں ہے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ جانور جس غرض سے پیدا کئے گئے ہیں اس کا خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ بالاتفاق جانوروں سے اس کے علاوہ بھی اور کام مقصود ہیں جیسے ان کو ذبح کیا جاتا ہے ان کا گوشت کھایا جاتا ہے، میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ اس حدیث سے سواری کرنا منع معلوم ہوتا ہے، بالخصوص جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو ثابت رکھا ہے۔ اور ان کو ذبح کرنے اور کھانے میں کوئی کلام نہیں کیونکہ یہ دونوں باتیں دین میں بداہتاً معلوم ہیں اور شرعاً اور عرفاً یہ دونوں باتیں مستثنیٰ ہیں۔ (مرقات)

2/7516۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ایک جماعت میں ٹہرا ہوا تھا اور وہ لوگ حضرت عمر کے لئے جب کہ وہ تختہ پر رکھے گئے تھے(6) دعا کئے ایک صاحب میرے پیچھے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھے ہوئے کہہ رہے تھے **یرحمک اللّٰہ** اللہ آپ پر رحمت نازل کرے اور مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے دوساتھیوں کے ساتھ رکھیگا۔ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت فرماتے ہوئے سنتا تھا **کُنْتُ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ....** میں تھا اور ابوبکر وعمر تھے(7) میں نے کیا ہے اور ابوبکر وعمر نے کیا۔ میں چلا اور ابوبکر وعمر چلے۔ میں داخل ہوا اور ابوبکر وعمر داخل ہوئے۔ میں نکلا اور ابوبکر وعمر نکلے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں مڑکر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب ہیں۔(متفق علیہ)

3/7517۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت علیین (8) والوں کو ایسے ہی دیکھیں گے جیسے تم چمکدار ستارہ کو آسمان کے

---

(6) **قولہ: وقد وضع علی سریرہ.** یہ جملہ حالیہ ہے عمر ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جس دن حضرت عمر کا انتقال ہوا اور غسل کے لئے تختہ پر رکھا گیا تھا اس وقت صحابہ کی جماعت حاضر تھی۔ **وقولہ: علی منکبی** میم کو فتحہ (زبر) اور کاف کو کسرہ زیر ہے حضرت عمر کو مخاطب کرکے فرمارہے تھے۔ **وقولہ: مع صاحبیک** اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبر میں یا جنت میں رکھے گا۔(سیوطی) علامہ طیبی نے فرمایا **لانی** اس میں لام تعلیلیہ ہے آپ نے جو فرمایا **ان یجعلک اللّٰہ مع صاحبیک** کی تعلیل ہے یعنی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عالم قدس میں ان دونوں حضرات کے ساتھ رکھے گا **لانی کثیرا ماکنت** میں ما کی زیادتی کثیرا میں مبالغہ کے لئے ہے۔(مرقات)

(7) **قولہ: وابوبکر وعمر.** اس میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف بغیر تاکید وفصل کے جائز ہے اور اس کو نحویوں نے نثر میں جائز نہیں رکھا اور کہا کہ اس طرح کا عطف ضعیف ہے، لیکن علامہ مالکی نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کا عطف نظم ونثر دونوں میں جائز ہے۔(مرقات)

(8) **قولہ: اھل علیین.** ان کا مقام ومرتبہ انتہائی بلند وبالا ہوگا۔ **وقولہ: الدری** دال کو پیش اور یا کو تشدید اس کے معنی ہیں موتی کی طرح روشن یا اپنے نور سے اپنے ماحول کی تاریکی کو دور کرنے والا۔(مرقات)

کنارہ میں دیکھتے ہو اوران میں حضرت ابوبکر وعمر ہیں اور درجہ میں وہ دونوں بڑھ کر ہیں(9)۔

(امام بغوی،شرح السنہ،ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ)

4/7518۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر وعمر اہل جنت کے اولین(10) وآخرین میں انبیاء ومرسلین کے سوا ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں(11)۔(ترمذی)۔

5/7519۔اور ابن ماجہ نے حضرت علی سے اس کی روایت کی ہے۔

6/7520۔حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں بتا سکتا میری بقاء تم میں کتنی ہے تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو۔(ترمذی)

---

(9) **قولہ: وانعما.** مرتبہ اور درجہ میں اس سے بھی زیادہ اور اہل علیین سے بھی آگے اور زیادہ اور انعما کے معنی میں یہ بھی کہا گیا ہے وہ دونوں نعمتوں میں داخل ہوں گے جیسا کہ جب کوئی شمال میں داخل ہوتا ہے تو اشمل کہا جاتا ہے اور اس کا عطف استقراء پر ہے جو منہم کا متعلق ہے یعنی استقرا منھم وانعما ہے۔(مرقات)

(10) **من الاولین.** یہ سابقہ امتیوں کے اولیاء کرام ہیں۔اس لئے آپ دونوں حضرات اصحاب کہف سے اور آل فرعون کے مومن سے افضل ہیں اور حضرت خضر سے بھی خضر کے ولی ہونے کے قول کی بناء پر افضل ہیں۔ **والآخرین.** یعنی آپ دونوں اس امت کے اولیاء کرام سے اور علماء وشہداء سے بھی افضل ہیں۔**الا النبیین والمرسلین** اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے نکل گئے اور حضرت خضر علیہ السلام بھی نبی ہونے کے قول کی بناء پر اس سے نکل گئے یعنی یہ حضرات اس میں داخل نہیں ہیں۔(مرقات)

(11) **سیدا کھول اھل الجنۃ.** اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ درجات اور مراتب کا حصول علمی اور عملی کمالات کی مناسبت سے ہے جس کو اس نے دنیا کی اپنی زندگی میں حاصل کیا تھا۔پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشوونما پایا اور اسی میں جوان ہوا یہاں تک کہ ادھیڑ عمر تک پہنچا تو اس کی قوت علمی وعملی قوت ان سے زیادہ ہوگی جو ایسے نہیں تھے۔اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابہ کو جنت کے ادھیڑ عمر والوں پر فضیلت دی حالانکہ وہاں ادھیڑ عمر نہیں ہوتی کیونکہ اہل جنت بے ریش ہوں گے تو اس سے آپ کی مراد دونوں کو ان تمام حضرات پر فضیلت دینا ہے جنہوں نے اس دنیا میں اپنی علمی وعملی دونوں قوتوں میں کمال پیدا کیا تھا اور جب ان دونوں اصحاب کو ان جیسے بزرگوں پر فضیلت حاصل ہے تو جو حضرات ان جیسے نہیں ہیں ان پر فضیلت تو ظاہر وباہر ہے۔(الکوکب الدری)

7/7521۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تو سوائے ابوبکر وعمر کے کوئی بھی سرنہیں اٹھاتے تھے(12) اور یہ دونوں آپ کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے۔(ترمذی)

8/7522۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر وعمر دونوں میں سے ایک(13) آپ کی سیدھی جانب تھے اور دوسرے آپ کے بائیں جانب تھے اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔(ترمذی)

9/7523۔ حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں(14)۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے۔(ترمذی)

علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں فرمایا: اسی معنی میں ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں

10/7524۔ عن المطلب ابن عبداللّٰہ بن حنطب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا

روایت کیا ہے۔

(12) **قولہ: راسہ.** یعنی آپ کی مجلس میں خوشی وانس کے وقت بھی مجلس کی ہیبت اور اس کے ادب کی رعایت کرتے ہوئے کوئی سرنہیں اٹھاتا تھا۔

قولہ: کانا یبتسمان. الخ تبسم سے اس کے مجازی معنی آپس میں کمال انبساط مراد ہے۔(مرقات)

(13) **قولہ: احدھما عن یمینہ الخ.** اس میں لف ونشر مرتب ہے۔اور یہ بالکل ظاہر ہے اسی لئے اس کو سامع کی رائے کے حوالے کردیا گیا۔(مرقات)

(14) **قولہ: ھذان السمع والبصر.** یعنی دونوں کو بطور مبالغہ نفس سماعت وبصارت فرمایا جیسے رجل عدل بطور مبالغہ ہے یا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں مسلمانوں میں یا دین میں ایسے ہیں جیسے اعضا کے اندر کان وآنکھ ہیں اس میں کاف حرف تشبیہ کو مبالغہ کے لئے حذف کردیا گیا ہے اس لئے یہ تشبیہ بلیغ ہے یا یہ دونوں میرے پاس عزت ومرتبہ میں کان وآنکھ کے درجہ میں ہیں۔(مرقات)

اور ابن عبدالبر نے فرمایا:

11/7525۔اس حدیث کو ابونعیم نے حلیہ میں عن ابن عباس مرفوعا روایت کیا ہے۔

12/7526۔اور خطیب نے عن جابر مرفوعا روایت کیا ہے۔

13/7527۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی نبی مگر ان کے لئے آسمان والوں میں دو وزیر ہیں(15) اور دنیا والوں میں دو وزیر ہیں اور اہل آسمان میں میرے دو وزیر جبریل ومیکائیل ہیں اور اہل زمین میں میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔(ترمذی)

14/7528۔حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے خواب دیکھا گویا ایک ترازو آسمان سے اتری(16) آپ اور ابوبکر وزن کئے گئے تو آپ وزنی ہوگئے اور ابوبکر وعمر وزن کئے گئے تو ابوبکر وزنی ہوگے، اور عمر وعثمان وزن کئے گئے تو عمر وزنی ہوگئے پھر ترازو اٹھالی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غمگین ہوئے(17) یعنی

---

(15) قولہ: وزیران من اھل السماء الخ. مطلب یہ ہے کہ آپ کو جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے تو آپ ان دونوں سے مشورہ فرماتے ہیں جسطرح بادشاہ کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے تو وہ اپنے وزیر سے مشورہ کرتا ہے۔وقولہ: فاما وزیرای من اھل السماء جبریل ومیکائیل. اس میں اس بات کی واضح دلالت ہے کہ آپ صلوات اللہ وسلامہ علیہ جبریل ومیکائیل علیہما السلام سے افضل ہیں اور اس میں جبرئیل علیہ السلام کی میکائیل علیہ السلام پر فضیلت کا بھی اشارہ ہے۔واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر اس میں اس بات پر واضح دلالت ہے کہ ان دونوں بزرگوں کو باقی صحابہ پر فضیلت ہے اور یہ تمام صحابہ ساری امت میں افضل ہیں اور یہ کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں، اگرچیکہ واو مطلق جمع کے لئے ہے لیکن ایک صاحب حکمت کے قول میں کسی چیز کی ترتیب کا اثر ضرور ملحوظ رہتا ہے۔(مرقات)

(16) قولہ: کأنّ. نون کو تشدید ہے۔وقولہ: وزنت. ماضی مجہول واحد مذکر حاضر ہے۔وقولہ: فرجحت، جیم کو فتحہ (زبر) اور حاء کو سکون (جزم) ہے۔یعنی آپ بھاری ہوگئے اور غالب آگئے۔(مرقات)

(17) فاستاء. ہمزہ وصل اور سین کو سکون ہے پھر تاء پھر ہمزہ ہے، یعنی آپ غمگین ہوگئے، لھا میں ضمیر کا مرجع رویا ہے یعنی اس خواب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہوگئے۔یعنی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمزدہ کردیا

یہ چیز آپ کو غمزہ کردی آپ نے فرمایا یہ نبوت کی خلافت ہے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے حکومت عطاء فرمائے گا۔(ترمذی،ابوداؤد)

15/7529۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس ایک جنتی صاحب آئیں گے (18) پس ابوبکر آ گئے پھر آپ نے فرمایا اہل جنت میں سے ایک اور صاحب آئیں گے پس حضرت عمر آ گئے۔(ترمذی)

16/7530۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ایک چاندنی (19) رات میں میرے گود میں تھا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! عمر کی نیکیاں۔میں عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو آپ نے فرمایا: اس کے سوانہیں کہ عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں۔(رزین)

الحمدللہ باب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب ختم ہوا۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) یہ راوی کا قول ہے۔ ذلک سے اس شخص کا خواب ہے جو اس نے بیان کیا۔اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا تھا کہ رفع میزان سے مراد حضرت عمر کی خلافت کے بعد مراتب امور میں انحطاط آئیگا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

اور ترازو میں ایک کا دوسرے سے بھاری ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ بھاری ہونے والے صاحب یعنی راجح مرجوح سے افضل ہیں۔(مرقات)

(18) قولہ: يطّلع. طاء کو تشدید ہے یعنی داخل ہوں گے۔آئیں گے۔(مرقات)

(19) قولہ: ليلة ضاحية. یعنی چاندنی رات۔(مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(32/265) بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ– رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ–

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان

1/7531۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمائیں اپنے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں رانیں یا اپنی دونوں پنڈلیاں کھولے (1) بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت ابوبکر اجازت مانگے، آپ نے اسی حالت میں ان کو اجازت دی پھر وہ کچھ گفتگو کئے پھر حضرت عمر نے اجازت مانگی، آپ نے اسی حالت میں ان کو اجازت دی پھر وہ آپ سے کچھ گفتگو کئے پھر حضرت عثمان نے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے ٹھیک کئے۔پس جب وہ نکل گئے (2) تو حضرت عائشہ نے کہا حضرت ابوبکر آئے تو آپ نے ان کے لئے کوئی حرکت تک نہیں کئے اور ان کی پرواہ بھی نہیں کئے پھر حضرت عمر داخل ہوئے آپ نے ان کے لئے کوئی حرکت تک نہیں کی، اور ان کی پرواہ بھی نہیں کیا پھر حضرت عثمان آئے تو آپ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں

---

(1) قولہ: كاشفا عن فخذيه او ساقيه. امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے موالک وغیرہ جو ران کو عورت میں شمار نہیں کرتے اس سے استدلال کیا ہے اس میں ان کے لئے دلیل نہیں ہے کیونکہ راوی کو شک ہے وہ دو پنڈلیاں تھیں یا ران تھیں اس میں ران کھولنے کے جواز کی قطعیت نہیں ہے۔میں کہتا ہوں اس میں یہ بات بھی ہوسکتی ہے ران کو کھولنے سے مراد ران پر جو قمیص تھی اس کو ہٹانا ہو، تہبند کو ہٹانا مراد نہیں ہے۔جیسا کہ حضرت عائشہ کے اس کلام سے کہ آپ نے اپنے کپڑوں کو ٹھیک کیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ان دو اعضاء میں سے کسی کو بھی حقیقت میں کھولے نہیں تھے، بلکہ ان پر جو کپڑے تھے اس کو ہٹائے تھے اسی لئے حضرت عائشہ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے ان کو ڈھانکا اس سے اشکال دور ہوگیا اور استدلال بھی ختم ہوگیا۔واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات)

(2) فلما خرج. یعنی حضرت عثمان اور ان کے ساتھ جو حضرات تھے وہ سب چلے گئے یا فلما خرج القوم کے معنی میں ہے۔وقولہ: فلم تهتش له شین کو تشدید ہے یعنی ان کے لئے آپ حرکت نہیں کئے۔(مرقات)

کو بھی ٹھیک کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کیا میں شرم نہ کروں(3) ان صاحب سے جن سے فرشتے شرم کرتے ہیں، اور سعید بن العاص کی روایت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عثمان شرمیلے شخص ہیں اور مجھے اندیشہ ہوا(4) کہ اگر میں اس حالت میں ان کو اجازت دیدوں تو وہ اپنی ضرورت کی بات مجھ تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ (مسلم)

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا ران کو کھلا رکھنے سے مراد اس پر جو قمیص تھی اس کو ہٹانا ہے۔ تہبند کو ہٹانا مراد نہیں ہے۔

2/7532۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے ایک ساتھی ہوتے ہیں اور میرے ساتھی(5) یعنی

---

(3) **قولہ: الا استحیی الخ** امام نووی نے فرمایا اس میں حضرت عثمان کی کھلی فضیلت ہے اور حیاء فرشتوں کے صفات میں سے خوبصورت صفت ہے، علامہ مظہر نے فرمایا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان کی توقیر کی دلیل ہے۔ لیکن آپ کے پاس حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرتبہ کی کمی اور ان دونوں کے طرف کم توجہ کی دلیل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ محبت کا قاعدہ ہے جو محبت کامل ہو جاتی ہے اور شدید ہو جاتی ہے تو تکلف ختم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مقولہ **اذا حصلت الالفة بطلت الکلفة.** جب محبت آجاتی ہے تو تکلف ختم ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث ان دونوں کی فضیلت پر دلالت کر رہی ہے۔ مگر چونکہ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم معلوم ہوتی ہے اس لئے اس کو آپ کے مناقب کے بیان میں ذکر کیا۔ (مرقات)

(4) **قولہ: وإنی خشیت ان اذنت لہ.** یعنی اگر میں ان کو اس حالت میں اجازت دے دوں گا تو اندیشہ ہے جب وہ مجھے اس حالت میں دیکھیں گے تو ان کی شرم وحیاء ان کو واپس کر دے اور ادب کے غلبہ اور کثرت حیاء کی وجہ سے مجھ پر وہ اپنی ضرورت کو پیش نہیں کر سکیں گے۔

(5) **قولہ ورفیقی. یعنی فی الجنة عثمان.** عثمان مبتدا کی خبر ہے اور ان دونوں کے درمیان فی الجنۃ یا تو حضرت طلحہ کے کلام سے یا کسی دوسرے راوی کا کلام ہے اور یہ رفاقت کے مقام کا بیان یا تفسیر ہے اور راجح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اطلاق ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کو شامل ہے پورا پورا بدلہ ہے۔ پھر اس فرمان میں آپ کے سوا کسی دوسرے صاحب کی رفاقت کی نفی نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی میں روایت ہے اس کے الفاظ میں یہ ہے کہ **ان لکل نبی خاصة من اصحابه وان خاصتی من**

جنت میں عثمان ہیں۔(ترمذی)

3/7533۔اورابن ماجہ نے اس کوحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اورترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے(6)اس کی سندقوی نہیں ہےاور یہ حدیث منقطع ہے۔

اور ملاعلی قاری نے فرمایا: اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہےلیکن ضعیف حدیث فضائل میں قوی معتبر ہوتی ہے۔

4/7534۔حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ جیش عسرت(7) پرترغیب دلا رہے تھے تو حضرت عثمان کھڑے ہوئے اورعرض کئے یارسول اللہ میرے ذمے اللہ کی راہ میں سواونٹ اس کے جل..اور پالان کے ساتھ پھرآپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ترغیب دلایا تو حضرت عثمان کھڑے ہوئے اورعرض کئے میرے ذمہ اللہ کی راہ میں دوسواونٹ اس کے ...راویان کے ساتھ پھرآپ نے ترغیب دلایا تو

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) **اصحابی ابوبکر وعمر**. ہرنبی کے لئے ان کے رفقاء میں چندخاص ہوتے ہیں میرے صحابہ میں میرے خاص ابوبکروعمر ہیں۔دونوں حدیثوں کوجمع کرنے میں کوئی مانع نہیں ہےاوراس کے باوجودآپ کا خاص طور پرذکرکرتے ہیں تو آپ کی عظیم قدرومنزلت کا اعلان کرنا ہے۔(مرقات)

(6) **ھذا حدیث غریب**. حدیث کاغریب ہونااس کےصحیح ہونے کےخلاف نہیں ہے۔اس لئے انہوں نے یہ کہا کہ اس کی سندقوی نہیں ہے۔**وھو** کا مرجع حدیث یا اسناد ہے۔منقطع وہ حدیث ہےجس میں ساقط ہونے والے راوی دومسلسل ہوں یا صرف ایک راوی ہو۔یادو سے زیادہ ہوں مسلسل نہ ہوں۔اس کا خلاصہ یہ ہوتا ہے حدیث کہ ضعیف ہوجاتی ہےلیکن فضائل میں وہ قابل قبول ہوتی ہے۔

(7) **قولہ جیش العشرۃ**. یعنی غزوہ تبوک کےانتظامات کے لئے اس غزوہ کا نام جیش العسیر ۃ اس لئے ہوا کہ اس جنگ کا زمانہ نہایت گرمی قحط سالی سازوسامان کی تنگی پانی کی قلت اورسواری کی بھی اسقدرکمی تھی کہ جنگ کے لئے نکلنا مشکل تھا۔**وقولہ: باحلاسھا** یعنی ان اونٹوں کےجُل کےساتھ **واقتابھا** ان کےکجاوےاورپالانوں کےساتھ۔ **وقولہ: مائتا بعیر**. یہ پہلےسواونٹوں کےعلاوہ ہیں۔**وقولہ: ثلاثمائۃ بعیر** جملہ چھ سواونٹ ہوئے اورآپ نے اس کےعلاوہ بھی مزیددیااس کا بیان آئے گا۔(مرقات)

حضرت عثمان کھڑے ہوئے اورعرض کئے میرے ذمہ اللہ کے لئے تین سو اونٹ کے جل...اور پالان کے ساتھ ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اترتے ہوئے فرمارہے تھے عثمان کو اس کے بعدوہ جوبھی کریں کوئی ضرر نہیں ہے۔عثمان کو اس کے بعدوہ جوبھی کریں کوئی ضرر نہیں ہے(8)۔(ترمذی)

5/7535۔حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عثمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہزار دینار اپنی آستین میں رکھ کر لائے(9) جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرہ کی تیاری کررہے تھے اوراس کو آپ کے گود میں ڈال دئے اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنے گود میں ان کو الٹ پلٹ کرتے اور فرماتے تھے عثمان آج کے بعد جوبھی کریں گے وہ ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچائیگا اور آپ دومرتبہ فرمائے۔(امام احمد، ترمذی)

6/7536۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان(10) کا حکم فرمایا حضرت عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت

(8) **قولہ: ما علی عثمان** اس میں ما نافیہ ہے اور لیس کے معنی میں ہے،**وفی قولہ: ما عمل بعد ھذہ.** میں ما موصولہ ہے اور لیس کا اسم ہے یعنی ان پر کوئی ضرر نہیں ہے اور اس نیکی کے بعد اپنی تمام زندگی میں وہ جو کام کریں گے ان کو وہ ضرر نہیں دے گا۔یعنی یہ نیکی ان کے سابقہ ذنوب کا اور آئندہ مزید خطاؤں کا کفارہ ہے جیسا کہ جماعت سے نماز کے ثواب میں ہے اور اس میں ان کے لئے حسن خاتمہ کی خوشخبری ہے اور علامہ مظہر نے فرمایا یعنی اس کے بعد وہ صرف فرائض پر عمل کریں اور نوافل پر عمل نہ کریں تو کوئی ضرر نہیں کیونکہ یہ نیکی تمام نوافل کے لئے کافی ہے۔(مرقات)

(9) **قولہ: جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالف الخ.** صاحب مرقات نے فرمایا اس بارے میں روایات کے اختلاف سے ان کے درمیان تضاد کا وہم ہوتا ہے۔ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان جمع کرنا ممکن ہے کہ سابق حدیث کے مضمون کے مطابق حضرت عثمان نے چھ سو اونٹ ان کے جل اور پالان کے ساتھ پیش کئے پھر سفر کرنے والوں کی ضرورت کے خاطر ایک ہزار لیکر آئے پھر جب معلوم ہوا کہ یہ اونٹ کافی نہیں ہیں تو ایک ہزار کی تکمیل کرتے ہوئے گھوڑے پیش کئے پھر جب دیکھے کہ یہ کافی نہیں ہے تو اونٹوں کی تعداد ایک ہزار کردیا اور پچاس گھوڑوں پر مزید بیس (20) گھوڑے اضافہ کئے۔(مرقات)

(10) **قولہ: ببیعۃ الرضوان.** بیعت رضوان وہ بیعت ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے نیچے ہوئی تھی اور

سے مکہ کو گئے ہوئے تھے اور لوگ بیعت کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان اللہ کے کام میں اور اس کے رسول کی خدمت میں ہیں اور آپ نے ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا(11) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کیلئے صحابہ کے ان کے ہاتھوں سے بہتر ہو گیا جو ان کے اپنے نفسوں کیلئے ہے۔(ترمذی)

7/7537۔حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے آپ نے کہا اہل مصر کا ایک شخص حج کا ارادہ کرتے ہوئے آیا(12) اور اس نے ایک جماعت کو دیکھا جو بیٹھی ہوئی تھی تو کہا یہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اس کا نام بیعت رضوان اس لئے ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس بیعت کے کرنے والوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی: "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (48،الفتح،آیت نمبر:18) اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے حضرت عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مقام حدیبیہ سے مکہ کو روانہ کئے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بعض احکام کو پہنچانے کیلئے تو یہ بات مشہور ہو گئی کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے جہاد کے لئے جب تک جان میں جان ہے ایک خاص بیعت لی تھی۔(مرقات)

(11) **قولہ: فضرب باحدی یدیه علی الاخری.** یعنی بیعت میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یہ فرض کر کے کہ آپ اس وقت اس جگہ زندہ ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کی طرف سے قائم مقام قرار دیا ایک قول یہ ہے کہ وہ بایاں ہاتھ تھا اور ایک قول میں سیدھا ہاتھ تھا اور یہی بات صحیح ہے صراحت کے ساتھ، یہ بات آگے آئیگی۔

وقولہ: فکانت ید رسول الله خیرا من ایدیهم. یعنی باقی تمام صحابہ کے ہاتھوں سے جو ان کے اپنے نفس کیلئے ہیں ان سب سے یہ ہاتھ بہتر ہے حضرت عثمان کا غیر موجود رہنا عیب نہیں بلکہ ان کی فضیلت کا سبب ہے۔(مرقات)

(12) **قولہ: جاء رجل.** یعنی ایک شخص مکہ کو آیا۔ **وقولہ: فمن الشیخ.** یعنی یہ معتبر عالم کون ہے۔

قولہ: قال الله اکبر. اس آدمی ارادہ یہ تھا مذکورہ طریقہ ہے ابن عمر پر الزام دینا اور حضرت عثمان کے مرتبہ کو گرانا تھا۔ جب ابن عمر نے ہاں فرمایا تو اس نے تعجب سے اور تعجب میں ڈالنے کیلئے۔

وقولہ: ابین لک. جواب امر ہے، اس لئے نون کو جزم ہے۔(مرقات)

کون لوگ ہیں تو لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں تو اس نے کہا وہ کون شیخ ہیں جوان میں ہیں تو لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر ہیں تو اس نے کہا اے ابن عمر میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں پوچھتا ہوں آپ مجھے بتایئے کیا آپ جانتے ہیں، حضرت عثمان جنگ احد کے دن فرار ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: ہاں اور اس نے کہا آپ جانتے ہیں وہ جنگ بدر سے غائب رہے اور اس میں شریک نہیں ہوئے تو آپ نے فرمایا ہاں تو اس نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان سے غائب رہے اور اس میں موجود نہیں رہے تو آپ نے فرمایا ہاں تو وہ شخص اللہ اکبر کہا۔ عبداللہ بن عمر نے فرمایا ادھر آ میں تجھے اس کی وضاحت کرتا ہوں اب رہا آپ کا جنگ احد کے موقع پر فرار ہونا میں اس بات کی گواہی دیتا(13) ہوں کہ اللہ نے انہیں معاف کردیا اور اب رہا جنگ بدر سے ان کا غائب رہنا وہ اس لئے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ آپ کی بیوی تھیں(14) اور وہ بیمار

(13) قوله: ان الله عفی عنه. ابن عمر اس سے اللہ تعالی کا یہ ارشاد مراد لے رہے تھے۔ ''اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ، اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَاکَسَبُوْا ، وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ'' (3، آل عمران، آیت نمبر:155) اور یہ بات معلوم ہے کہ غائب رہنے کے عیب کو جب معاف کردیا گیا ہو تو وہ عتاب سے خارج ہے۔(مرقات)

(14) قوله: کانت تحته رقیة الخ. یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال خوشنودی کی علامت ہے کہ اپنے صاحبزادی سے شادی کرادے پھران کے بعد دوسری صاحبزادی ام کلثوم سے شادی کرائی اسی سے آپ کا نام ذوالنورین ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے ایک اور بھی لڑکی ہوتی تو میں اس کا آپ سے نکاح کرادیتا۔
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا حضرت عثمان نے فرمایا جب ان کی بیوی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں انتقال ہوا تو میں بہت رویا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا چیز تمہارے رونے کا سبب ہے تو میں عرض کیا آپ سے میری دامادی کا رشتہ ختم ہونے کی وجہ سے رو رہا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چیز اللہ عزوجل کے حکم سے کہہ رہے ہیں کہ میں ان کی بہن کا تم سے نکاح کرادوں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس کے ہم معنی روایت آئی ہے اور آپ نے اس میں یہ اضافہ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر میری سولہ لڑکیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے انتقال کرتی جائیں تو میں ہر دوسری تم سے نکاح کردیتا یہاں تک کہ سو میں سے کوئی باقی نہ رہے۔(مرقات)

تھیں(15) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہارے لئے(16) ان صاحب کا ثواب ہے جو جنگ بدر میں شریک رہے اور تمہارے لئے ان کا حصہ بھی ہے اب رہا بیعت رضوان سے آپ کا غائب رہنا اگر کوئی صاحب وادی مکہ میں حضرت عثمان سے زیادہ معزز ہوتے آپ ان کو بھیجتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان حضرت عثمان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ سے اشارہ فرمایا(17) یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کا ہے پھر ابن عمر نے فرمایا تُو اب اپنے ساتھ ان باتوں کو لیکر جا(18)۔(بخاری)

(15) قوله: و كانت یعنی بی بی رقیہ مدینہ منورہ میں بیمارتھی کتاب ذخائر میں ابن شہاب سے روایت ہے ان کو کنکر پتھر کی شکایت لاحق ہوئی اور بیمار ہوگئیں اور ان کی دیکھ بھال کیلئے حضرت عثمان بدر میں نہیں آئے اور مدینہ میں ان کی وفات ہوئی اور زید بن حارثہ جنگ بدر کی کامیابی کی خوشخبری لیکر آئے اس وقت حضرت عثمان بی بی رقیہ کی قبر کے انتظام میں کھڑے ہوئے تھے۔(مرقات)

(16) قوله: ان لک اجر رجل ممن شهد بدر و سهمه. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کیلئے آخرت کا اجر وثواب اور دنیا کا مال غنیمت دونوں کو جمع کر دیا آپ کے حق میں بالکل کوئی نقصان نہیں ہوا پس یہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ تبوک میں موجود نہ رہنے کی نظیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر آپ کو اپنے اہل وعیال پر نگران بنایا اور ان میں رہنے اور انتظام کرنے کا حکم فرمایا۔(مرقات)

(17) قوله: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ سے اشارہ فرمایا یہ کہتے ہوئے کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اور اس کو دوسرے ہاتھ پر یعنی بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ یعنی یہ بیعت یا یہ ہاتھ عثمان کا ہے یعنی عثمان کی خاطر ہے۔ان کی حیات کے وجود کو فرض کرلیا جائے تو ان کی طرف سے ہے یا ان کے وفات کی خبر کو غلط ہونے کو بتانے کی طرف اشارہ ہے۔(مرقات)

(18) قوله: اذهب بها. یعنی ان باتوں کو جو میں نے تجھکو تیرے سوالات کے جواب میں دیا ہوں اب اپنے ساتھ لیکر جا، علامہ طیبی نے فرمایا ابن عمر نے اس کی بنیاد کی ایک ایک چیز کو توڑ دیا اور جڑ سے اس کو اکھیڑ دیا تو اس کو ذلیل کرنے کیلئے فرمایا اب تو اس کو لیکر جا یعنی جو چیز تو لایا اور جسکو تو پکڑا اور اختیار کیا تھا تیرے اس خالص حق کو بیان کرنے کے بعد جس میں اب کوئی شک وشبہ نہیں رہا تو ان کو لیکر جا۔

8/7538۔ ثمامہ بن ہزن قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا میں الدار کے پاس(19) حاضر تھا جس وقت ان پر حضرت عثمان جھانکے اور فرمارہے تھے میں تم کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس میں بئر رومہ(20) کے سواء کوئی میٹھا پانی نہیں تھا تو آپ نے فرمایا بئر رومہ کو کون خریدیگا تا کہ اپنا ڈول(21) مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ کردے اس کے لئے جنت میں اس سے

(**حاشیہ پچھلے صفحہ سے**) مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں صحیح جواب کے ذریعہ تجھ سے جو حق بیان کیا ہے اس کے بعد تیرا فاسد اعتقاد اب تجھ کو کچھ فائدہ نہیں دیگا۔

(19) **قولہ: شهدت الدار** یعنی حضرت عثمان کے گھر پر حاضر ہوا جس گھر میں ان لوگوں نے آپ کو محصور کردیا تھا اس قصہ کی تفصیل الریاض وغیرہ میں مذکور ہے۔ **وقولہ: اشرف عليهم عثمان.** یعنی آپ ان لوگوں پر جھانک کر دیکھے جو آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کئے تھے۔ **وقولہ: انشدكم الله والاسلام.** اسمیں شین کو پیش اور دونوں اسم، اسم جلالہ اور الاسلام کو زبر ہے، یعنی میں تم سے اللہ اور اسلام کے حق کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں۔ **وقولہ: يستعذب.** یعنی میٹھا پانی (مرقات)

(20) **قولہ: بئر رومة.** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہ کہ آپ نے فرمایا کہ مہاجرین مدینہ منورہ آئے اور وہاں پانی میٹھا نہیں تھا بنی غفار قبیلہ کے ایک شخص کا ایک چشمہ تھا اور اس چشمہ کو رومہ کہا جاتا تھا، اور وہ اس پانی کا ایک مشکیزہ ایک مد کے عوض بیچتا تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اس کو جنت کے چشمہ عوض بیچو گے تو اس نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے اور میرے بال بچوں کیلئے اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں مجھے اس وقت کی استطاعت نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بئر رومہ کو کون خریدے گا جو اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کردے۔ (وقف کردے) (مرقات)

صاحب لمعات نے فرمایا بئر رومہ میں راء کو پیش اور واو کو جزم ہے اور ایک قول میں ہمزہ کے ساتھ ہے یہ وادی عقیق میں مسجد قبلتین کے شمالی جانب ایک عظیم کنواں ہے نہایت میٹھا اور نہایت خوشگوار اور ہے اس کو آج کل عام لوگ جنت کا کنواں کہتے ہیں کیونکہ اس کو خریدنے پر حضرت عثمان کیلئے جنت کا داخلہ ہوا ہے اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے قلیب مزنی کتنا اچھا کنواں ہے مزنی یہ وہی رومہ ہے جنکا یہ کنواں تھا اور جن سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر وقف کردیا تھا۔ (لمعات)

(21) **قولہ: يجعل دلوه مع دلاء المسلمين.** وقف عام سے کنایہ ہے اس میں آبدار خانوں کے وقف کے جواز

بہتر(22) خریدے، تو میں اس کو میرے خالص مال سے خریدا اور تم آج مجھے اس سے پینے سے روک رہے ہو یہاں تک کہ میں سمندر کا پانی(23) پی رہا ہوں تو انہوں نے کہا: **اللھم نعم** (24) ہاں، اور آپ نے فرمایا میں تمکو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ مسجد اہل مسجد(25) کیلئے تنگ ہوگئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں خاندان کے مکان کو کون خرید یگا اور

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کی اور وقف کردہ شئی واقف کی ملک سے نکل جانے کی دلیل ہے، کیونکہ اس میں دوسروں کے ساتھ آپ کو برابر کردیا گیا ابن ملک نے اس کا ذکر کیا اور مرقات میں بھی ایسا ہی ہے اور اس کی تفصیل شرح وقایہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے وہاں مطالعہ کرلیا جائے اور تجعل کا جملہ مفعول لہ ہے یا حال ہے یعنی اس بات کا قصد کرتے ہوئے کہ اپنا ڈول پانی لینے میں برابر کردے یا ان کے ڈولوں کے ساتھ کردے، ان کے درمیان اس میں ملکیت کی خصوصیت نہیں رہیگی اور مع دلاء المسلمین یہ جعل کا مفعول ثانی ہے۔(مرقات)

(22) **قوله: بخير.** یہ یشتری کے متعلق ہے اور اس میں باء بدل کا ہے، معنی یہ ہے کہ اس کو اس کی مقررہ قیمت میں کون خرید یگا اور اس کو اس سے بہتر شی ء سے بدل لیگا یعنی اس سے افضل اور اس سے اکمل یا حاصل ہونے والے خیر کے بدلے میں **له** کے معنی **لاجله** میں **منها** کی ضمیر ہے **من تلك البئر** اور **من جهتها في الجنة** ہے۔

وقوله: صلب مالي. صاد کو پیش ہے یعنی میرے خالص مال سے۔(مرقات)

(23) **قوله: حتى اشرب من ماء البحر.** یعنی ایسا پانی پی رہا ہوں جو سمندر کے پانی کی طرح سے کھارا ہے اور **ماء البحر** کی اضافت بیانیہ ہے یعنی ایسا پانی جو سمندر کے پانی کے جیسا ہے۔(مرقات)

(24) **قوله: اللهم نعم** یہ پوچھنے والے کے جواب میں انکار وتصدیق کے کلمے میں **اللهم لا** و **نعم** کی طرح۔(مرقات)

(25) **قوله: ان المسجد.** یعنی مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اہل مسجد کیلئے تنگ ہوگئی امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کیا ہے کہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی اور اس کا چھت کھجور کے پھڑوں کا تھا، اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، حضرت ابوبکر نے اس میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا اور حضرت عمر نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو اسی بنیادوں پر بنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچی اینٹوں اور پھڑوں کی تھیں اور اس کے ستون تنوں کے ہی رکھے پھر حضرت عثمان نے اس کی تعمیر کی اور اس میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اس کی دیوار نقشی پتھروں سے بنایا اور اس کے ستون نقشی پتھروں سے بنائے اور اسکا ساگوان کا چھت بنایا۔

وقوله: فيزيدها. اس سے مراد ان مکانات کا اضافہ ہے۔(مرقات)

مسجد میں اس کا اضافہ کریگا،اس کے لئے جنت میں اس سے بہتر خیر کے بدلے میں،تو میں اس کو خرید لیا میرے خالص مال سے پس تم آج مجھے روکتے ہواس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے؟ تو انہوں نے کہا:**اللهم نعم**. ہاں آپ نے فرمایا میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دیکر تم سے پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے جیش عسرہ کا انتظام کیا تھا تو انہوں نے کہا:**اللهم نعم** ہاں آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ پہاڑ پر(26) تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر اور میں بھی تھا پہاڑ جھوما یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے گر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیر سے اس پر ایڑھ لگایا اور فرمایا اے شبیر خاموش رہ اس کے سوا نہیں تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید(27) ہیں انہوں نے کہا:**اللهم نعم** ہاں تو حضرت عثمان نے اللہ اکبر کہا(28) انہوں نے گواہی دی رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں تین مرتبہ فرمایا۔(ترمذی،نسائی،دارقطنی)

9/7539۔حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں

---

(26) **قوله: على ثبير مكة.** تاء کو فتحہ اور باء کو کسرہ ہے اور یاء ساکن ہے اور اس کے بعد راء ہے یہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے اور کتاب المصباح میں ہے یہ مکہ اور منیٰ کے درمیان ایک پہاڑ ہے اور یہ منیٰ سے دکھائی دیتا ہے منیٰ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے کے سیدھے ہاتھ کی طرف ہے۔

وقوله: بالجزير. یعنی پہاڑ کے نیچے۔(مرقات)

(27) **قوله: شهيدان** یعنی دو حقیقی شہید کیونکہ یہ دونوں حضرات شہید کئے گئے نیزہ مار کر اور اسی مار کے اثر سے جلد انتقال کر گئے اور یہ دونوں حضرات حضرت عمر و حضرت عثمان ہیں۔اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق ان دونوں حکمی شہیدوں کے منافی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ان دونوں حضرات کی وفات ان کے پرانے زہر کے اثر سے واقع ہوئی ہے۔(مرقات)

(28) **قوله: الله اكبر.** فریق کو الزام دیتے وقت اور لاجواب کرتے وقت تعجب کرنے والا ان کلمات کو کہتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا **شهدوا ورب الكعبة انى شهيد** انی کے ہمزہ کو زبر ہے اور شہدوا کا مفعول ہے یعنی لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ میں شہید ہوں۔**وقوله: ثلاثا.** فریق کے خلاف حجت کو ثابت کرنے میں زیادتی مبالغہ کیلئے تین مرتبہ فرمایا۔(مرقات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوں آپ فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے(29) اور ان کے قریب میں واقع ہونے کو بتایا تو ایک صاحب چادر اوڑھے ہوئے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ صاحب اس دن ہدایت پر ہونگے میں اٹھ کر ان کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان تھے تو میں نے آپ کی طرف ان کے چہرہ کو کرلیا اور عرض کیا کہ یہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: ہاں!۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

10/7540۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان ممکن ہے اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا(30) اور اگر لوگ تم سے اس کو اتارنے کا ارادہ کریں گے تو تم اس کو مت اتارنا۔(ترمذی، ابن ماجہ)

اور امام ترمذی نے فرمایا: اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

11/7541۔حضرت ابوسہلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے کہا کہ حضرت عثمان نے یوم دار کو مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا(31) میں اس پر صابر

---

(29) **قوله: ذكر الفتن.** یہ جملہ حالیہ ہے۔**وقوله: مقنع.** نون کو فتحہ (زبر) اور تشدید ہے ایک کپڑے میں نقاب کی طرح ڈال کر اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھے۔**وقوله: فقال.** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سمعت کا مفعول محذوف ہے۔اور آپ کے ارشاد **هذا يومئذ على الهدى** سے اس کا پتہ چلتا ہے۔**وقوله: قال.** یعنی راوی نے کہا میں نے ان کا چہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردیا تاکہ آپ پر یہ معاملہ اچھی طرح ظاہر ہوجائے۔(مرقات)

(30) **قوله: يقمصك.** میم کو تشدید ہے قمیص میں استعارہ ہے خلافت سے اور قمیص کو اتارنے کا ذکر سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خلیفہ بنائے گا آپ کو لوگ اس سے ہٹانے کا ارادہ کریں گے تو ان کی وجہ سے آپ خلافت کو نہیں چھوڑنا کیونکہ آپ حق پر ہوں گے اور وہ لوگ باطل پر ہوں گے اور اس سے دست بردار ہونے سے شبہ پیدا ہوگا اور آپ پر تہمت لگائیں گے۔اس لئے حضرت عثمان نے یوم دار یعنی جب انہوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا، آپ نے خلافت سے دست بردار نہیں ہوئے۔(لمعات، ومرقات)

(31) **قوله: قد عهد الى عهدا.** یعنی آپ نے مجھے فرمایا و ان ارادوک علی خلعه فلا تخلعه لهم. یعنی آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ اس سے دست بردار نہیں ہونا۔

ہوں۔(ترمذی)۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

12/7542۔حضرت ابوسہلہ مولی عثمان سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان سے چپکے سے بات کرنے لگے(32) اور حضرت عثمان کا رنگ بدل رہا تھا، پس جب یوم دار آیا تو ہم نے کہا کیا جنگ نہ کریں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امر کا عہد لیا ہے کہ میں اپنے نفس کو اس پر صابر رکھا ہوں۔(دلائل النبوۃ بیہقی)

13/7543۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا(33) اور حضرت عثمان کے لئے فرمایا کہ یہ صاحب اس میں مظلوم شہید کئے جائیں گے(34)۔(ترمذی)

اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن اور غریب ہے۔

---

(32) **قوله: يسر.** یاء کو پیش س کو کسرہ (زیر) راء کو تشدید یعنی چپکے سے بات کرتے رہے۔**وقوله: عهد الى امرا فانا صابر نفسي عليه.** حضرت ملا علی قاری نے فرمایا اس سے ظاہر ہے کہ اس میں دو باتوں کا عہد تھا ایک تو خلافت سے دست بردار نہیں ہونا اور دوسرا یہ کہ مدافعت کے لئے جنگ نہ کریں بلکہ صرف صبر کرنے کا عہد تھا اس میں دونوں باتیں جمع ہیں۔

(33) **قوله: فتنة** یعنی ایک بڑے فتنہ کا ذکر فرمایا۔ **قوله: لعثمان يه هذا** کا بیان ہے۔ **هذا** سے مراد حضرت عثمان ہیں۔(مرقات)

(34) **يقتل هذا فيها.** صاحب مشکوۃ نے فرمایا کہ حضرت عثمان کا اسلام لانا حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں تشریف فرما ہونے سے پہلے ہوا ہے۔اور آپ نے سرزمین حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی اور آپ میانہ قد اور روشن رنگ اور حسین چہرہ اور گھنی ریش تھی۔یکم محرم 24 چوبیس میں مسند خلافت پر فائز ہوئے۔شہر مصر کا اسود تجیبی نے آپ کو شہید کیا اور ایک قول میں کسی دوسرے نے شہید کیا ہفتہ کی شب جنت البقیع میں دفن کئے گئے اس وقت آپ کی عمر شریف 82 بیاسی سال تھی اور ایک قول میں 88 اٹھاسی سال تھی، آپ کی مدت خلافت چند دن کم بارہ (12) سال ہے آپ سے بکثرت حضرات نے روایت کیا ہے۔(مرقات)

14/7544۔حضرت ابوحبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جس گھر میں حضرت عثمان محصور تھے اس میں گئے اورانہوں نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ گفتگو کرنے کی اجازت لے رہے تھے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی تو وہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء بیان کیا پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میرے بعد فتنے اور اختلاف یا اختلاف و فتنے دیکھوگے۔تو لوگوں میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لئے کون ہوگا(35) یا آپ ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا تم امیر کو اوران کے اصحاب کو مضبوط پکڑ لو(36) اور آپ اس کے ساتھ حضرت عثمان کی طرف اشارہ فرمایا۔(دلائل النبوۃ، بیہقی)

الحمدللہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان ختم ہوا۔

---

(35) **قولہ: فمن لنا یا رسول اللہ.** علامہ طیبی نے فرمایا یہ اختلاف سے یعنی تم امیر اوران کے خلاف باغیوں کے درمیان اختلاف دیکھوگے سے متعلق ہے آپ ہم کو کس کی اتباع کرنے اور کس کے ساتھ رہنے کا حکم فرماتے ہیں جس میں ہمارے لئے عافیت ہے اور نہ ہو یا او ما تامرنا راوی کا دو کلمات کے درمیان شک ہے اور دونوں کا معنی ومطلب ایک ہے۔(مرقات)

(36) **قولہ: علیکم بالامیر و اصحابہ وھو.** میں ہو کا مرجع ابوہریرہ ہیں نہیں بلکہ واضح ثابت یہ ہے کہ اس کا مرجع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس سے آپ حضرت عثمان کی طرف اشارہ فرمارہے تھے۔**یشیر الی عثمان بذلک.** والامیر کی طرف اشارہ ہے کہ اس مجلس میں حضرت عثمان موجود تھے یا آپ کا ذکر رہا ہو۔(مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(33/266) بَابُ مَنَاقِبِ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ– رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ–

تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کے مناقب

1/7545۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور ابوبکر وعمر وعثمان بھی، تو ان کی وجہ سے وہ جھومنے لگا آپ نے اپنے پاوں سے اس پر ضرب لگا کہ فرمایا: اے اُحُدُ! ٹھہر جا(1)! تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔(بخاری)

2/7546۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا کہ ایک صاحب آئے اور دروازہ کھولنے کو کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کے لئے کھولدو اور ان کو جنت کی خوشخبری سنادو۔تو میں کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر ہیں تو میں نے ان کو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا خوشخبری سنادی تو وہ اللہ کا شکر ادا کئے پھر ایک صاحب آئے اور کھولنے کے لئے کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھولدو اور ان کو جنت کی خوشخبری سنادو تو میں نے ان کے لئے کھولدیا تو وہ تھے عمر اور میں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ان کو بتادیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر ایک صاحب نے کھولنے کو کہا تو آپ نے مجھ سے فرمایا ان کے لئے کھولدو اور جنت کی خوشخبری دو اس مصیبت پر(2) جو ان پر آئے گی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان ہیں تو جو کچھ نبی

(1) قولہ: اثبت احد الخ. مطلب یہ ہے کہ صاحب عظمت واہل وقار حضرات کی صحبت کی تاثیر ضرور ہوتی ہے اس کو ضبط کرنا اظہار کرنا نہیں۔

(2) قولہ: علی بلویٰ. یعنی بڑی مصیبت آئیگی، اس میں حضرت عثمان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا حالانکہ حضرت عمر بھی مصیبت سے دوچار ہوئے اس لئے کہ حضرت عثمان پر آنے والی مصیبت بڑی تھی، اور طویل زمانہ تک چلتی رہی اور عظیم شخصیتوں میں ان کے لئے معاونین بھی کم تھے۔(مرقات)

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کو بتادیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا: اللــــــــــــہ المستعان. اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

3/7547۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے کہا کہ ہم کہا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی موجودگی میں ابوبکر وعمر اور عثمان ان سے اللہ راضی رہے(3)۔ (ترمذی)

4/7548۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات ایک صالح بندے کو خواب میں دکھایا گیا(4) گویا ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیوست کردیئے گئے اور عمر پیوست کردیئے گئے ابوبکر کے ساتھ اور عثمان پیوست کردیئے گئے عمر کے ساتھ حضرت جابر نے فرمایا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا صالح بندے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب رہا ان کا ایک دوسرے سے پیوست کردیا جانا خلفاء ہیں دین کے، جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ (ابوداؤد)

الحمد للہ تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان ختم ہوا۔

---

(3) قولہ: ابوبکر وعمر وعثمان الخ. شارحین نے کہا ہے کہ ابوبکر وعمر وعثمان اپنے معطوف مطعوف علیہ سے مل کر مبتداء ہے اور رضی اللہ عنہم (اللہ ان سے راضی ہے) خبر ہے اور یہ جملہ کا مقولہ ہے ورسول اللہ حتی جملہ معترضہ ہے یعنی ہم ان تین حضرات کا ذکر کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے اور بعض نسخوں میں حتــــی کے بعد عبارت اس طرح ہے افضل امة النبی صلی الله علیه وسلم ابوبکر وعمر وعثمان رضی الله عــــنهــم. مطلب یہ ہے کہ باقی حضرات کے ذکر سے خاموش رہتے تھے اور ترمذی شریف کی ان ہی سے ایک روایت ہے کنا نفاضل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم فضیلت کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ اس کا انکار نہیں فرمائے۔ (مرقات)

(4) قولہ اری. ہمزہ کو پیش، راء کو کسرہ (زیر) اور یاء کو فتحہ (زبر) یعنی خواب میں آپ نے دیکھا۔ وقولہ: نیط حرف اول (ن) کو کسرہ (زیر) یعنی جوڑ یا دیا گیا۔ وقولہ: ولاة الامر. یعنی امر دین کے خلفاء. (مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(34/267) بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ– رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ–

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

1/7549۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم(1) مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ سے حضرت ہارون' سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(بخاری ومسلم)

---

(1) قوله: انت منی بمنزلة هارون من موسی (تم مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ سے حضرت ہارون) یعنی آخرت میں اور مرتبہ کے قرب، دیانت داری' علم اور نسب کے معاملہ میں، ہمارے علماء میں سے ایک شارح نے اسی طرح کہا ہے۔علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آپ کے غزوۂ تبوک کو نکلتے وقت کا ہے، جبکہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل کے حق میں جانشین مقرر فرمایا اور اُنہیں وہیں قیام کرنے کا حکم فرمایا تو منافقین نے اس کے بارے میں بری خبریں پھیلائیں اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بوجھ سمجھنے کی وجہ سے اور غیر اہم جانتے ہوئے یہاں چھوڑ دیا تو جب علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو اپنا ہتھیار لے کر نکلے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے جبکہ آپ مقام جرف میں تھے: یارسول اللہ! منافقوں نے اس طرح کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُنہوں نے جھوٹ کہا، درحقیقت میں نے تمہیں جانشین اُن کے لئے بنایا ہے جنہیں میں اپنے پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں، لہٰذا تم واپس ہو جاؤ اور میرے گھر والوں کے لئے میرے جانشین بنے رہو، اے علی! کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم میرے پاس ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے پاس حضرت ہارون تھے''وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ'' (7،الاعراف، آیت نمبر:142) موسٰی (علیہ السلام) نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میری قوم میں میرے جانشین بن جاؤ۔اس حدیث پاک سے یہ دلیل لینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت علی رضی اللہ علیہ کے لئے ہے' درست راستہ سے انحراف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں گھر والوں کے لئے جانشینی آپ کے وصال کے بعد اُمت کے حق میں اسی طرح خلافت کو نہیں چاہتی، اور وہ قیاس جس سے اُنہوں نے دلیل لی ہے حضرت موسٰی علیہ السلام سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) ہاں! اس حدیث سے علی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کے قرب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مؤاخات کے ساتھ خاص ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔انتھی۔(طیبی)

صاحبِ لمعات نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں عبداللہ بن ام مکتوم کو لوگوں کی امامت کے لئے جانشین بنایا تو اگر خلافت مطلق ہوتی تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے بھی جانشین مقرر فرماتے بلکہ امامت کے لئے جانشینی زیادہ اہم ہے۔اھ۔شرح مسلم میں مذکور ہے: علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث اُن روایتوں میں شامل ہے جس سے روافض اور شیعہ کے تمام فرقوں نے اس بارے میں استدلال کیا ہے کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا، وہ خلافت سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے، اسی بنیاد پر روافض نے دوسروں کو خلیفہ بنانے کی وجہ سے تمام صحابہ کو کافر قرار دیا اور بعض نے تو حد کردی اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہا کیونکہ وہ اپنے حق کو طلب کرنے کے لئے کھڑے نہیں ہوئے اور یہ لوگ عقل کے اعتبار سے نہایت کمزور اور مذہب کے اعتبار سے اس حد تک بگڑے ہوئے ہیں کہ اُن کے قول کو ذکر نہیں کیا جاسکتا اور ان کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ جس نے ساری امت کو بالخصوص صحابہ کرام کو کافر قرار دیا تو اُس نے شریعت کو باطل کیا اور اسلام کو ڈھایا اور اس حدیث میں اُن میں سے کسی کے لئے کوئی دلیل نہیں بلکہ اُس میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ثبوت ہے، اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ دوسروں سے افضل ہیں، اور نہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ہونے کی کوئی دلیل ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اُس وقت فرمایا جب آپ نے اُنہیں غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ میں جانشین مقرر فرمایا، اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ ہارون علیہ السلام جن سے علی رضی اللہ عنہ کو تشبیہ دی گئی وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے وصال سے چالیس سال پہلے اُن کا وصال ہوگیا، موسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں صرف اس وقت کے لئے جانشین بنایا جب وہ مناجات کے لئے اپنے رب کی طرف سے مقرر کردہ مقام پر گئے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کی وضاحت علم المعانی کے اعتبار سے یہ ہے کہ فرمان عالی ''منی'' مبتدا کی خبر ہے، ''من'' اتصال کے لئے ہے، خبر کا متعلق ''خاص'' ہے اور باء زائدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ '' (2، البقرۃ، آیت نمبر: 137) یعنی تو اگر وہ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لائیں، اس طرح حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھ سے قریب ہو اور میرے پاس اُس مرتبہ میں ہو جہاں ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہیں، اس میں تشبیہ ہے اور وجہ تشبیہ سمجھی نہیں گئی کہ علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز میں ہارون علیہ السلام کی طرح قرار دیا اس لئے آپ نے اس فرمان ''الا انہ لانبی بعدی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''، سے وضاحت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علی رضی اللہ عنہ سے

اپنے صحابہ کرام کے درمیان مواخات (2) قائم فرمائی تو علی رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا' جبکہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے: حضور آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی اور میرے اور کسی کے درمیان قائم نہیں فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

3/7551۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے یار و مددگار (3) ہیں۔ (ترمذی)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اتصال نبوت کی جہت سے نہیں تو خلافت کی جہت سے اتصال باقی رہا کیونکہ خلافت مرتبہ میں نبوت کے پیچھے ہے یا تو خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں رہے گی یا آپ کے وصال کے بعد، پھر یہ امکان ختم ہو گیا کہ خلافت آپ کے وصال کے بعد ہو گی، اس لئے کہ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وصال فرمایا تو یہ طے ہو چکا کہ خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں آپ کے غزوۂ تبوک کے لئے نکلنے کے موقع پر ہے۔ انتہی۔ صاحب مرقات نے کہا: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں جزوی خلافت آپ کے وصال کے بعد کُلّی خلافت کو نہیں بتاتی بطور خاص جب آپ نے مدینہ طیبہ کو اپنی واپسی کے ذریعہ اُنہیں اُس خلافت سے معزول کر دیا۔

(2) **قولہ اخی** (مواخات قائم فرمائی) ہمزہ کو مد ہے یعنی دین میں بھائی چارگی قائم فرمائی" **بین اصحابہ**" (اپنے صحابہ کے درمیان) یعنی دو دو کے درمیان جیسے ابوالدرداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما۔ (مرقات)

(3) **قولہ وھو ولی کل مؤمن** (اور وہ ہر ایمان والے کے یار و مددگار ہیں) یعنی اس کے محبوب ہیں جیسا کہ علامہ ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یا اُس کی مدد کرنے والے، جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ شیعہ نے اس روایت سے علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر یہ کہتے ہوئے غلط استدلال کیا ہے کہ "ولی" سے مراد معاملات کا ذمہ دار اور اس میں تصرف کرنے کا حق دار ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان" **وھو ولی کل مؤمن**" اللہ تعالی کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" (5، المائدۃ، آیت نمبر: 55) یقیناً تمہارے مددگار

4/7552۔حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے ادانہ کرے(4) مگر میں یا علی۔(ترمذی)

5/7553۔امام احمد رحمہ اللہ نے ابو جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اللہ اور اس کے رسول ہیں اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اپنے رب کے سامنے) جھکنے والے ہیں۔تفسیر کشاف میں مذکور ہے: کہا گیا کہ یہ آیت کریمہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے کفار کی دوستی سے منع فرمایا تو اس کے بعد اُن کا ذکر فرمایا جو اس کے لائق ہیں۔صاحب کشاف نے یہ بھی کہا: اگر تم کہتے ہو کہ یہ آیت کریمہ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں کیسے ہوسکتی ہے جب کہ آیت کریمہ میں مذکور لفظ جمع کا لفظ ہے تو میں کہتا ہوں جمع کا لفظ لوگوں کو اس جیسے عمل کی رغبت دلانے کے لئے لایا گیا تا کہ وہ ویسا ہی ثواب حاصل کریں اور اس بات پر متنبہ کیا جائے کہ ایمان والے کی طبیعت نیکی اور احسان پر حرص کی اس انتہاء میں ہونی چاہئیے۔قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ارشاد الہٰی ''وَهُمْ رٰكِعُوْنَ'' کا مطلب ہے: وہ اپنی نماز اور زکوۃ میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور کہا گیا کہ وہ حال ہے جو ''يُؤْتُوْنَ'' کے ساتھ خاص ہے یعنی وہ احسان کی حرص کرنے اور اس میں جلدی کرنے کی وجہ سے نماز میں بحالت رکوع زکوۃ ادا کرتے ہیں کیونکہ یہ آیت کریمہ علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہوئی جب کسی مانگنے والے نے آپ سے مانگا اس وقت آپ اپنی نماز میں رکوع کررہے تھے تو آپ نے اس کے لئے اپنی انگوٹھی نکال ڈالی۔انتھی۔علامہ سید معین الدین صفوی نے کہا: آیت کریمہ سے پہلے کا مضمون واضح طور پر بتاتا ہے کہ ولایت سے مراد معاملات کی ذمہ داری اور تصرف کا حق دار ہونا نہیں جیسا کہ شیعہ نے کہا بلکہ اُسے جمع کے لفظ سے ذکر کرنیکا مقصد صدقہ میں سبقت کرنے پر اُبھارنا ہے تو اُس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو سبقت سے کام لیتا ہے لہذا اس آیت کریمہ سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔(ماخوذ از مرقات)

(4) **قوله ولا یؤدی عنی** (اور میری طرف سے ادانہ کرے) یعنی عہد ختم نہ کرے ''الا انا و علی'' (مگر میں یا علی) ظاہر ہے کہ کہا جاتا ''میری طرف سے ادانہ کرے مگر علی''،لیکن آپ نے ''انا'' (میں یا علی) کو فرمایا تا کہ آپ کے فرمان ''علی منی و انا منه'' (علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں) میں اتصال کے معنیٰ کی تاکید ہوجائے، علامہ توربشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: عرب کی عادت تھی کہ جب اُن کے درمیان معاملہ برخاست کرنے یا پختہ کرنے سے متعلق اور صلح یا عہد ختم کرنے کے بارے میں کوئی گفتگو ہوتی تو کہا جاتا کہ اس کو ادا نہیں کرے گا مگر قوم کا سردار یا وہ شخص جو اُس سے قریبی رشتہ داری رکھتا ہو اور عرب ان کے علاوہ کسی سے معاملات قبول نہیں کرتے تو جب وہ

6/7554۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جس کا مددگار (5) ہوں علی اس کے مددگار ر ہیں۔(احمد، ترمذی)

7/7555۔ حضرت براء بن عازب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) سال آیا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ساتھ حج کرنے کا حکم فرمایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روانہ ہونے کے بعد آپ نے مناسب سمجھا کہ اُن کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمائیں تاکہ وہ مشرکین سے اُن کا عہد توڑ دیں اور اُن کے سامنے سورۂ براءۃ کی تلاوت کریں اور اس سورہ میں یہ ارشاد ہے: ''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَالْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا'' (9، التوبۃ، آیت نمبر: 28) یقیناً مشرکین ناپاک ہیں تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ اس سورہ میں اس کے علاوہ دیگر احکام ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا وہ علی رضی اللہ عنہ کو اس عزت افزائی کے لئے تھا اور یہ ذمہ داری ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد نہ کرنے کی وجہ بتلانا تھا، اسی لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو اُس وقت فرمایا جب وہ آپ کے پیچھے آپ سے آملے کہ آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور بن کر؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مامور بن کر آیا ہوں، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد ہوگی جیسا کہ محققین پر پوشیدہ نہیں (مرقات)

(5) **قولہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ** (میں جس کا مددگار ہوں علی اس کے مددگار رہیں) قاضی کی شرح مصابیح میں مذکور ہے: شیعہ نے کہا: مولیٰ کے معنی تصرف کرنے والے کے ہیں، اور اُنہوں نے کہا: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ہر اس چیز میں تصرف کے حق دار ہیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کا حق رکھتے اور اُس میں ایمان والوں کے معاملات بھی ہیں تو علی رضی اللہ عنہ اُن کے امام ہوئے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ بات درست نہیں کہ ولایت کو اُس امامت پر محمول کیا جائے جو دراصل مؤمنین کے امور میں تصرف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں مستقل تصرف کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کوئی اور نہیں، تو ضروری ہے کہ اس حدیث شریف کو محبت، اسلامی الفت اور اس جیسے معنیٰ پر محمول کیا جائے اھ، کہا گیا ہے کہ اس حدیث پاک کے وارد ہونے کا سبب جیسا کہ حافظ شمس الدین جزری نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یمن میں جو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اُنہوں نے کچھ گفتگو کی تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حج ادا فرمایا تو خطبہ میں علی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو بتلانے اور اس شخص کا رد کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا جس نے آپ کے بارے میں گفتگو کی جیسے بریدہ رضی اللہ عنہ جو کہ بخاری میں وارد ہے، امام ذہبی کی روایت کے مطابق جس کو اُنہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام غدیر (6) خم میں اُترے تو علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمنین کی جانوں سے زیادہ اُن کے قریب ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر ایمان والے کی جان سے زیادہ اُس کے قریب ہوں؟ اُنہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں آپ نے کہا: اے اللہ! میں جس (7) کا محبوب ہوں علی بھی اُس کے محبوب ہیں، اے اللہ! اُس شخص سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اس شخص سے دشمنی رکھ جو اُن

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) نے صحیح قرار دیا اُس کا سبب یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن روانہ ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے اُن کا نامناسب سلوک دیکھا یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی، جس کی وجہ سے آپ کا چہرۂ انور بدلنے لگا اور آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں ایمان والوں کے اُن کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں؟ اُنہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں جس کا مددگار رہوں علی اس کے مددگار ہیں۔ (مرقات)

مزید تفصیل عنقریب بعد والی حدیث میں آئے گی اُس کا مطالعہ کیا جائے کیونکہ وہ اس مضمون میں عمدہ بحث ہے۔

(6) **قولہ لمانزل** (جب مقام غدیر خم میں اُترے) یعنی اپنے صحابہ کرام کے نہایت بڑے مجمع کے ساتھ حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر یہاں اُترے، "**بغدیر خم**" خاء کو پیش اور میم کو تشدید ہے، جو مقام جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک جنگل کا نام ہے، وہاں ایک مشہور نہر ہے جو جنگل کی طرف جاتی ہے۔ (مرقات)

(7) **قولہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ** (میں جس کا دوست ہوں علی اُس کے دوست ہیں) شیعہ نے یہ استدلال کیا کہ یہ وہ دلیل ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو واضح بیان کرتی ہے کیونکہ اُنہوں نے کہا کہ مولیٰ کے معنی خلافت حقدار کے ہیں، ورنہ صحابہ کرام کو اس طرح جمع کرنے کی ضرورت نہ تھی، اور یہ اُن کا قوی ترین شبہ ہے جس کو علماء اہل سنت نے اس طرح دور کیا ہے کہ مولیٰ محبوب کے معنی میں ہے، اور علی کرم اللہ وجہہ ہمارے سردار اور محبوب ہیں، اور مولیٰ کے دوسرے کئی معنی ہیں جس کا ذکر کیا جا چکا، اُس میں "مددگار" اور اس جیسے معنی ہیں، اس لئے وہ آپ کی خلافت پر دلیل نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ صریح دلیل ہو، اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ "مولیٰ" خلافت کے حقدار کے معنی میں ہے تو اس سے بالآخر خلافت مراد ہوگی ورنہ یہ لازم آئے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خلیفہ ہیں، لہٰذا یہ بات طے ہوچکی کہ آپ خلیفہ اس وقت ہیں جب آپ کے لئے بیعت کی جائے تو تین خلفاء کا آپ سے پہلے ہونا اس کے خلاف نہیں، کیونکہ اس پر اُن حضرات کا اجماع ہوچکا جو اجماع میں معتبر ہیں یہاں تک کہ

سے دشمنی رکھے، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے ملاقات کر کے فرمایا: اے ابن ابی طالب ! مبارک ہو کہ آپ ہر ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے دوست ومحبوب ہو گئے ہیں۔(احمد)

8/7556۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم(8) میں ایک مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے کہ یہود نے اُن سے دشمنی کی یہاں تک کہ اُن کی والدۂ ماجدہ پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے اُن سے محبت کی یہاں تک کہ اُنہیں وہ درجہ دے دیا جو اُن کا حق نہیں، پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے متعلق دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے؛ ایک محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا جو میرے بارے میں ایسی باتیں کرے گا جو مجھ میں نہیں دوسرا دشمنی رکھنے والا جس کو میری دشمنی اس بات پر ابھارے گی کہ مجھ پر تہمت لگائے گا۔(احمد)

9/7557۔حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) علی رضی اللہ عنہ اس اجماع میں داخل ہیں پھر آپ کا اپنی خلافت کے دور تک اس سے استدلال کرنے سے خاموش رہنا تھوڑی سی عقل رکھنے والے کے لئے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے جان لیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی آپ کی خلافت پر دلیل نہیں، اس کے ساتھ ساتھ علی رضی اللہ عنہ نے خود یہ صراحت فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آپ کے حق میں وضاحت فرمائی نہ دوسروں کے حق میں، پھر اس حدیث پاک کے خبر واحد ہونے کے ساتھ ساتھ اس صحت میں اختلاف کیا گیا ہے، تو شیعہ کے لئے کیسے جائز ہے کہ خلافت کی احادیث میں تواتر کی اُس شرط کی مخالفت کریں جس پر سب نے اتفاق کیا اسکے سوا کچھ نہیں کہ یہ صریح تناقض اور بدترین تعارض ہے۔(مرقات)

(8) **قوله فيک مثل** (تم میں ایک مثال ہے) یعنی تمہارے اندر مشابہت ہیں "من عیسی" (حضرت عیسیٰ سے) یعنی دو ایک دوسرے کی مخالف دو قوموں سے دو تعارض والی وجوہات کے ساتھ مشابہت ہے، "ثم قال" یعنی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیث کا یہ حصہ موقوف روایت کے درجہ میں ہے "رجـــلان" یعنی دونوں میں سے ایک رافضی ہے اور دوسرا خارجی ہے "یقرظنی" تشدید والی راء کو زیر ہے یعنی ایسی صفات سے میری تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں، یعنی مجھے تمام صحابہ پر فضیلت دے گا یا انبیاء کرام پر فضیلت دے کر اُلوہیت ثابت کرے گا جیسے فرقۂ نصیریہ "ومبغض" (دشمنی رکھنے والا) آپ نے یہاں "مفرط" (حد سے آگے بڑھنے والا) نہیں فرمایا کیونکہ دشمنی سرے سے ممنوع ہے برخلاف محبت کے کہ وہ تو پسندیدہ ہے۔(مرقات)

اُس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان دار کو پیدا کیا! نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا(9) کہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن اور مجھ سے دشمنی نہیں رکھے گا مگر منافق۔(مسلم)

10/7558۔اور ابن عدی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان ہے اور اُن سے دشمنی کفر ہے۔

11/7559۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا اور کوئی مؤمن اُن سے دشمنی نہیں کرے گا۔(احمد، ترمذی)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن غریب ہے۔

12/7560۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بُھنا ہوا پرندہ موجود تھا تو آپ نے دعاء فرمائی: اے اللہ! میرے پاس اُس شخص کو بھیج(10) جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ اس کو میرے ساتھ کھائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(9) **قولہ لعھد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم الیّ** (مجھ سے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا) یعنی مجھے اس بات کو یہاں تک کہ تاکید اور مبالغہ کے ساتھ فرمایا گویا آپ نے مجھ سے عہد فرمایا ہو "ان لا یحبنی" (کہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا) یعنی مجھ سے کسی کمی بیشی کے بغیر جائز اور واقع کے مطابق محبت نہیں تاکہ کرے گا نصیری اور خارجی نکل جائے "الا مؤمن" (مگر مؤمن) یعنی کامل ایمان والا تو جس نے آپ سے محبت کی اور شیخین سے دشمنی رکھی مثال کے طور پر تو اُس نے بھی آپ جائز محبت نہیں کی، "الا منافق" (مگر منافق) یعنی حقیقی یا حکمی منافق۔(مرقات)

(10) **قولہ اللھم ائتنی باحب خلقک الیک الخ** (اے اللہ! میرے پاس اُس شخص کو بھیج جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو) امام تورپشتی نے کہا: ہم اگرچہ بحمداللہ علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، پیش قدمی، اسلام میں آپ کے اولین کارنامہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داری اور دین میں آپ کے ساتھ مواخات کی خصوصیت سے ناواقف نہیں اور آپ کی محبت کے باعث اس سے قوی تر اور بہتر ہم استدلال کرتے ہیں جو آپ کی محبت میں غلو کرنے والے دعوٰی کرتے ہیں لیکن ہم غلو کرنے والوں کی تحریف، جاہلوں کی تاویل اور باطل پرستوں کی غلط بیانی کے اندیشہ سے اس بارے میں ان جیسی احادیث شریفہ کو بیان کرنے سے روگردانی اختیار نہیں کریں گے اور یہ ایسا بیان ہے جس کی حفاظت کرنے اور اس کا دفاع کرنے کا حکم دیا گیا تو ہمارے لئے سزاوار ہے

خدمت میں علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اُنہوں نے آپ کے ساتھ تناول کیا۔(ترمذی)۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کہ اس بارے میں حق کی مدد کریں اور راست گوئی کو پیش نظر رکھیں اور یہ ایسی حدیث ہے جس میں بدعتی دھوکہ دیتا ہے اور غلط بیانی کرنے والا اس میں اپنا مطلب ملاتا ہے تاکہ اُسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اُس خلافت میں طعن کرنے کا ذریعہ بنائے جو ایسا پہلا حکم ہے جس پر اس امت کے مسلمان متفق ہوئے اور ایسا مضبوط ستون ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کو قائم رکھا گیا ہے، تو ہم کہتے ہیں۔توفیق اللہ ہی کی وجہ سے ہے۔ یہ حدیث اپنی سند کی وجہ سے اُن احادیث صحیحہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے اور امت میں سب سے بہتر ہونے کے قول کے دلائل ہیں جس کے ساتھ صحابہ کرام کا اجماع شامل ہے کیونکہ اس میں اہل نقل کا کلام ہے اور اس جیسی احادیث شریفہ کو خلاف اجماع معنیٰ پر محمول کرنا' جائز نہیں خاص طور پر وہ صحابی اُسے روایت کررہے ہوں جو اجماع میں داخل ہیں اور اپنی عمر بھر اس پر قائم رہیں اور اُن سے اس کا خلاف منقول نہیں تو اگر اُن سے یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی ایسے معنی میں تاویل کی جائیگی جس سے اُن کا اعتقاد نہ ٹوٹا ہو اور وہ معنی یہ ہے کہ فرمان عالی" باحب خلقک " کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے" میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تیرے نزدیک تیری مخلوق میں پسندیدہ بندوں میں ہو' اس طرح اس میں آپ کے ساتھ دوسرے صحابہ شریک ہوں گے اور وہ سب امت کے اجماع کی وجہ سے افضل ترین ہیں اور یہ فرمان ان کے اس قول کی طرح ہے: فلاں شخص لوگوں میں سب سے زیادہ عقل والا اور فضیلت والا ہے یعنی زیادہ عقل والوں اور فضیلت والوں میں ہے، اور جس وجہ سے تمہیں واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا' ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں شامل ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہیں تو اگر کہا جائے: وہ ایسی چیز ہے جو شریعت کی اصل سے معلوم ہے تو ہم کہتے ہیں: ہم جس مضمون میں گفتگو کررہے ہیں وہ بھی صحیح دلائل اور اجماع امت کے ذریعہ معلوم ہے تو اس حدیث پاک کی وہ تاویل کی جائیگی جو ہم نے ذکر کی یا کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے اپنے چچازاد بھائیوں اور رشتہ داروں میں اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب ترین مراد لیا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمان کو مطلق رکھتے ہیں اور اسے مقید مراد لیتے ہیں، عام بیان فرماتے ہیں اور خاص مراد لیتے ہیں تو اس بات کو سمجھ والے حال اور وقت یا متعلقہ معاملہ کے پیش نظر جان لیتے ہیں، ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا وہ توجیہ جس کا مقام تقاضا کرتا ہے پہلی توجیہ ہی ہے اور اس کی مثال ایسے اعمال سے متعلق لفظ' افضل الاعمال '' (سب سے زیادہ فضیلت والا عمل) کے ساتھ وارد احادیث شریفہ ہیں جن کی تطبیق اس کے علاوہ نہیں کی جاسکتی کہ بعض اعمال کے بارے میں تقدیری عبارت " من افضلھا'' (سب سے زیادہ فضیلت والے اعمال میں) قرار دی جائے۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

13/7561۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن(11) فرمایا: میں کل ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جن کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا فرمائیگا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، جب لوگ صبح کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ سب امید لگائے تھے جھنڈا اس کو دیا جائیگا، تو آپ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اپنی دونوں آنکھوں میں تکلیف محسوس کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو بلانے کے لئے بھیجو، آپ کو بلا کر لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا، وہ ایسے ہوگئے گویا ان کو کوئی بیماری نہیں تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت علی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان سے جنگ کروں یہاں تک

---

(11) **قولہ یوم خیبر**. یعنی خیبر کے محاصرے کے زمانہ میں آخری دن کیونکہ بخاری شریف میں ہے: اس رات کی شام میں جس کی صبح اللہ نے خیبر کی فتح عطا فرمائی۔ **وقولہ کلھم یرجون** یعنی سب حضرات اس کی آرزو وتمنا رکھتے تھے کہ 'جھنڈا' جو فتح کی علامت ہے اس کو دیا جائیگا، ''یرجون'' میں جو جمع کا صیغہ ہے کلھم کے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور لفظ 'یعطا' واحد لایا گیا، اس میں لفظ کی رعایت پیش نظر ہے اور اس میں ایک لطیفہ ہے کہ امید وآرزو تو سارے لوگوں کو ہے مگر عطاء کرنا تو بس ایک کو ہے، **وقولہ این علی بن ابی طالب** گویا حضور نے ان کے اس جیسے موقعہ پر حضور کے دربار میں حاضر نہ رہنے کو بعید سمجھا۔ خصوصاً جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا الخ اور سارے لوگ اس امید میں تھے کہ وہ خوش نصیبی اس کے حصہ میں آئیگی۔

وقولہ حتی یکونوا مثلنا یعنی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔

وقولہ علی رِسْلک راء کو کسرہ (زیر) اور سین کو جزم ہے، اپنی نرمی کے ساتھ۔

وقولہ واخبرھم بما یجب علیھم من حق اللہ فیہ یعنی ان کو اللہ کا حق بتاؤ جو اسلام میں ان پر واجب ہے اور یہاں پر عبارت محذوف ہے یا اجمالی جملہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ حقیقتاً مسلمان ہوجائیں یا حکماً مسلمان ہوجائیں یا مطلب یہ ہیکہ وہ تابعدار ہوجائیں۔ (ماخوذ از مرقات)

کہ وہ لوگ ہمارے مثل ہوجائیں، آپ نے فرمایا: اپنی نرمی کے ساتھ جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں اتر جاؤ، تم ان کو اسلام کی طرف بلاؤ اور ان کو اللہ کا حق بتاؤ جو اسلام میں ان پر واجب ہے اور اللہ کی قسم! اللہ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

14/7562۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں بیمار تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں کہہ رہا تھا ''**اللهم ان كان اجلى قد حضر فارحنى الخ**'' اے اللہ! اگر میری وفات کا وقت آ گیا ہے تو مجھے راحت عطا فرما اور اگر تاخیر ہے تو مجھے صحت (12) عطا فرما اور اگر آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا فرما، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ تو انہوں نے دوبارہ اس کو سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قدم سے ضرب لگایا اور فرمایا: اے اللہ! تو ان کو عافیت عطا فرما یا شفاء عطا فرما - راوی کو شک ہے - تو وہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد میری اس بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔

اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی)

15/7563۔ حضرت ابورافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، فرمایا: ہم حضرت علی کے ساتھ تھے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا جھنڈا دیکر روانہ فرمایا، جب آپ قلعہ کے قریب ہوگئے تو اہل قلعہ آپ کی طرف نکل آئے تو آپ نے ان سے جنگ کی اور

---

(12) **قوله فارفَغْنی** (مجھے صحت دے) 'فا' کو زبر (فتحہ) غین معجمہ کو جزم ہے یعنی مجھے صحت دیکر میری زندگی میں وسعت عطاء فرما اور ایک صحیح نسخہ میں عین مہملہ ہے یعنی مرض کو مجھ سے دور کردے۔ (مرقات)

قوله یاعلی سحر . یعنی سحر کے اول اوقات میں۔

قوله فاقول السلام علیک یانبی الله . یہ اجازت طلب کرنے کا سلام تھا۔

فان تنحح . اگر سلام کا جواب دینے کے ساتھ کھنکار دینے یا سلام کا جواب دیئے بغیر ہی کیونکہ اجازت کے سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں اس میں بحث ہے۔ (مرقات)

یہود میں سے ایک شخص آپ پر ضرب لگایا اور اپنی ڈھال کو ہاتھ سے ڈال دیا تو حضرت علی نے ایک دروازہ کولیکر جو قلعہ کے پاس تھا اپنے لئے ڈھال بنالیا اور وہ مسلسل آپ کے ہاتھ میں رہا حتی کہ اللہ نے آپ کے ہاتھ پر کامیابی عطا فرمائی، پھر جس وقت فارغ ہوئے اس کو ہاتھ سے ڈال دیا اور اپنے آپ کو ان سات اشخاص میں جن میں کا میں آٹھواں تھا اس دروازے کو پلٹانے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا، ہم اس کو پلٹا نہیں سکے۔ امام احمد نے اس کو مناقب میں روایت کیا ہے۔ (احمد)

16/7564۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجھے مقامِ قرب تھا جو مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں تھا، میں آپ کے پاس سحر کے اولِ وقت حاضر ہوتا اور عرض کرتا السلام علیک یا نبی اللہ! آپ اگر کھنکار دیتے تو اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاتا ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ (نسائی)

17/7565۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے لئے اپنا پیام بھیجا تو آپ نے فرمایا وہ چھوٹی ہے پھر حضرت علی نے ان کو اپنا پیام (13) بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حضرت علی سے نکاح کر دیا۔ (نسائی)

18/7566۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور ایک روایت میں ہے میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ (14) ہیں (ترمذی)

19/7567۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

---

(13) **قوله ثم خطبها عليّ فزوجها منه.** اس سے یہ خیال کرنا کہ حضرت علی کو ان دونوں سے افضلیت حاصل ہے، صحیح نہیں کیونکہ وہ چھوٹی ہے یعنی ان دونوں بزرگوں کی بڑی عمریں ہیں اور حضرت علی سے نکاح کروادیا اس لئے کہ ان کی عمروں میں مناسبت ہے۔ (مرقات)

(14) **قوله وعلى بابها.** علامہ طیبی نے فرمایا: ہوسکتا ہے حضرات شیعہ نے اس حدیث شریف کی اس تمثیل سے استدلال کیا ہو کہ حضور کے علم وحکمت کو حاصل کرنا حضرت علی سے مختص ہے، علی رضی اللہ عنہ کے واسطے کے بعد کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتا کیونکہ گھر میں دروازے سے داخلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ

علیہ وسلم نے لشکر روانہ فرمایا جس میں حضرت علی بھی تھے، وہ فرمائیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ فرماتے ہوئے سنی ہوں اے اللہ تو مجھے وفات نہ دینا حتی کہ تو مجھے علی کو دکھادے۔(ترمذی)

20/7568۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ طائف کے (15) دن حضرت علی کو بلایا اوران سے سرگوشی کی لوگوں نے کہا حضور نے اپنے

(**حاشیہ پچھلے صفحہ سے**) اَبْـوَابِهَـا''(2،البقرۃ،آیت نمبر:189)(گھروں میں دروازوں سے آؤ)اس میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، جنت کا گھر تو حکمت کے گھر سے زیادہ وسیع نہیں ہے اوراس کے لئے آٹھ(8)دروازے ہیں،اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے علی رضی اللہ عنہ کہ اس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں لیکن تخصیص کرنے میں عظمت کا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض دوسرے صحابہ کی نسبت سے زیادہ عظمت وزیادہ علم والے ہیں اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اصحابی کا لنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم سے معلوم ہوتا کہ تمام صحابہ اپنے انوار ہدایت کے مراتب کے فرق کے ساتھ دروازوں کے درجہ میں ہیں،اوراس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تابعین رضی اللہ عنہم نے شریعت کے مختلف علوم قراءۃ،تفسیر،حدیث شریف اورفقہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوادوسرے صحابہ سے بھی لئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دروازہ ہونا صرف آپ میں ہی منحصر نہیں ہے۔

مگر یہاں آپ کے ساتھ باب قضاء کو مختص کیا جائے جیسا کہ آپ کی شان میں انـه اقضاكم آیا ہے،آپ فیصلہ کرنے میں تم میں آگے ہیں،اورحضرت اُبَیّ کی شان میں انـه اقرأكم اورحضرت زید بن ثابت کی شان میں انه افرضكم اورحضرت معاذ بن جبل کی شان میں انـه اعلـمكـم بالحلال والحرام آیا ہے۔یہ تمام تفصیل مرقات میں ہے(مرقات)

اورصاحب الکوکب الدری نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد انـادار الـحكمة سے علم باطن مراد ہے کیونکہ اکثر سلاسل سیدنا علی رضی اللہ عنہ پرختم ہوتے ہیں اورانہوں نے اپنے حاشیہ میں فرمایا هذا اوجه وافيد یہ بات زیادہ بہتر ہے اورزیادہ مفید ہے اورمشاہدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے اوراس میں اس جانب اشارہ ہے جو شخص علوم حکمت اورحقائق چاہتا ہے تو اس کو مشائخ کے سلاسل سے وابستہ ہونا چاہئے(الكوكب الدري)

چچازاد بھائی کے ساتھ طویل سرگوشی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔(ترمذی)

21/7569۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے(16) جائز نہیں کہ اس مسجد سے جنابت کی حالت میں گزرے۔

علی بن منذر نے کہا کہ میں نے ضرار بن صرد سے کہا کہ اس حدیث شریف کے کیا معنیٰ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے جائز نہیں کے جنابت کی حالت میں اس میں راستہ بنائے۔(ترمذی)

22/7570۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے دروازے کے سوا تمام دروازوں کو بند کردینے کا حکم(17) فرمایا۔(ترمذی)

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

---

(15) **یوم الطائف**: ایک شارح نے بیان کیا کہ جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو طائف کی طرف روانہ فرمایا،اور **انتجاہ** یہ نجویٰ باب افتعال سے ہے یعنی آپ نے ان سے آہستہ سے گفتگو کی اور اس کو نجویٰ فرمایا ،**فقال الناس** میں ناس سے مراد منافقین ہیں یا عام لوگ مراد ہیں۔(مرقات)

(16) **قوله لا یحل لأحد یجنب**. یاء کو پیش اور نون کو کسرہ (زیر) علامہ طیبی نے فرمایا لا یحل کا فاعل ان یجنب ہے اور **فی هذا لمسجد** یجنب کا مفعول فیہ ہے، **غیری و غیر ك** کو استثناء کی بناء پر زبر (نصب) اور **لا یحل لا حد یستطرقه جنبا غیر و غیرک** کیونکہ یہ صرف ان دونوں حضرات کے گھر کا راستہ تھا،علامہ طیبی نے فرمایا **هذا المسجد** کے اشارہ سے یہ معلوم ہوتا ہے یہ حکم اس مسجد کے ساتھ خاص ہے دوسری مساجد کے لئے نہیں ہے۔

اور یہ صرف اس لئے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ اور اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف کھلتا تھا اور حضرت ابن عباس کی حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے حضرت علی کے دروازے

23/7571۔ متفق علیہ (بخاری ومسلم) میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی دروازہ باقی (18) نہ رہے مگر وہ بند کردیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے (متفق علیہ)

کے سوا تمام دروازوں کو بند کردینے کا حکم فرمایا۔(مرقات)

(17) **امر بسد الابواب الا باب علي .** آپ نے اسی لئے فرمایا میرے اورتمہارے سوا کسی کے لئے جنابت کی حالت میں اس مسجد سے گزرنا جائز نہیں ہے۔(مرقات)

(18) **قولہ لایبقین** یاء کوزبر ہے اورنون تاکید کا ہے اوربعض محدثین نے یاء کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے مگر پہلی روایت واضح ہے **قولہ الا سد** سین کو پیش ہے اور مالک کی روایت میں باب جگہ خوخہ ہے اورخوخہ دیوار میں اس کھڑکی کو کہتے ہیں جو روشنی کے لئے کھولی جاتی ہے اس کے لئے اوپر ہونا شرط نہیں ہے اورجب وہ نیچے ہوتو مطلوبہ مقام تک قریب سے پہنچنے کے لئے اس کو راستہ بنایا جاسکتا ہے اوریہاں یہی مطلوب ہے۔اوراسی کو باب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قولہ الاباب ابی بکر . یہ استثناء مفرغ ہے مطلب یہ ہے کہ کسی دروازے کو بند کئے بغیر مت چھوڑ وسوائے ابوبکر کے دروازے کے تم اس کو بند کئے بغیر رکھو۔

علامہ خطابی اورابن بطال نے فرمایا اوردوسرے محدثین نے بھی فرمایا کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر کی خصوصیت واضح ہے اوراس میں آپ کی خلافت کے استحقاق کا قوی اشارہ ہے بالخصوص جب کہ یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخر زمانہ میں اس وقت کا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ سوائے ابوبکر کے کوئی امامت نہ کریں یہ فتح الباری میں ہے اورعلامہ عینی نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ جو روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازے بند کردو اس حدیث کو امام ترمذی نے فرمایا علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازے بند کردو اس حدیث کو امام ترمذی نے فرمایا یہ غریب ہے اورامام بخاری نے فرمایا **الاباب ابی بکر** والی حدیث اصح ہے۔

امام حاکم نے فرمایا **الاباب علی** والی حدیث میں مسکین بن بکیر متفرد ہیں۔ابن عساکر نے فرمایا یہ وہم ہے ابراہیم بن مختار نے اس کی متابعت کی ہے۔(عینی)

علامہ ابن جوزی نے فرمایا یہ روایت موضوع ہے روافض نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مقابلہ میں اس کو گھڑلیا ہے۔لیکن شیخ ابن حجر نے اسکا رد کیا ہے اورفرمایا ہے کہ انہوں نے اس میں بڑی غلطی کی ہے کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنا، ممکن ہے کیونکہ دروازوں کو بند کرنے کا حکم دومرتبہ صادر ہوا ہے، پہلے وقت میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنیٰ کیا گیا جس میں کہا گیا تھا اس مسجد میں میرے اورتمہارے سوا کسی کو بھی جنابت کی حالت میں راستہ

24/7572۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علی کو برا کہے وہ مجھ کو برا کہا(19)۔(احمد)

25/7573۔حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے حضرت علی کی شان میں برا کہا تو حضرت عمر نے اس سے کہا: کیا تو اس قبر شریف کے مکین کو جانتا ہے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب، حضرت علی کا ذکر کرو تو صرف خیر (20) سے کرو، کیونکہ اگر تو ان کی اہانت کرے گا تو قبر مبارک کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائیگا۔صلی

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) بنانا (گزرنا) جائز نہیں ہے اور یہ حکم مرض الوفات سے ایک مدت پہلے کا ہے اور یہ دوسری مرتبہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ کیا گیا یہ مرض الوفات کے زمانہ کا ہے پھر یہ کہ دوسری مرتبہ کا حکم خوخہ کھڑکی سے متعلق ہے اور پہلی مرتبہ کا حکم دروازے سے متعلق ہے۔

لیکن یہ سب اس وقت صحیح ہے جب کہ حضرت علی کے حصہ میں باب کے حقیقی معنی مراد لیں اور حضرت ابوبکر کے حصہ میں باب کے مجازی معنی یعنی خوخہ کھڑکی مراد لیں، ان کو جب دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ دروازے بند کردئے اور کھڑکیاں بنائے اس طرح جمع کرنے کو علامہ طحاوی، علامہ کلاباذی ان کے سوا دوسرے محدثین نے ذکر کیا ہے (توشیح)

(19) **قوله من سب عليا فقد سبني.** اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت علی کو برا کہنا کفر ہے یا وہ تہدید و وعید پر محمول ہے یا اس کو حلال سمجھنے پر مبنی ہے حقیقت حال اللہ خوب جانتا ہے (مرقات)

(20) **قوله لا تذكر عليا الا بخير** صاحب مشکوۃ نے فرمایا آپ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے، اکثر رویات میں ہے آپ مرد حضرات میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں اس وقت آپ کی عمر کیا تھی اس میں اختلاف ہے کیا گیا ہے کہ پندرہ (15) سال تھی اور ایک قول میں آٹھ (8) سال اور ایک قول میں ہے دس (10) سال تھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے سوا مابقی تمام غزوات میں شریک رہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کی حفاظت کے لئے خلیفہ بنایا تھا اور فرمایا تھا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہوں گے کہ تم میرے پاس ایسے مرتبہ میں رہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھے آپ نہایت گندمی رنگ کے تھے، دونوں آنکھیں بڑی بڑی تھیں، آپ مائل بہ پست قد تھے آپ کے شکم مبارک پر بال زیادہ تھے آپ کی ریش مبارک چوڑی گھنی تھی سر کے

اللہ علیہ وسلم- (امام احمد نے مناقب میں اس کو روایت کیا ہے)۔

الحمدللہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان ختم ہوا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(**حاشیہ پچھلے صفحہ سے**) بال نکال دیتے تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن خلیفہ بنائے گئے 35ھ 18رذوالحجہ اور ہفتہ کا دن، اور عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے جمعہ کی صبح 17رسترہ رمضان 40ھ کوفہ میں آپ پر وار کیا اس وار کے تین (3) دن بعد انتقال فرمائے آپ کے دونوں شہزادے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت جعفر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور بوقت سحر تدفین عمل میں آئی اور آپ کی عمر شریف ترسٹھ (63) سال تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے پینسٹھ اور ایک قول ستر (70) سال اور ایک قول اٹھاون (58) سال بھی اور آپ کی خلافت کی مدت چار (4) سال نو (9) مہینے اور چند دن ہے آپ سے آپ کے شہزادگان امام حسن وامام حسین نے اور صحابہ وتابعین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔

(35/268) بَابُ مَنَاقِبِ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ– رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ–

عشرۂ (1) مبشرہ رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان

1/7574۔حضرت علی(2) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پررحم فرمائے(3) اُنہوں نے میرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کردیا، دارالہجرۃ مدینہ طیبہ تک مجھے پہنچایا(4) غار میں میرے ساتھ رہے اوراپنے مال سے بلال کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ عمر پررحم فرمائے حق کہتے ہیں اگرچہ وہ کڑوا ہو، حق نے اُنہیں اس حالت پر چھوڑا کہ اُن کا کوئی دوست نہیں، اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے فرشتے اُن سے حیاء کرتے ہیں اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے، اے اللہ!

---

(1) **قولہ: مناقب العشرۃ المبشرۃ.** (عشرۂ مبشرہ کے مناقب) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چار خلفاء راشدین کے بعد صحابہ کے درمیان سب سے فضیلت والے باقی عشرۂ مبشرہ ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے نقایہ میں صراحت کی ہے۔(مرقات)

(2) **قولہ: عن علی.** (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) یہ بات پوشیدہ نہیں کہ سابق میں ابواب کی ترتیب کا تقاضا ہے کہ ان چار خلفاء کے مناقب سے متعلق یہاں ایک باب باندھتے، شاید اُنہوں نے ان روایتوں پر اکتفاء کیا جو محدثین عشرۂ مبشرہ کے بیان کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں، اور یہ حدیث شریف بطور خاص چار خلفاء سے متعلق ہے۔(مرقات)

(3) **قولہ: رحم اللّٰہ ابا بکر.** (اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے) اس میں زندہ افراد کے لئے رحمت کی دعاء رحمہ اللہ کہنا جائز، معلوم ہوتا ہے۔(مرقات)

(4) **قولہ: حملنی الی دار الھجرۃ.** (مجھے دارالہجرۃ مدینہ طیبہ تک پہنچایا) یعنی مجھے اپنے اونٹ پر سوار کیا اگرچیکہ اس کی قیمت قبول کیا ہے، **قولہ: واعتق بلالا من مالہ** (اور بلال کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا) یعنی اور آخر کار بلال کو میرے خدمت گزار بنادیا، **وقولہ: ومالہ من صدیق** (کہ اُن کا کوئی دوست نہیں) یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی اُن کا حق بات کہنا انہیں اس صفت سے متصف کیا۔ **وقولہ: ادر الحق** (حق کو پھیردے) یہ لفظ ''ادارۃ'' سے فعل امر ہے یعنی حق کو اُن کے ساتھ پھرنے والا اور چلنے والا بنادے۔(مرقات)

حق کو علی کے ساتھ رکھئے جدھر بھی وہ رہیں۔(ترمذی)

2/7575۔انہی سے روایت ہے فرمایا عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے بعد امیر کس کو(5) بنائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم ابوبکر کو امیر (خلیفہ) بناؤ گے تو اُنہیں امانت دار، دنیا سے بے رغبت، آخرت کی رغبت رکھنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو اُنہیں قوت دار، امانتدار پاؤ گے کہ وہ اللہ کے لئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور اگر تم علی کو امیر بناؤ گے اور میں نہیں سمجھتا(6) کہ تم ایسا کرو گے تو اُنہیں ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر قائم چلائیں گے۔(احمد)

---

(5) قولہ: من نؤمر. (ہم امیر کسے بنائیں؟) نون کے پیش، ہمزہ کے زبر اور میم کو تشدید اور زیر کے ساتھ پھر راء ہے، یعنی ہم اپنے لئے امیر کس کو بنائیں؟ وقولہ تجدوہ امینا (تم اُنہیں امانت دار پاؤ گے) یعنی دیندار جو امانت داری کے ساتھ انصاف کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، زاھدا فی الدنیا راغبا فی الاخرۃ (دنیا سے بے رغبت، آخرت کی رغبت رکھنے والا) اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ خلیفہ اس صفت کا ہونا چاہئے۔
وقولہ: قویا. (قوت دار) یعنی بارِ امارت کے بوجھ کو اُٹھانے پر قدرت والا، امینا (امانت دار) یعنی اُس سے خیانت نہیں ہوتی، لایخاف فی اللہ لومۃ لائم (وہ اللہ کے لئے ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے) یعنی وہ دین کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے، مطلب یہ ہے کہ وہ دین میں مضبوط ہیں جب دین کے امور میں سے کوئی معاملہ انجام دینے لگتے ہیں تو کسی انکار کرنے والے کے انکار سے نہیں ڈرتے اور اسے......کی طرح کرگزرتے ہیں۔؟

(6) قولہ: ولا اُراکم. (میں نہیں سمجھتا) ہمزہ کے پیش کے ساتھ یعنی حال یہ ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ تم اُنہیں خلیفہ بناؤ گے ان کی خلافت کی صورت میں اختلاف کے بغیر، تم اُنہیں ہدایت دینے والا یعنی کامل طور پر رہنمائی کرنے والا پاؤ گے، ہدایت یافتہ یعنی کامل ہدایت پائے ہوئے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے امت! یہ معاملہ تمہارے سپرد ہے اس لئے کہ تم لوگ امانت دار و مجتہد ہو، اجتہاد میں درستگی کو پانے والے ہو اور تم محض حق پر ہی اتفاق کرو گے اور یہ مذکورہ صحابہ با کمال جماعت کی طرح ہیں کیا معلوم خلافت کے مستحق ہونے کے جو دلائل دئے جاتے ہیں اُن میں کون سب سے زیادہ کمال والے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہلے ذکر کرنے میں آپ کے اول ہونے کی جانب اشارہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وضاحت کے ساتھ ذکر نہیں

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

3/7576۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا آپ خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تمہارے لئے خلیفہ بناؤں پھر تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کروگے تو عذاب نازل ہوگا۔

4/7577۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا(7): اس جماعت سے زیادہ اس معاملہ کے کوئی حقدار نہیں جن سے خوش رہ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرمائے(8) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی' حضرت عثمان حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد' اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے(9)۔(بخاری)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) فرمایا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں آپ کے فرمان ''میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کروگے'' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ہیں اور یہ بھی رہنمائی ہے کہ حضرت عمر سے ان کے وصال کے وقت مشورہ لیا جائے، پھر جس نے کہا کہ ارشاد نبوی ''میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کروگے'' حضرات عمر و علی رضی اللہ عنہما دونوں کی خلافت سے متعلق ہے' اُنہوں نے بڑی بعید بات کہی، ہاں یہ مطلب ہوسکتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ تم علی کو سب سے پہلے خلیفہ بناؤ گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور تقدیر جانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اُن کی عمروں سے زیادہ دراز ہے تو اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ بنایا جاتا تو اُن حضرات کی خلافت چھوٹ جاتی حالانکہ خلافت ان کے لئے بھی لکھ دی گئی ہے لہذا یہ طے ہوچکا کہ تم علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ نہیں بناؤ گے اور ظن (گمان) بمعنی یقین ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے اور وہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔(مرقات، تھوڑے اضافہ کے ساتھ)

(7) **قولہ: قال.** (انہوں نے فرمایا) یعنی اپنے وصال کے قریب مشورہ کے دن فرمایا، اس معاملہ کے اُن سے زیادہ کوئی حقدار نہیں یعنی خلافت کے معاملہ کے۔(مرقات)

(8) **قولہ: وھم عنھم راض.** (جن سے خوش رہ کر) اُنہوں نے حقدار ہونے کی علت بیان کی اس بات کے ذریعہ ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے راضی ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ سے راضی رہے تو خوشنودی سے خصوصی خوشنودی مراد ہے اور اسی سے وہ حضرات خلافت کے مستحق ہوتے ہیں۔(ماخوذ از مرقات)

5/7578۔حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: میں حضرت عائشہ

(9) **قولہ: فسمی علیا وعثمان الخ** (پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی، حضرت عثمان......) جان لو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دس میں سے چھ پر اکتفا کرنے میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ حضرت عمر خود اُن میں داخل ہیں اور اسی طرح حضرت ابوبکر اُن میں شامل ہیں اور اُنہی میں حضرت ابوعبیدہ ہیں جو پہلے وصال کر چکے اور حضرت سعید بن زید تو حضرت عمر کے چچازاد بھائی ہیں اس لئے حضرت عمر نے تہمت سے بری ہونے میں مبالغہ کے طور پر اُن کا ذکر نہیں کیا۔

چار حضرات کی ترتیب میں حکمت وہ ہے جو بعض عارفین نے بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ان میں سے ہر صحابی منصب خلافت سے مشرف ہوں اور اللہ کا معاملہ طے شدہ ہے اور وہ کتاب میں لکھا ہوا ہے، علامہ محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے قرب اور مرتبہ، کے باوجود اُنہیں مشورہ میں کیوں شریک نہیں کیا تو علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو بدری مہاجرین سابقین میں رکھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مہاجر نہیں، نہ سابقین میں ہیں اور نہ بدری ہیں اور حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہم جنگ بدر میں شریک رہنے والوں کے حکم میں ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حضرات کو جنگ بدر کا حصہ اور اس کا اجر عطا فرمایا، پھر جان لو کہ امامت یا تو ارباب حل وعقد کی جانب سے ایسے شخص مقرر کرنے کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے جو امامت کے اہل ہیں جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا لائق افراد میں سے کسی ایک کو جانشین بنانے کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور افضل شخصیت کے موجود ہونے کے باوصف مفضول کو امام مقرر کرنا' جائز ہے خلفاء راشدین کے بعد علماء کے اس بات پر اتفاق کی وجہ سے کہ قریش کے کسی شخص کو انہی میں سے اس سے افضل شخص کے پائے جانے کے باوجود امام بنایا جاسکتا ہے اور اسلئے کہ حضرت عمر نے خلافت کو چھ حضرات کے درمیان رکھا، اُن میں حضرات عثمان وعلی رضی اللہ عنہما ہیں اور یہ دونوں حضرات عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اپنے زمانہ کے افضل ترین حضرات ہیں تو اگر خلافت کے لئے افضل شخص طے ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہما کو مقرر فرماتے، اُن کا مقرر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں حضرات کی موجودگی میں دونوں کے علاوہ کسی کو خلیفہ مقرر کرنا' جائز ہے کیونکہ کبھی غیر افضل، دینی مفادات حاصل کرنے پر افضل شخص سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، مملکت کی تدبیر کو زیادہ جاننے والا، رعایا کی حالت کے سدھار کے زیادہ موافق اور فتنہ کے ختم ہونے میں زیادہ مضبوط ہوتا ہے اب رہا خلیفہ میں معصوم ہونے، ہاشمی ہونے اور اس کے ہاتھوں پر کوئی معجزہ ظاہر ہونے کی شرط لگانا جس سے اُس کی سچائی معلوم ہو' تو یہ شیعہ کی خرافات اور اُن

سے سنا(10) جبکہ اُن سے پوچھا گیا کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے، اُنہوں نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو کہا گیا: پھر حضرت ابوبکر کے بعد کس کو، فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا: حضرت عمر کے بعد کس کو، اُنہوں نے فرمایا: ابوعبیدہ بن جراح کو۔(مسلم)

6/7579۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کوہ حراء پر تھے تو چٹان نے حرکت کی، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرسکون ہوجا(11) کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور شہید(12) ہیں۔(مسلم)

بعض نے اس حدیث میں حضرت علی کے بجائے حضرت سعد بن ابی وقاص(13) روایت کیا ہے۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کی جہالتیں ہیں اور حضرت علی کے علاوہ خلفاء کی خلافت کو باطل قرار دینے کی جیسی گمراہیوں کے لئے اُن کا مقدمہ و پیش خیمہ ہے حالانکہ یہ تمام شرائط حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں بھی نہیں پائی جاتیں۔(مرقات)

(10) **قولہ: سمعت عائشه وسئلت.** (میں نے حضرت عائشہ سے سنا جبکہ اُن سے پوچھا گیا) یعنی جب کہ اُن سے یہ سوال کیا گیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض اگر وضاحت کے ساتھ کسی کو خلیفہ بناتے تو کس صحابی کو مقرر فرماتے، اُنہوں نے فرمایا: ابوعبیدہ بن جراح اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ یہ تھا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شیخین کے بعد باقی اصحاب شوریٰ میں خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔(مرقات)

(11) **قولہ اهدأ** (پرسکون ہوجا) دال کے زبر اور ہمزہ کے جزم کے ساتھ یعنی سکون اختیار کر۔(مرقات)

(12) **قولہ: او شهيد.** (اور شہید ہیں) اس سے جنس مراد ہے کیونکہ حدیث شریف میں حضرت صدیق کے بعد مذکور تمام صحابہ شہید ہیں، پھر لفظ ''اوْ'' نوع بیان کرنے کے لئے ہے یا واو کے معنیٰ میں ہے، امام نوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث پاک میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات ہیں اس لئے کہ آپ نے بتایا کہ یہ صحابہ شہید ہیں اور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادت مشہور ہے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واقعہ جمل کے موقع پر بصرہ کے قریب وادی سباع میں لڑائی چھوڑ کر واپس جاتے ہوئے شہید کئے گئے، اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ چھوڑ کر لوگوں سے علٰحدگی اختیار کی کہ آپ کو ایک تیر آلگا اور آپ شہید ہوگئے، اور یہ ثابت ہے کہ جو شخص مظلومیت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، اس حدیث میں ان حضرات کی فضیلت کا بیان ہے اور اس میں دلیل ہے کہ پتھروں میں تمیز کی صلاحیت ہے اور کسی کی پاکیزگی کو بیان کیا جاسکتا ہے(مرقات)

7/7580۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں اور اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اورسب سے زیادہ حیاء کرنے والے عثمان ہیں، فرائض کوسب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں اورسب سے بہتر قاری ابی بن کعب ہیں اور حلال وحرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔(احمد، ترمذی)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

8/7581۔اور حضرت معمر حضرت قتادہ سے مرسل روایت کئے ہیں اوراس میں یہ الفاظ ہیں: اُن میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں(14)۔

9/7582۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ

---

(13) قولہ: وسعد بن ابی وقاص (حضرت سعد بن ابی وقاص) یہ گزر چکا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مقام عقیق میں اپنے محل میں وصال فرما گئے، تواس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ تغلیبا اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے شہید فرمایا یا جیسا کہ علامہ سید جمال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ کہنا چاہئے کہ اُن کا وصال اُنہی بیماریوں میں سے ایک بیماری کی وجہ سے ہوا جو شہادت کے حکم کا سبب بنتی ہیں۔(مرقات)

(14) قولہ: واقضاھم علی. (اُن میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں) یہ بڑی عظیم منقبت ہے کیونکہ حق بجانب فیصلہ اور حق وباطل کے درمیان فرق بہت علم اوراپنے آپ میں بڑی قوت چاہتا ہے، یہ حدیث پاک صحابہ کرام میں نیکی کی کئی جہات ہونے اور بعض جہات خیر کا بعض صحابہ کے ساتھ خاص ہونے میں صریح ہے، لیکن علماء نے حدیث کی ترتیب کے مطابق اللہ تعالیٰ کے پاس کثرت ثواب کی فضیلت قرار دی، (لمعات) صاحب مرقات نے کہا: علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں کہا: ارشاد نبوی ''اُن میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں'' اس بات کا متقاضی نہیں کہ حضرت علی، حضرت ابوبکر وحضرت عمر سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں کیونکہ ان دوحضرات کا مخاطب حضرات میں ہونا ثابت نہیں اوراگر ثابت ہوجائے تو کوئی صاحب کسی جماعت میں زیادہ بہتر فیصلہ کرنے کا یہ مطلب ضروری نہیں کہ وہ اس جماعت کے ہر فرد سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں کیونکہ بعض افراد کے ساتھ

وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں، اور ابوعبیدہ بن جراح جنت میں ہیں۔ (ترمذی)۔

10/7583۔ اور امام ابن ماجہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

11/7584۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: میرے کان نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے یہ فرماتے ہوئے سنا: طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔ (ترمذی)

12/7585۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں(15)، آپ نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا لیکن نہیں چڑھے تو حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ چٹان پر چڑھ گئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے واجب کرلیا۔ (ترمذی)

13/7586۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ کر فرمایا: جو کسی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو روئے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) برابری کے احتمال رہتا ہے، اور کسی کے بہتر فیصلہ کرنے والے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے سے زیادہ جاننے والے ہیں اور زیادہ جاننے والے ہونے سے زیادہ فضیلت والے ہونا ضروری نہیں ہے یعنی ان کے زیادہ فضیلت والے ہونے سے زیادہ ثواب والے ہونا ضروری نہیں۔ (ازھار)

(15) **قوله: كان على النبى صلى الله عليه وسلم درعان.** (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر مبالغہ کے ساتھ عمل کرنے کے لئے: ''خُذُوْا حِذْرَكُمْ'' (4، النساء، آیت نمبر: 71) تم اپنا بچاؤ اختیار کرو۔ (سورۃ النساء:) **قولہ فنهض** تو چڑھے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چڑھے چٹان کی طرف یعنی جو چٹان وہاں تھی تاکہ اس پر آپ کھڑے ہوجائیں اور کفار کو دیکھیں لیکن نہیں چڑھے دو زرہوں کے بوجھ کی وجہ سے، **وقوله: اوجب طلحة.** طلحہ نے واجب کرلیا یعنی جنت کو۔ (ماخوذ از مرقات)

زمین پر چلتا ہوا اور اپنا وعدہ پورا کر چکا ہو(16) تو وہ انہیں دیکھے۔

14/7587۔اور ایک روایت میں ہے: جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اُسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔(ترمذی)

15/7588۔حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: میں حضرت طلحہ کے ہاتھ کو شل دیکھا جس سے اُنہوں نے جنگ احد میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی(17)۔(بخاری)

16/7589۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا: مجھے قوم کی خبر کون لائے گا، حضرت زبیر نے عرض کیا: میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے ایک حواری ہیں اور میرے حواری(18)

---

(16) قولہ: قد قضی نحبہ (اپنا وعدہ پورا کر چکا ہو) لفظ "نحب" نذر اور موت کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے: قَضٰی نَحبَہ یعنی وہ انتقال کر گیا، اور حدیث پاک میں دونوں معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ طلحہ نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کے مواقع میں راست بازی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کا جو عہد کیا تھا اُس سے متعلق اُنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی ہے یا طلحہ وہ شخص ہیں جس نے اللہ کی راہ میں موت کا مزہ چک لیا ہے اگر چہ وہ زندہ ہیں اور اس معنی پر اُن کا وہ واقعہ دلیل ہے جو جنگ احد کے روز پیش آیا، حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنالیا تھا، وہ فرماتے تھے: مجھے اُس دن اپنے تمام بدن پر زخم آئے یہاں تک کہ میری شرم گاہ پر زخم آئے، اور صحابہ کرام جب جنگ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ احد کا دن مکمل طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

میں کہتا ہوں: دوسری روایت میں یہ احتمال ہے کہ ان کی آخری عمر میں شہادت ہونے کی جانب اشارہ ہو جو اُن کے بہترین خاتمہ کو بتاتی ہے۔(ماخوذ از لمعات ومرقات)

(17) قولہ: وقی بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جس سے اُنہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی) یعنی اُس دن اپنے ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنایا، ان کو جو کچھ پیش آیا اور جو کچھ نیزے لگے تھے اسی وجہ سے تھے۔(مرقات)

زبیر ہیں۔(بخاری، مسلم)

17/7590۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو قبیلہ نبی قریظہ جائے(19) اوران کی خبر لا کردے، تو میں چلا اور جب واپس لوٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے والدین کو جمع کرکے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان(20)۔(بخاری، مسلم)

18/7591۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا(21) سوائے حضرت سعد بن مالک(22) کے میں نے جنگ احد کے دن آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے سعد! تیر چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ قربان۔(بخاری، مسلم)

---

(18) **قوله حواريا** (حواری ہیں) شرح السنہ میں ہے: اس سے مراد مددگار ہے۔(مرقات)

(19) **قوله من ياتى بنى قريظة** (کون شخص ہے جو قبیلہ نبی قریظہ جائے) یعنی اُن کے پاس کون جائے گا؟ اور وہ مدینہ طیبہ کے اطراف کے رہنے والوں میں سے یہودیوں کی ایک جماعت ہے(مرقات)

(20) **فداک ابی وامی** فاء کو فتحۃ (زبر) اور کبھی زیر (کسرہ) سے بھی پڑھا جاتا ہے اس اظہار فدائیت میں ان کی قدر بڑھنا اوران کے کام کو قابل شمار اور معتبر قرار دینا ہوتا ہے۔

(21) **قوله: ماسمعت النبى صلى الله عليه وسلم جمع ابويه** (میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا:) یعنی صحابہ میں سے کسی کے لئے فدا کرنے کے الفاظ سوائے حضرت سعد بن مالک کے الخ، کہا گیا: اس حدیث پاک کے درمیان اور حضرت زبیر کی حدیث پاک کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر مطلع نہیں ہوئے یا اُنہوں نے اس سے جنگ احد کے دن کے ساتھ خاص کرنے کا ارادہ کیا اھ۔اور ظاہر ہے کہ بغیر واسطہ نہ سننے کی مطلق نفی کرنے سے بالواسطہ سننے کی نفی لازم نہیں آتی ہوسکتا ہے آپ زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمائے گئے فدائیت کے ارشاد پر بالواسطہ مطلع ہوتے ہوں۔(مرقات)

(22) **قوله: الا لسعد بن مالک.** (سوائے سعد بن مالک کے) وہ سعد بن ابی وقاص ہیں اس لئے کہ ابووقاص کا نام مالک ہے۔(مرقات)

19/7592۔ انہی سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو سوائے حضرت سعد کے کسی کے لئے جمع نہیں فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے غزوۂ احد کے دن فرمایا: تیراندازی کرو، تم پر میری ماں اور باپ قربان اوران سے فرمایا: اے بہادر نوجوان لڑکے(23)! تیر چلاؤ۔(ترمذی)

20/7593۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دن یعنی جنگ احد کے دن فرمایا: اے اللہ! ان کی تیراندازی کو مضبوط کر اور ان کی دعاء قبول فرما۔(بغوی شرح سنہ)

21/7594۔ اُنہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سعد کی دعاء قبول فرما جب وہ تجھ سے دعا کریں۔(ترمذی)

22/7595۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت سعد حاضر ہوئے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ہیں میرے ماموں تو کوئی شخص مجھے ایسے اپنے ماموں کو دکھائے(24)۔(ترمذی)

اور فرمایا: حضرت سعد قبیلہ بنی زہرہ سے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ بھی بنی زہرہ سے تھیں، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں۔

مصابیح میں فلیرنی کی بجائے فلیکرمن ایسی عزت کرے مذکور ہے، علامہ ابن حجر نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ تصحیف ہے۔

---

(23) قولہ: ایھا الغلام الحزور (اے نوجوان لڑکے!) یعنی طاقتور نوجوان، اور حَزَوَّ رحاء اور زاء کے زبر اور تشدید والے واو کے ساتھ شیر کے بچہ کو کہتے ہیں۔(مرقات)

(24) قولہ: فلیرنی (مجھے دکھائے) یاء کے پیش اور راء کے زیر کے ساتھ یعنی کوئی شخص مجھے اپنا ایساموماں دکھلائے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ کسی کے ماموں میرے ماموں کی طرح نہیں ہیں، بنی زُہرہ زاء کے پیش کے ساتھ قبیلہ قریش کی ایک شاخ ہے۔(مرقات)

23/7596۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا یقیناً میں پہلا (25) وہ عربی شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کی۔ (بخاری، مسلم)

24/7597۔ حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں عرب کا وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا، اور میں نے اپنے کو دیکھا (26) کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے جبکہ ہمارے لئے ببول کی پھلی اور ببول کے پتوں کے سوا کوئی غذا نہ ہوتی اور ہم میں کا ہر کوئی ایسی اجابت کرتا جیسے بکری کرتی ہے اس میں کوئی تری نہ ہوتی۔

پھر بنو اسد اسلام پر عیب لگاتے ہیں، تب تو یقیناً میں نامراد ہو جاوں گا اور میرا عمل ضائع

---

(25) قولہ: إني لأول العرب رمى بسهم (یقیناً میں پہلا وہ عربی شخص ہو جس نے تیر چلایا) علامہ طیبی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ "رمی" "اول" کی صفت ہے یعنی میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیر چلایا، "العرب" میں "الف لام" جنسی ہے جو عہد ذہنی پر محمول کیا گیا ہے۔ (مرقات)

صاحب لمعات نے کہا: اُنہوں نے جو فرمایا کہ میں پہلا عربی شخص ہوں، اس لئے کہ یہ تیر اندازی اسلام کے پہلے غزوہ کے موقع پر جن میں ساٹھ مہاجر صحابہ تھے جن کے امیر عبید بن حارث تھے، اُن کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا لگوایا اور یہ پہلا جھنڈا ہے جو آپ نے ابوسفیان بن حرب اور مشرکین سے جنگ کے لئے لگوایا تھا جبکہ وہ لوگ ایک بڑی جماعت کی شکل میں تھے، تو اُن کے درمیان لڑائی نہیں ہوئی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اُن کی جانب تیر چلایا اور یہ اسلام میں پہلا تیر تھا جو چلایا گیا اور یہ ہجرت کے پہلے سال پہلی لڑائی تھی جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان واقع ہوئی۔

(26) قولہ: رأيتنا. (میں نے دیکھا) یعنی صحابہ کی ایک جماعت کو دیکھا، حُبلہ حاء کے پیش اور باء کے جزم کے ساتھ لوبیا کی طرح ببول کا پھلی یا یہ ابن اعرابی نے کہا، کہا گیا کہ وہ کانٹے دار درخت کا پھل ہے "تعزرنی" زاء کے تشدید کے ساتھ یعنی وہ اسلام پر یعنی نماز پر عیب لگاتے ہیں کیونکہ نماز اسلام کا ستون ہے اور شریعت اسلامیہ کا بہترین (بنیادی) عمل ہے، اور مرادی معنی یہ ہے کہ وہ مجھے ادب دیتے اور مجھے نماز سکھاتے ہیں اور مجھے عیب لگاتے ہیں کہ میں نماز اچھی طرح ادا نہیں کرتا ہوں، وقولہ وکانوا وشوا یعنی بنو اسد نے یہ شکایت اس وقت کی جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں عراق کا گورنر مقرر کیا تھا۔ (مرقات)

ہوجائیگا او راُنہوں نے حضرت عمر کواس کی شکایت کی اور کہا کہ یہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے ۔(بخاری،مسلم(27))

25/7598۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،اُنہوں نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں اسلام کا تیسرا شخص ہوں اور کسی نے اسلام قبول نہیں کیا مگر اُس دن جس دن میں نے اسلام قبول کیا اور یقیناً میں سات دن تک ٹہرارہا(28) جبکہ میں اسلام کے میں ایک تہائی تھا۔ (بخاری،بغوی)

26/7599۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ،اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول

(27) قولہ: متفق علیہ. اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اُنہوں نے فرمایا: اہل کوفہ نے حضرت عمر سے سعد بن مالک کی شکایت کی اور کہا کہ وہ نماز صحیح طور پرادانہیں کرتے ، حضرت سعد نے فرمایا: میں تو اُنہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھاتا ہوں ،ابتدائی دورکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور اخیر دورکعتیں مختصر کرتا ہوں ،تو حضرت عمر نے فرمایا: اے ابواسحٰق ! تمہارے بارے میں ایسا ہی ہے،راوی کہتے ہیں: پھر حضرت عمر نے چند آدمی بھیجے، وہ لوگ کوفہ کی مساجد میں اُن کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ، راوی نے کہا: وہ کوفہ کی مساجد میں جس مسجد میں جاتے ہیں لوگ اُن کی بہترین تعریف ہی کرتے اوراُن کے بارے میں بھلائی کی بات ہی کہتے ہیں یہاں تک کہ یہ لوگ بنی عبس کی ایک مسجد کے پاس آئے ، راوری نے کہا: یہاں ایک شخص نے کہا جس کا نام ابوسعدہ تھا: ہاں وہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتے ، فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے اور برابر برابر تقسیم نہیں کرتے ، راوی نے کہا: حضرت سعد نے فرمایا: سنوقسم بخدا! میں تین دعائیں کرتا ہوں اے اللہ! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر دراز کر، اس کی تنگدستی بڑھادے اوراسے فتنوں میں مبتلا کردے،تواس کے بعد ایسا ہی ہوا کہتے ہیں: جب اُس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا فتنہ میں پڑاہوا ایک بوڑھا ہوں: مجھے حضرت سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

(28) قولہ ولقد مکثت سبعة ایام (اور میں سات دن تک ٹہرارہا) یعنی اس حالت پر رہا جو میرے اسلام لانے کے وقت تھی پھر جو بھی اسلام لائے وہ اس کے بعد اسلام لائے اور معنی یہ ہے کہ میں سات دن اسی حالت پر رہا، یعنی میں اسلام کے تین افراد میں ایک تھا، بعض محققین نے کہا: حضرت عمار سے جو روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا جبکہ آپ کے ساتھ پانچ غلام، دوخواتین اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، اس کے اور

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لانے کے وقت ایک مکمل رات جاگے(29) تو فرمایا: کاش کوئی نیک شخص میرے پاس پہرہ دیتا، تب ہم نے ایک ہتھیار کی آواز سنی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے، آنے والے شخص نے کہا: میں سعد ہوں، فرمایا: کیسے آئے ہو، عرض کیا: مجھے اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اندیشہ محسوس ہوا تو میں پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں دعا فرمائی پھر آرام فرمایا: (بخاری، مسلم)

27/7600۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہے(30) اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ (متفق علیہ)

28/7601۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: نجران(31) کے باشندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کئے :

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اُس روایت کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قول کو بالغ آزاد لوگوں پر محمول کیا جائے تا کہ مذکورہ غلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کی گنتی سے نکل جائیں یا پھر یہ کہا جائے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے اسلام لانے کی اطلاع نہیں تھی۔ (مرقات)

(29) **قولہ: مقدمه المدينة** (مدینہ طیبہ تشریف لانے کے وقت) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لفظ ''مقدم'' مصدر میمی ہے، ظرف نہیں کیونکہ وہ لفظ ''المدینۃ'' پر عمل کررہا ہے اور ''مقدم کو مضاف مقدر ہونے کی بنیاد پر ظرفیت کی وجہ سے زبر (فتحہ) ہے مضافِ مقدر ''وقت'' یا ''زمان'' ہے اور ''لیلۃ'' مضافِ مقدر سے بدل البعض ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوۂ سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لانے کے وقت کوئی پوری ایک رات بیدار رہے۔ (مرقات)

(30) **قولہ: امین** (امانت دار) یعنی بھروسہ مند، قابل اعتماد، جن کو خوشنودی حاصل ہوچکی ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں راء کی تشدید کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں امانتداری کے ساتھ خاص فرمایا اگر چہ امانتداری کی صفت اُن کے اور دیگر صحابہ کرام کے درمیان مشترک تھی اس لئے کہ دوسروں کی بہ نسبت ان میں امانتداری غالب تھی اور کہا گیا کہ ان میں امانتداری ان کی دوسری صفات کے بالمقابل زیادہ تھی۔ (مرقات)

یارسول اللہ! ہمارے پاس کسی امانت دار شخص کو بھیجئے تو آپ نے فرمایا: ضرور میں تمہارے پاس اعلیٰ درجہ کے امین کو بھیجوں گا، پھراُس کے لئے صحابہ کرام دیکھتے رہے راوی نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوعبیدہ بن جراح کو بھیجا۔(متفق علیہ)

29/7602۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کرتے کہ میرے بعد(32) تمہارا معاملہ مجھے فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے بارے میں صبر نہیں کریں گے مگر صابرین اور صدیقین، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: صدیقین سے ''اللہ کے راستہ میں دینے والے مراد ہیں''(33) پھر حضرت عائشہ نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کرے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے امہات المؤمنین کے لئے ایک باغ صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت کیا۔(ترمذی)

---

(31) قولہ: نجران (نجران) نون کے زبر اور جیم کے جزم کے ساتھ، یمن کا ایک مقام ہے جو 10ھ میں فتح ہوا اس کا نام نجران بن زیدان بن سبأ کے نام پر رکھا گیا، ''حق امین'' مفعول مطلق ہونے کی بنیاد پر زبر کے ساتھ ہے یعنی وہ اس کے حقدار ہیں کہ اُنہیں امانتدار کہا جائے، پھراُس کے لئے صحابہ کرام انتظار کرتے رہے یعنی اُنہوں نے اعلیٰ درجہ کی امانت کی صفت حاصل کرنے کی خواہش رکھی۔(مرقات)

(32) قولہ: من بعدی (میرے بعد) یعنی میری وفات کے بعد، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے کوئی میراث نہیں چھوری، اور ازواج مطہرات کو جب اختیار دیا گیا تو اُنہوں نے دنیا پر اُخروی زندگی کو ترجیح دی۔(مرقات)

(33) قولہ: یعنی المتصدقین (آپ کی مراد ''صدقہ کرنے والے'' ہیں،) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے لوگوں کی وضاحت صدقہ کرنے والوں سے کی حالانکہ یہ ان میں کے بعض افراد ہیں کیونکہ صدق وصبر صدقہ کرنے میں بوجہ اتم اور کامل طور پر پائے جاتے ہیں اور اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر اُن کے نفقات کی تھی۔

قولہ وکان ابن عوف (حضرت عبدالرحمٰن نے......) یہ راوی کا کلام ہے لفظ ''عائشۃ'' سے حال ہے اور اس میں عامل ''قالت'' ہے، علامہ طیبی نے اس طرح سے کہا (مرقات)

30/7603۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات سے فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد جو شخص تمہیں پسو بھر بھر کر دیگا(34) وہ سچا اور احسان کرنے والا ہوگا، اے اللہ! عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کر۔(احمد)

الحمدللہ عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان ختم ہوا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(34) **قولہ: یحثو** (پسو بھر بھر کر دیگا) یعنی سخاوت کرے گا اور نچھاور کرئے گا،''ھوالصادق''''وہ سچاہ ہے''یعنی کامل ایمان والا ہے''البار''راء کی تشدید کے ساتھ احسان کرنے والا، **اللھم اسق عبد الرحمن**!اے اللہ عبدالرحمٰن کو سیراب کر! یہ اُن کے حق میں دعاء ہے انہوں نے جو کچھ بھر بھر کر دیا اس سے پہلے کی گئی، گویا اُنہوں نے احسان کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قدر افزائی کی اور ان کے حق میں دعاء فرمائی، اسی وجہ سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُن کے حق میں جب اُنہوں نے امہات المؤمنین کو باغ پیش کیا یہ دعاء کی، اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اس کو علامہ طیبی نے ذکر کیا۔(مرقات)

(36/269) بَابُ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مناقب

(پہلی فصل)

1/7604۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو اس کے تم کو نعمتیں دینے کی (1) وجہ، اور اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے لئے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

2/7605۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے جب کہ وہ کعبۃ اللہ کے دروازے کو تھامے ہوئے تھے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں۔ سنو! تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح (علیہ السلام) کی کشتی (2) کے جیسی ہے جو کوئی اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (احمد)

---

(1) قولہ: لما یغذوکم. یعنی تم کو روزی جو دے رہا ہے۔ وقولہ: نعمة. یعنی قسم قسم کی نعمت۔ وقولہ: لحب اللّٰہ. (اللہ کی محبت کے لئے) کیونکہ محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے۔ وقولہ: لحبی. میری ان سے محبت کی وجہ سے یا تمہاری مجھ سے محبت کی وجہ سے تم اہل بیت سے محبت کرو۔ (مرقات)

(2) قولہ: مثل سفینة نوح. ہلاکت سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ من رکبها نجا ومن تخلف عنها هلک یعنی جو کوئی اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا اسی طرح جو بھی شخص ان کی محبت کو اور ان کی پیروی کو لازم کرے گا تو وہ دونوں جہاں میں نجات پائے گا ورنہ وہ دونوں جہاں میں ہلاک ہو جائیگا۔ اگرچہ وہ مال اور عزت یا ان میں سے کسی کو بھی کام میں لائے اور استعمال کرے۔ اس دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ کفر و گمراہیاں بدعات و جہالتیں اور غلط خواہشات ہیں ان کو ایسے نہایت گہرے سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے

3/7606۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمائی مرے گھر میں آیت 'اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهْلَ الْبَیْتِ' (33،الاحزاب، آیت نمبر:33)(اس کے سوانہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت! رجس کو دور رکھے) نازل ہوئی۔فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ، علی اور حسن وحسین کو بلا بھیجا اور فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔وہ فرماتی ہیں، تو میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں آپ نے فرمایا کیوں نہیں(3) ان شاءاللہ۔(بغوی)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) جس پر موج پر موج چھارہی ہے۔اوراس کے اوپر بادل ہیں اور تاریکیوں پر تاریکیاں چھارہی ہیں اور وہ ساری زمین کے اطراف واکناف کا احاطہ کرلیا ہے اور اس سے چھٹکارا اور نجات کے لئے اس کشتی کے سوا کوئی سامان نہیں اور وہ کشتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے اہل بیت سے محبت ہے۔اور اس کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا انضمام کس قدر بہتر ہے۔**مثل اصحابی مثل النجوم من اقتدی بشئ منه اهتدی.** میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی مثال ہے جو شخص ان میں سے کسی کی اقتدا کرے گا وہ ہدایت پائے گا۔امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں کیا خوب کہا الحمد للہ ہم گروہ اہل سنت اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ہدایت کے ستارے سے راستہ پائے ہیں۔پس ہم امید رکھتے ہیں کہ قیامت کی ہولنا کیوں اور جہنم کے گڑھوں سے نجات پائیں گے اور ہم کو جنت کے درجات اور ہمیشہ کی نعمتوں کو واجب کرنے والی ہدایت ملے گی۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے جو شخص اس کشتی میں داخل نہیں ہوا جیسے خوارج ہیں تو وہ اول وقت ہی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوجائیگا اور جو شخص اس کشتی میں داخل ہوا مگر صحابہ کے ستاروں سے ہدایت کا راستہ نہیں پایا جیسے روافض تو وہ راستہ بھٹک گیا اور ایسے اندھیروں میں جاگرا جس سے وہ نکل نہیں سکے گا۔(مرقات)

(3) **قولہ: بلی انشاء اللّٰه.** اہل بیت سے کون مراد ہیں اس میں اختلاف ہے۔اس بارے میں حضرت ابن عباس، حضرت عکرمہ، حضرت مقاتل سے منقول ہے اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں کیونکہ یہ آپ کے گھر میں رہتی ہیں۔اور آیت کے سیاق وسباق سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کی ایک جماعت سے جن میں مجاہد، قتادہ اور ان کے علاوہ دوسرے شامل ہیں منقول

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) ہے کہ اہل بیت سے سیدہ فاطمہ، سیدنا علی اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں۔ اوران کا استدلال ''عَنْكُمْ ''اور ''وَيُطَهِّرَكُمْ'' ی مذکر ضمیر سے ہے۔اورٹھیک بات یہ ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ سیدنا علی اور ان کے دونوں صاحبزادوں کو شامل ہے۔

اب رہا آیت کا ازواج کو شامل ہونا اس طرح پر ہے کہ سیاق کلام ان کے ساتھ ہے اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کے کلام میں خطاب بھی ان کے ساتھ ہے۔اور اس میں ان (چار بزرگوں) کا شامل ہونا وہ اس طرح کہ مسلم میں روایت ہے کہ سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ اور حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئے تو آپ نے ان کو بالوں والی کمبل میں داخل کرلیا۔(الحدیث) اور مسلم کے سوا بھی دوسرے صحابہ کی اس بارے میں روایات موجود ہیں۔اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ آیت ازواج کے لئے ہی خاص طور پر نازل ہوئی ہے تو جب وہ آپ کے اہل بیت سے ہوئیں،تو سیدنا علی و سیدہ فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے اس نام و نسبت کے زیادہ مستحق ہیں۔اسکی مثال ایسی ہے جیسے: ''لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى '' (9،التوبۃ،آیت نمبر:108) کے بارے میں کہا گیا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ یہ آیت مسجد قباء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے باوجود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:''وہ میری یہ مسجد ہے''۔اور اس میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جب وہ مسجد تقوی کی بنیاد پر رکھی گئی ہے تو میری یہ مسجد اس نام کی زیادہ مستحق ہے۔اور جب اس میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں تو شیعہ کے لئے اہل بیت کے معصوم ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔اور اگر ازواج مطہرات کے اس میں داخل ہونے کو تسلیم نہ بھی کریں تو اس سے ان حضرات کے معصوم ہونے کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے یہ تطہیر گناہوں کو معاف کرنے کے ذریعہ ہو۔بلکہ یہی بات راجح ہے کیونکہ تطہیر کا مفہوم بتارہا ہے کہ مطہر عنہ سے (گناہ) کا ارتکاب ہورہا تھا۔اور اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس کے جواب میں فرقہ قدریہ کے قاعدہ کارد کرتے ہوئے فرمایا اور فرقہ امامیہ بھی ان میں شامل ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام افراد کے ایمان کا ارادہ فرمایا ہے جو سطح زمین پر ہیں اب رہا اہل اثبات کے قاعدہ کے مطابق تو تحقیقی بات یہ ہے کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں (1) ارادہ شرعیہ دینیہ یہ اس کی رضا اور محبت کو شامل ہے (2) ارادہ تکوینیہ قدریہ یہ اس کی تخلیق و تقدیر کو شامل ہے۔پہلے کی مثال جیسے:''يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ'' (2،البقرۃ،آیت نمبر:185) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ اس کی ایک دوسری مثال:''يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ'' (4،النساء،آیت نمبر:26) اللہ چاہتا ہے تمہارے لئے بیان کرے اور تم کو ہدایت دے ان لوگوں کے

آیت خاص کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے متعلق نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ’’وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ‘‘ (33، الاحزاب، آیت نمبر:34) تلاوت کیا۔ اور تم یاد کرو اللہ کی ان آیات وحکمت کو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے، اور یہ قول مقاتل کا ہے۔

5/7608۔ اور ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بازار میں اعلان کرتے تھے کہ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج سے متعلق نازل ہوئی۔

6/7609۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت عکرمہ نے فرمایا جو شخص چاہے میں اس سے مباہلہ کرسکتا ہوں کہ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج سے متعلق نازل ہوئی ہے۔

صاحب تفسیرات احمدیہ نے فرمایا: امام بیضاوی کا پسندیدہ قول وہ ہے جو حضرت امام منصور ماتریدی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ’’اہل بیت‘‘ ازواج اور اولاد سب کو عام ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے مختص نہیں ہے۔

7/7610۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت رسول

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) طریقوں کی جو تم سے پہلے تھے اور تمہاری توبہ قبول کرے اور اس کی تیسری مثال: ’’وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ، وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰت‘‘. (4، النساء، آیت نمبر:27)

ان آیات میں اللہ کا ارادہ اس کی محبت اور اس کی رضا کو شامل ہے۔ اور دوسرے کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ، وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا‘‘. (6، الانعام، آیت نمبر:125)

اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسلام کے لئے اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو تنگ اور حرج والا کردیتا ہے۔ اور حدیث شریف میں مذکور آیت پہلے ارادہ سے متعلق ہے اور اگر اس کا مفہوم عام ہو تو نہ صرف وہ جس عصمت کا دعوی کررہے ہیں یعنی گناہ اور خطاء دونوں سے معصوم ہونا بلکہ صرف گناہ سے معصوم ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ (ماخوذ از تفسیرات احمدیہ، خازن، کمالین)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس چشمہ (4) پر جس کو خُم کہا جاتا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور ثناء کی وعظ اور نصیحت فرمایا پھر فرمایا: اما بعد؛

(4) قوله: بماء. یعنی ایسی جگہ جس میں پانی ہوتا ہے یدعی اس سے مراد یہ ہے کہ اس مقام کا یا اس چشمہ کا نام خم تھا۔ خما. خ کو پیش اور میم کو تشدید، اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے پاس ایک مقام ہے جیسا کہ گزر چکا ہے یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے وقت پیش آیا ہے۔ وقوله: رسول ربی. سے مراد ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہے۔ وقولــه: الثقليـن. ثا اور قاف دونوں کو فتحہ (زبر) یعنی دو عظیم چیزیں۔ کتاب اللہ اور اہل بیت کو ان کی عظمت قدر کی بناء پر ''ثقلین'' کہا گیا اور اس لئے بھی کہ ان پر عمل کرنا ان کی اتباع کرنے والے پر بھاری ہے۔ وقوله: فخذوا بكتاب الله. کتاب اللہ کو استنباط کے ذریعہ اور حفظ کے ذریعہ اور علم کے ذریعہ پکڑ لو۔ اور اعتقاد اور عمل کے ذریعہ اس کو تھام لو۔ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کتاب میں شامل ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وَمَآ اٰتٰـكُـمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ، وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ''. (59، الحشر، آیت نمبر: 7) ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''. (4، النساء، آیت نمبر: 80) اور ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ''. (3، آل عمران، آیت نمبر: 31)

وقولـه: فحث على كتاب الله. یعنی کتاب اللہ کی حفاظت اور اسکے الفاظ اور معانی کی رعایت اور اس پر عمل کرنے پر ابھارا اور ترغیب دیا۔ وقوله: واهل بيتي. یعنی ان دونوں میں سے دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔

وقولـه: اذكركم الله. یعنی میں تم کو میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ میں ان کی حفاظت اور ان کے احترام ان کے اکرام ان کی محبت ومودت میں اللہ کا حق ہونے کے بارے میں تم کو متنبہ کرتا ہوں۔ وقوله: وفي رواية. یعنی اولهما كتاب الله فيه الهدى والنور الخ کے بجائے كتاب الله هو حبل الله الخ ہے۔

وقوله: هو حبل الله. یعنی قرآن کی، رسی کی طرح دو جہتیں ہیں وہ ترقی کا ذریعہ وسیلہ بھی ہوتا ہے اور ممکن ہے ذلت وتنزل کا ذریعہ بن جائے جیسا کہ دریائے نیل ہے محبوبین کیلئے پانی مجوبین کیلئے خون، اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ قرآن تمہارے حق میں حجت ہے تو تمہارے خلاف بھی حجت ہوسکتا ہے۔ ہم قرآن میں وہ باتیں بھی اتارتے ہیں جو مومنین کے لئے شفاء ورحمت ہیں۔ اور جو ظالموں کے لئے نہیں اضافہ کرتا سوائے خسارے کے۔ اللہ اس سے ہم کو نفع عطاء فرمائے اور اس کے سبب سے ہم کو سر بلند کرے۔ آمین (ماخوذ از: مرقات)

سنو اے لوگو! اس کے سوانہیں کہ میں بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کو قبول کروں میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان دونوں میں سے پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نور ہے تم اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اس کو مضبوط تھام لو آپ نے اللہ کی کتاب پر ابھارا اور اس کی ترغیب دی۔ پھر فرمایا: اور میرے اہل بیت ہیں۔ تم کو میں میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کتاب اللہ یہ اللہ کی رسی ہے جو شخص اس کی اتباع کیا وہ ہدایت پر ہے اور جو شخص اس کو چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہے۔ (مسلم)

اور ملاعلی قاری نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے: **اذکرکم اللہ فی اھل بیتی** کے جملہ کو مکرر فرمایا، ایک سے آل مراد لیا اور دوسرے سے آپ کی ازواج مراد لیا ہے کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ اہل بیت کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔

8/7611۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں جس کو تھام لو تو میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہونگے ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے عظیم تر ہے۔ کتاب اللہ، جو آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے اور میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ دونوں میرے پاس حوض پر آئیں گے اب تم دیکھو ان دونوں کے ساتھ تم میرے بعد کس طرح عمل کرتے ہو۔ (ترمذی)

9/7612۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے (5) حج کے موقعہ پر عرفہ کے دن دیکھا جبکہ آپ اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ دے رہے تھے میں آپ کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اس کو پکڑ لو تو ہرگز گمراہ نہیں

(5) قولہ: في حجته. یعنی حجۃ الوداع کے موقعہ پر۔ قولہ: ما. موصولہ ہے ان اخذتم به یہ اس کا صلہ ہے یعنی علم وعمل کے ساتھ اس کو تھام لو۔ لن تضلوا بعدہ تم ہرگز گمراہ نہیں ہونگے یعنی اس کو تھام لینے کے بعد۔ (مرقات)

ہونگے اللہ کی کتاب اور میری عترت(6) میرے اہل بیت۔(ترمذی)

10/7613۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا جب یہ آیت ''نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ...... ''(3،آل عمران،آیت نمبر:61)نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی،فاطمہ حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا:**اللھم ھؤلاء اھل بیتی.** اے اللہ یہ حضرات میرے اہل بیت ہیں۔(مسلم)

11/7614۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح نکلے اور آپ پر کجاوہ کی تصویر والی کالے بالوں کی کمبل(7) تھی اور

---

(6) **قولہ: عترتی اھل بیتی.** علامہ تورپشتی نے فرمایا آدمی کی عترت اس کے گھر والے اور قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں۔اہل عرب عترت کا استعمال بہت سی جہات سے کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد **اھل بیتی** سے اس کی وضاحت فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس سے آپ کی نسل پاک اور خاندان کے قریبی(عصبہ قریبی) اشخاص اور ازواج مطہرات مراد ہیں۔اور ان کو تھام لینے سے مراد ان کو محبت کے ساتھ تھام لینا اور ان کی حرمت کی حفاظت کرنا اور ان کی روایت پر عمل کرنا اور ان کی باتوں پر اعتماد کرنا ہے اور یہ بات اہل بیت کے سوا دوسروں سے سنت کو اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اصحابی کالنجوم** میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے کسی کی بھی تم اقتداء کرو ہدایت پاؤ گے۔اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ''.(16،النحل،آیت نمبر:43)اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔

اور علامہ ابن ملک نے فرمایا: کتاب کو تھام لینے سے مراد اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرنا ہے اور اس کا مطلب اللہ کے احکام کو بجالانا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانا ہے۔اور عترت کو تھام لینے کا مطلب ان سے محبت کرنا اور ان کے راستہ پر چلنا اور ان کی سیرت کو اختیار کرنا ہے۔اور علامہ سید جمال الدین نے اضافہ کیا ہے کہ جب کہ وہ دین کے مخالف نہ ہو۔میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو مطلق رکھا ہے تو اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جو شخص حقیقت میں آپ کی عترت میں سے ہوگا تو اس کا طرز عمل اور اس کی سیرت شریعت وطریقت کے مطابق ہوگی۔(مرقات)

حضرت حسن بن علی آئے تو آپ نے ان کو اس میں داخل کرلیا پھر حضرت حسین بن علی آئے وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہوگئے پھر سیدہ فاطمہ آئیں تو آپ نے ان کو بھی داخل کرلیا پھر حضرت علی آئے اور آپ نے ان کو بھی داخل کرلیا پھر فرمایا: ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا''. (مسلم)

علامہ بیضاوی نے فرمایا: شیعہ حضرات کا اہل بیت کو سیدہ فاطمہ اور حضرت علی اور ان کے دو صاحبزادوں کے ساتھ خاص کرنا اور ان کے معصوم ہونے پر اس سے استدلال کرنا اور ان کے اجماع کو حجت بنانا ضعیف ہے۔ کیونکہ اہل بیت کو ان کے ساتھ خاص کرنے کی، آیت کے ماقبل اور مابعد سے کوئی مناسبت نہیں اور احادیث شریفہ سے یہ معلوم ہوتا ہے وہ اہل بیت ہیں یہ نہیں کہ اہل بیت ان کے سوا نہیں ہیں۔

12/7615۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی(8) حضرت فاطمہ حضرات حسن وحسین کے لئے فرمایا: میں اس شخص کے لئے جنگ ہوں جو ان سے جنگ کرے اور میں صلح ہوں اس شخص کیلئے جو ان سے صلح کرے۔ (ترمذی)

13/7616۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہم ازواج(9) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تھے حضرت فاطمہ تشریف لائیں آپ کی رفتار کا انداز رسول اللہ صلی

(7) قولہ: مرط. میم کو کسرہ (زیر) اور راء کو جزم، اون یا ریشم کی چادر جس میں بیل بوٹے ہوتے ہیں۔ مرحل حاء کو زبر (فتحہ) اور تشدید ہے۔ یہ یمنی چادروں میں سے ایک قسم ہے جس میں کجاوہ کا نقش ہوتا ہے۔ (مرقات)

(8) قولہ: لعلی. الخ یعنی ان حضرات کے خاطر اور ان کے حق کے لئے۔ (مرقات)

(9) قولہ: ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم. جیم کو نصب (زبر) ہے ضمیر مبہم (کنّا) کی تفسیر ہے اور اعنی مقدر ہے اور کان کی خبر عندہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہم بیٹھے ہوئے اور جمع تھے۔ وقولہ: فاطمۃ. آپ کا نام فاطمہ کی وجہ تسمیہ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی ذریت اور ان سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔ قولہ: ما تخفی. یعنی الگ نہیں ہے۔ مشیتھا میم کو کسرہ (زیر) ہے اس سے مراد ان کی رفتار اور ہیئت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے ان کی چال ڈھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال جیسی تھی اور یہ

اللہ علیہ وسلم کی رفتار سے الگ نہیں تھا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو: **مــرحبــا بــابـنـتـي** خوش آمدید میرے بیٹی کے لئے فرمایا پھران کو بٹھایا اوران سے آہستہ گفتگو فرمائی تو وہ بہت

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قریب کا ہے۔**وقوله: ثم سارها** راء کو تشدید ہے یعنی آپ سے رازدارانہ گفتگو فرمایا۔**وقوله: ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم** یعنی آپ کھڑے ہوئے طہارت کے لئے یا نماز کے لئے۔

وقـولـه: لافشي على رسول الله سره. میں سر کے سین کو کسرہ (زیر) ہے۔یعنی جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ رکھا ہے میں اس کو ظاہر کرنے والی نہیں ہوں کیونکہ آپ ظاہر کرنا چاہتے تو سرگوشی نہ کرتے۔ **وقوله: من الحق.** یعنی میرے ماں ہونے کا حق۔ **وقوله: لما** میں لام کو زبر (فتحہ) اور میم کو تشدید ہے،اور یہ **الا** (مگر) کے معنی میں ہے۔**وقوله: كل سنة مرة.** یعنی ہر سال ایک مرتبہ،اس میں اشارہ ہے قرآن مجید کے دور کے استحباب کی طرف۔**قـولـه: عـارضـني به العام مرتين.** اس میں اشارہ ہے کہ یہ فرمان آپ کی عمر کے آخری رمضان کے بعد ہے۔**وقـولـه: فاتقي الله.** یعنی تقوی پر مداومت کرو۔یا جس قدر ہو سکے اس میں زیادہ کرو۔**وقـولــه: واصبري.** یعنی اطاعت پر جمے رہو۔گناہ سے بچو اور مصیبت میں صبر کرو خصوصا میری جدائی پر صبر کرو۔**وقـولـه: سيدة نساء اهل الجنة.** یعنی اہل جنت کی یا خاص اس امت کے اہل جنت کی سردار ہیں۔ ظاہر حدیث سے اس امر پر دلالت ہے کہ آپ مطلقا تمام عورتوں سے افضل ہیں حتی کہ سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ اور حضرت مریم اور حضرت آسیہ سے بھی افضل ہیں اوراس میں جو اختلاف ہے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

صاحب مشکوۃ نے فرمایا یہ فاطمہ کبری ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی والدہ ہیں اور ایک قول کے مطابق آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔اور آپ سارے جہاں کی عورتوں کی سردار ہیں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ماہ رمضان 2ھ دو ہجری میں آپ سے عقد فرمایا اور ماہ ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی اور آپ کے شکم مبارک سے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور سیدہ زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین کی ولادت ہوئی اور مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے چھ ماہ بعد آپ کا وصال ہوا اور ایک قول میں تین ماہ کے بعد اور سیدہ کی عمر اٹھائیس (28) سال تھی اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات میں تدفین عمل میں آئی اور ان سے روایت کرنے والوں میں سیدنا علی آپ کے دونوں صاحبزادے اور ان کے سوا دوسرے لوگ ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے سیدہ فاطمہ سے بڑھ کر ان کے والد کے سوا کسی کو سچا نہیں دیکھی۔(ماخوذ از مرقات)

روئیں اور آپ نے جب ان کے رنج وملال کو دیکھا تو پھر دوسری مرتبہ ان سے آہستہ سے گفتگو فرمائی تو اچانک وہ ہنسنے لگیں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے تو میں ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آہستہ سے گفتگو فرمائی تو اس سے متعلق پوچھی تو وہ فرمائیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اس راز کو ظاہر نہیں کروں گی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں بولی: تم کو میں میرے حق کا جو تم پر ہے واسطہ دے کر پوچھتی ہوں تم مجھ کو بتاؤ، تو وہ فرمائیں: ہاں اب میں بتاسکتی ہوں۔ جب آپ نے مجھ سے پہلی مرتبہ رازدارانہ گفتگو فرمائی تو فرمایا: جبرئیل ہر سال میرے ساتھ قرآن کا ایک مرتبہ دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے، تم اللہ کے تقوی پر قائم رہو اور صبر کرو۔ میں تمہارے لئے کیا ہی اچھا پیش رو ہوں تو میں رو پڑی۔ اور جب آپ نے میری گھبراہٹ کو دیکھا تو دوسری مرتبہ مجھ سے سرگوشی فرمائی اور فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم اہل جنت کی یا مومنین کی عورتوں کی سردار رہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے آپ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی اور مجھے بتایا اس مرض میں آپ کا وصال ہوجائیگا تو میں رونے لگی پھر مجھے بتایا میں آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے آپ سے ملاقات کروں گی تو میں ہنسنے لگی۔ (متفق علیہ)

14/7617۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ (10) میرا ٹکڑا ہے جو شخص اس کو غصہ دلایا وہ مجھ کو غصہ دلایا۔

---

(10) قولہ: فاطمة بضعة مني. کرمانی میں ہے امام نووی نے فرمایا سیدہ فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ ان میں سے کون افضل ہے۔ صاحب لمعات نے فرمایا کہ علماء نے حضرت عائشہ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت سے متعلق اختلاف کیا ہے اسی طرح سیدہ فاطمہ کی حضرت عائشہ پر فضیلت یا اسکے برخلاف معاملہ میں اختلاف ہے اور امام مالک سے منقول ہے آپ نے فرمایا فاطمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے حصہ سے کوئی شئی افضل نہیں ہوسکتی۔ امام

15/7618۔اور ایک حدیث میں ہے جو چیز اس کو فکر میں ڈالتی ہے وہ مجھ کو فکر میں ڈالتی ہے جو چیز اس کو تکلیف دیتی ہے وہ مجھ کو تکلیف دیتی ہے۔(متفق علیہ)

16/7619۔حضرت جُمیع بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں اپنی پھوپی کے ساتھ سیدہ عائشہ کے پاس گیا اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں (11) میں کون زیادہ محبوب تھے تو فرمائیں: سیدہ فاطمہ اور مرد حضرات کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ان کے شوہر۔(ترمذی)

17/7620۔حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں بیٹھا ہوا تھا(12)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) سبکی سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ہمارے پاس مختار یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ افضل ہیں پھر ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں میں کون افضل ہیں سے متعلق فرمایا اس میں تین مذاہب ہیں ان میں راجح مذہب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت کا ہے اور بعض حضرات اس باب میں توقف کرتے ہیں لمعات کی بات یہاں ختم ہوئی۔اور مرقات میں ہے کہ علامہ سیوطی نے نقایہ میں فرمایا ہم سمجھتے ہیں کہ افضل النساء بی بی مریم اور سیدہ فاطمہ ہیں اور امہات المومنین میں حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ افضل ہیں اور ان دونوں میں فضیلت دینے سے متعلق چند اقوال ہیں ان میں تیسرا قول توقف کرنے کا ہے۔اور میں کہتا ہوں سب میں توقف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل ظنیہ آپس میں متعارض ہیں اور وہ یقینیات پر مبنی عقائد میں مفید نہیں ہوتے واللہ اعلم بالصواب.

(11) قولہ: ای الناس کان احب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ. صاحب مرقات نے فرمایا محبت کی زیادتی سے افضلیت کا تحقق لازم نہیں جیسا کہ اولاد کی اور بعض اقارب سے محبت امر طبعی ہے یہ اچھی طرح جانتے ہوئے بھی کہ دوسرے ان سے زیادہ افضل ہیں۔

(12) قولہ: کنت جالسا. یعنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس بیٹھا تھا۔وقولہ: ما جئناک نسألک عن اھلک. یعنی آپ کے پاس آپ کے ازواج واولاد سے متعلق پوچھنے نہیں آئے بلکہ آپ کے اقارب اور متعلقین سے متعلق ہم آپ سے پوچھ رہے ہیں۔وقولہ: من قد انعم اللّٰہ علیہ. یعنی اسلام وہدایت اور اکرام کی نعمت سے سرفراز کیا وانعمت علیہ یعنی میں ان کو آزاد کیا متبنی بنایا اور ان کی تربیت

کہ حضرت علی اور حضرت عباس آئے اور دونوں اجازت طلب کر رہے تھے۔ اور حضرت اسامہ سے انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیجئے۔ تو میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی و حضرت عباس اجازت طلب کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو معلوم کیا چیز ان کو لائی ہے؟ تو میں عرض کیا مجھے نہیں معلوم حضور پاک نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں ان کو اجازت دیدو۔ پس وہ دونوں داخل ہوئے اور عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں کہ آپ کے اہل میں آپ کو کون زیادہ محبوب ہیں تو آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد تو ان دونوں نے عرض کیا ہم آپ کے پاس آپ کے اہل (ازواج واولاد) کے متعلق پوچھنے نہیں آئے تو آپ نے فرمایا میرے اہل میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا اور جن پر میں نے بھی انعام کیا ہے اسامہ بن زید ہیں پھر ان دونوں نے عرض کیا پھر کون ہیں آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب ہیں(13) تو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو ان کے آخر میں کر دیا تو آپ نے فرمایا علی ہجرت میں تم سے پہلے ہیں۔ (ترمذی)

18/7621۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا آپ کے اہل بیت میں کون آپ کو زیادہ محبوب ہیں تو آپ نے فرمایا حسن وحسین آپ حضرت فاطمہ سے فرماتے تھے میرے دونوں بچوں کو بلاؤ پھر آپ ان دونوں کو سونگھتے اور انکو سینہ سے لگا لیتے۔ (ترمذی)

19/7622۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کر کے ان کو سرفراز کیا اور اگرچیکہ یہ **انعم اللّٰہ وانعمت علیہ**. حضرت زید کے بارے میں ہے لیکن بیٹا ان دونوں انعاموں سے سرفرازی میں اپنے باپ کے تابع ہے۔ (مرقات)

(13) **قولہ: ثم علی بن ابی طالب.** یہ واضح نص ہے اس بات پر کہ احبیت سے افضلیت یعنی کسی سے زیادہ محبوب ہونے سے ان کا افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما سے بالاتفاق افضل ہیں۔ (مرقات)

اللہ علیہ وسلم حضرت حسن بن علی کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے تو ایک صاحب نے کہا اے صاحبزادے کتنی اچھی سواری پر تم سوار ہوئے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سوار بھی کیا خوب ہے۔(ترمذی)

20/7623۔حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت ابوبکر عصر کی نماز پڑھے(14) پھر نکل کر چلنے لگے اور آپ کے ساتھ حضرت علی تھے پس آپ حضرت حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھے تو ان کو اپنے کندھوں پر اٹھالئے اور فرمائے میرے باپ(15) قربان یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی مسکراتے جارہے تھے۔(بخاری)

21/7624۔حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ حضرت حسن(16) بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے کندھے پر تھے آپ

---

(14) **قوله: صلى ابو بكر العصر.** آپ کی خلافت کے زمانے میں یا اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔**وقوله: فراى.** یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھے۔(مرقات)

(15) **قوله: بابي** یعنی مفدي بابی میرے والد قربان، یہ قسم نہیں ہے کیونکہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔**وقوله: شبيه بالنبي صلى الله عليه وسلم.** آپ کا یہ قول سیدنا علی کے اس قول کے معارض نہیں کہ میں نے نہ آپ سے پہلے آپ کا مثل دیکھا نہ آپ کے بعد کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نفی ہر طرح کی مشابہت پر محمول ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اثبات اکثر مشابہت پر محمول ہے۔جیسا کہ علامی طیبی نے اشارہ فرمایا **فی تنکیرہ لطف** یعنی لفظ شبیہ کو نکرہ لانے میں اشارہ ہے کہ آپ میں ایک قسم کی مشابہت ہے۔(مرقات)

(16) **قوله: والحسن بن علی.** میں حسن مرفوع ہے اور واؤ حالیہ ہے۔**على عاتقه** تاء کو کسرہ(زیر) ہے یہ مونڈھے اور گردن کے درمیان کا حصہ ہے۔صاحب مشکوۃ نے فرمایا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابومحمد ہے آپ سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کے نواسے) ہیں اور آپ کے پھول ہیں اور اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں نصف رمضان یعنی رمضان کی پندرہ(15) تاریخ 3 تین ہجری کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، آپ کی ولادت کے بارے میں یہ صحیح ترین قول ہے۔اور 50 پچاس ہجری میں آپ کا وصال ہوا اور ایک قول میں

صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: ائے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ (متفق علیہ)

22/7625۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں رسول اللہ صلی

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) 49 انچاس اور ایک قول میں 44 چوالیس ہے اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی اور آپ سے روایت کرنے والے آپ کے صاحبزادے حسن بن حسن اور حضرت ابو ہریرہ اور کثیر جماعت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور جب آپ کے والد محترم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں شہید کئے گئے تو آپ کے ہاتھ پر چالیس ہزار (40000) سے زیادہ لوگ موت پر یعنی جب تک جان میں جان ہے جہاد کرنے پر بیعت کئے مگر آپ نے خلافت کو نصف جمادی الاولی 41 اکتالیس ہجری میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے کردیا۔

واما الحسین. اب رہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ کی ولادت باسعادت 5 رشعبان 4 ہجری میں ہوئی۔ آپ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے (50) پچاس دن کے بعد اپنی والدہ کے شکم مبارک میں آئے اور جمعہ کے دن یوم عاشوراء کو 61 اکسٹھ ہجری میں سرزمین عراق کے کوفہ اور حلہ کے درمیان واقع میدان کربلا میں آپ کی شہادت ہوئی۔ بد بخت سنان بن انس نخعی نے آپ کو شہید کیا اس کو سنان بن ابی سنان بھی کہا جاتا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق شمر بن ذی الجوشن شقی نے آپ کو شہید کیا، بد بخت خولی نے تیزی سے آپ کے سر مبارک کو جدا کیا۔ خولی خاء کو زبر (فتحہ) واؤ کو جزم لام کو زیر (کسرہ) اور یاء کو تشدید (خَوْلِیّ) ہے یہ خولی ابن یزید اصبحی حمیر قبیلہ کا ہے۔ اس بد بخت نے سر مبارک کو تن سے جدا کیا اور اس کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بد بخت نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے اور آپ کے برادران اور اہل بیت میں سے تیئیس (23) حضرات کو شہید کیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت علی زین العابدین اور حضرت فاطمہ اور سُکینہ نے جو دونوں آپ کی صاحبزادیاں ہیں روایت کیا ہے ''سکینہ'' سین کو پیش (ضمہ) کاف کو زبر (فتحہ) یاء کو جزم اور اس کے بعد نون (سُکَیْنَہ) ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر (58) اٹھاون سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ایسا ہوا کہ عبداللہ بن زیاد کو یوم عاشوراء 67 سینسٹھ ہجری میں دوران جنگ ابراہیم بن مالک بن اشتر نخعی نے قتل کیا اور اس کا سر مختار کے پاس بھیجا اور مختار نے اس سر کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا اور حضرت ابن زبیر نے حضرت سیدنا علی بن حسین کے پاس بھیجا۔ (مرقات)

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں نکلا(17) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے مکان کے پاس تشریف لائے اور فرمائے کیا یہاں چھوٹا ہے کیا یہاں چھوٹا ہے یعنی صاحبزادے حسن تھوڑی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ ہر ایک، ایک دوسرے کو گلے لگا لئے(18) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرتے ہیں۔(متفق علیہ)

23/7626۔حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن بن علی آپ کے بازو تھے آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تو دوسری مرتبہ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے میرا یہ بچہ سید(19) ہے اور قریب ہے کہ(20) اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے

---

(17) قوله: طائفة من النهار. یعنی دن کا ایک حصہ۔وقوله: خباء فاطمة. خاء کو زیر(کسرہ) پھر باء اس کے بعد الف پھر ہمزہ یعنی آپ کا گھر جیسا کہ امام نووی نے کہا۔وقولہ: لکع لام کو پیش اور کاف کو زبر(فتحہ) یہ عمر کی طرح غیر منصرف ہے یعنی چھوٹا بچہ علامہ قاضی نے فرمایا یہاں پر چھوٹا کہنے کا مقصد مہربانی اور پیار وشفقت ہے جیسے یا حمیراء کی تصغیر سے مقصود ہوتا ہے۔وقوله: یعنی حسنا یہ تفسیر راوی کی طرف سے ہے۔(مرقات)

(18) قوله: اعتنق کل واحد منهما صاحبه. علامہ ابن ملک نے فرمایا اس میں معانقہ کا جواز ہے۔امام نووی نے فرمایا اس سے ظاہر ہے کہ بچے کے ساتھ شفقت کے ساتھ معانقہ کرنا اور شفقت ومہربانی سے دل بہلائی کرنا مستحب ہے اور بچوں اور ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ بھی تواضع اختیار کرنا مستحب ہے۔(مرقات)

(19) قوله: سید. اس سے متعلق کہا گیا ہے سید وہ ہے جس پر غصہ کا غلبہ نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سید وہ ہے جو خوبیوں میں فائق ہو اور پہلے معنی بعد کی عبارت کے زیادہ لائق ومناسب ہے اور راجح دوسرے معنی ہیں کیونکہ ''سید'' حقیقت میں اسی شخص پر بولا جاتا ہے جو حسب ونسب اور علم وعمل کے اعتبار سے سیادت کے تمام پہلو کا جامع ہو۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا یہ ان کے شرف وفضیلت کے لئے کافی ہے ان سے بڑھ کر کون سید ہوسکتا ہے جن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید رکھا ہے۔(مرقات)

(20) قوله: لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین. علامہ تورپشتی نے فرمایا ان دونوں فرقوں کو ''عظیمتین'' کہا گیا کیونکہ ان دنوں مسلمان دو جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ایک جماعت حضرت

گا۔(بخاری)

24/7627۔حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں آج رات ایک

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اور ایک جماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھی۔ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ان دنوں تمام لوگوں میں خلافت کے حقدار تھے۔ اور خلافت کے ان تیس سال میں سے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الخلافة بعدی ثلثون سنة** صرف چھ مہینہ باقی رہ گئے تھے۔ وہ چھ مہینے جب پورے ہوئے تو آپ کی پرہیزگاری اور اپنے نانا کی امت پر آپ کی شفقت اور اللہ تعالیٰ کے پاس کی نعمت کی رغبت آپ کے لئے ترک دنیا و ترک حکومت کا سبب بنی آپ کا خلافت کو چھوڑنا کسی قلت و کمزوری کی بناء پر نہیں تھا آپ کے دست مبارک پر چالیس ہزار مسلمان اسی وقت آخری دم تک کے لئے آپ کی خلافت کے حق میں بیعت کر لئے تھے اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا تھا "**ان اللہ سیصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین**" اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان ان سے صلح کرائیگا۔ آپ کا یہ صلح کرنا بعض شیعہ اصحاب پر شاق گزرا اور وہ عصبیت پر اتر آئے یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں آکر آپ سے سلام کرتے وقت کہنے لگے **السلام علیک یا عار المومنین** تو آپ نے فرمایا **العار خیر من النار** یہ عار نار سے بہتر ہے اور شرح السنۃ میں ہے کہ اس حدیث شریف میں دلیل ہے اس بات کی کہ دونوں جماعتوں میں کوئی اس فتنہ کے دوران اپنے کسی قول یا فعل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو باوجودیکہ ایک حق پر اور دوسرے خطاء پر ہے سب کو مسلمان قرار دیا اور کسی رائے یا مذہب کے اختیار کرنے میں ہر تاویل رکھنے والے کا یہی حکم ہوگا اگرچہ کہ وہ اس میں خطاء پر ہو جبکہ اس نے جس (مذہب) کو اختیار کیا ہو اس میں شبہ کی گنجائش ہو۔

اور اسی سے علماء نے اہل بغاوت کی گواہی کو قبول کرنے اور ان کے قاضی کے فیصلہ کے نفاذ پر اتفاق کیا ہے۔ اور علماء سلف نے اس سب سے پہلے وقوع پذیر فتنہ سے متعلق گفتگو نہ کرنے کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے فرمایا یہ وہ خون ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے پس ہم زبانوں کو اس میں ملوث نہیں کریں گے۔

اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صلح اور اس کو قائم رکھنا اور اس پر مداومت ان کی حکوت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔(ماخوذ از مرقات ولمعات)

بھیانک خواب دیکھی ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیا خواب ہے؟ تو وہ بولیں وہ خواب شدید ہے،تو آپ نے فرمایا: وہ خواب کیا ہے؟ تو عرض کی، میں دیکھی، گویا آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میرے گود میں رکھ دیا گیا ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، بی بی فاطمہ سے انشاءاللہ لڑکا تولد ہوگا اور وہ تمہاری گود میں ہوگا، پس بی بی فاطمہ سے حسین تولد ہوئے، اور جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میری گود میں آئے، پھر میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ پھر میں حضور کی طرف دیکھی تو کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بہہ رہی ہیں۔تو وہ کہتی ہیں کہ میں عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا بات ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بچہ کو شہید کردے گی۔تو میں عرض کی: ان کو شہید کردے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اورانہوں نے میرے پاس ان کی سرخ مٹی میں سے کچھ مٹی لاکر بھی دی۔(بیہقی دلائل النبوۃ)

25/7628۔حضرت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرمائیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئیں اور وہ رو رہی تھیں۔تو میں عرض کی: کیا چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ تو وہ فرمائیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھی یعنی خواب میں دیکھی کہ آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد ہے تو عرض کی یا رسول اللہ کیا ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے ابھی حسین کی شہادت گاہ میں موجود تھا۔(ترمذی)

26/7629۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن نصف النہار کے وقت خواب میں بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود دیکھا(21)

(21) قوله: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم . یعنی آپ کے وصال کے بعد دیکھا وقوله: لم ازل التقطه منذ اليوم. علامہ طیبی نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور ہوسکتا ہے کہ ھذا کی خبر کے بعد خبر ہو

کہاآپ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پرقربان، یہ کیا ہے؟ تو فرمایا: ”یہ حسین اوران کے اصحاب کا خون ہے میں صبح سے اس کو اٹھالیتا رہا“۔ پس میں نے اس وقت کا حساب رکھا تو قتل حسین کوٹھیک اسی وقت میں پا تا ہوں۔ (بیہقی دلائل النبوۃ، احمد)

27/7630۔ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہیں(22) اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتے ہیں، حسین(23) امتوں میں سے ایک امت ہیں۔ (ترمذی)

28/7631۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا: میں اپنی ایک

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اور ہوسکتا ہے یہ خبر ہو اور ”دم الحسین“ ”ھذا“ کا بدل ہو۔ وقولہ: فاحصی ذلک الوقت یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کلام ہے۔ یعنی خواب کے زمانہ سے اس وقت کی تاریخ کو یادرکھا۔ وقولہ: فاجد قتل ذلک الوقت تو شہادت حسین اسی وقت میں ہوئی اور ”اجد“ کو ماضی سے مضارع کی طرف عدول جو کیا گیا وہ اس عجیب واقعہ کے استحضار کے لئے ہے۔ (مرقات)

(22) قولہ: حسین منی وانا من حسین. علامہ قاضی نے فرمایا گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور وحی سے علم ہوگیا جو کچھ حسین اور قوم کے درمیان واقع ہوگا، تو آپ نے ان کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور بیان فرمایا کہ وجوب محبت میں اور آپ سے تعرض اور آپ کے خلاف کرنے کی حرمت میں دونوں حضور علیہ وآلہ وصحبہ الصلاۃ والسلام اور امام حسین علیہ السلام شئی واحد کی طرح ہیں اور اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا

احب اللہ من احب حسینا: جو حسین سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے کیونکہ حسین سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ (مرقات)

(23) قولہ: حسین سبط. سین کو کسرہ (زیر) اور ب کو زبر (فتحہ) یعنی میری شہزادی کا بچہ ہے۔ اور اس لفظ کا ماخذ سبط (س کو فتحہ) ہے اس کے معنی ایسا درخت ہے جس کی ایک جڑ اور بکثرت ڈالیاں ہوں گویا والد جڑ کی طرح ہے اور اولاد اس کی ڈالیاں ہیں۔ اور یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ حسین سے ایک بڑا قبیلہ بنے گا اور اس کی نسل میں بکثرت لوگ ہوں گے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے آپ کی نسل بہت پھیلے گی اور پھیلتے رہے گی اور ہوا بھی ایسا ہی۔ (مرقات)

ضرورت کے لئے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا(24) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور آپ ایک چیز ڈھانکے ہوئے تھے میں نہیں جانتا وہ کیا چیز تھی جب میں اپنی ضرورت پوری کرلیا تو عرض کیا: یہ کیا چیز ہے جس کو آپ ڈھانکے ہوئے ہیں؟ تو آپ نے اس پر سے کپڑا اہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں وہ حضرت حسن وحسین آپ کے دونوں زانوں پر ہیں آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بچے اور میری بچی کے بچے ہیں۔اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر اور جو شخص ان دونوں سے محبت کرتا ہے اس سے بھی تو محبت کر۔(ترمذی)

تو ہم کہتے ہیں: اے اللہ! تو ہم کو ان دونوں سے محبت کرنے اور دوستی کرنے والوں میں سے بنادے اور ان سے دشمنی کرنے والوں اور بغض رکھنے والوں میں سے مت بنا۔

29/7632۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم سے روایت ہے فرمایا: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا جب کہ ان سے ایک شخص مُحرِم کے متعلق دریافت(25) کررہا تھا۔شعبہ

---

(24) قوله: طرقت. لغت میں "طرق" کے معنی رات میں آنا ہے جیسے "طروق" (رات میں آنے والا) چنانچہ اس کلام میں تجرید یا تاکید ہے اور اس کے معنی ہونگے "اتیتہ" یعنی میں حاضر ہوا۔"ذات لیلة" یعنی راتوں میں سے کسی رات میں۔اس میں لفظ ذات زائد ہے جو ابہام کی زیادتی کے لئے ہے۔وقوله: ورکیه واو کو فتحہ (زبر) اور راء کو (کسرہ) زیر لغت میں اس کے معنی ران کے اوپر کا حصہ ہے۔(مرقات)

(25) قوله: وسأله رجل عن المحرم. یہ جملہ حالیہ ہے۔وقوله: قال شعبة یعنی اس حدیث شریف کے ایک راوی ہیں۔وقوله: احسبه. یعنی میں سمجھتا ہوں یعنی سائل نے محرم سے متعلق دریافت کیا اور کتاب ذخائر میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ سے محرم سے متعلق دریافت کیا گیا جو مکھی کو قتل کرتا ہے یعنی اس کا اس کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں ہے۔اور یہ جملہ معترضہ ہے۔وقوله: اهل العراق یعنی کوفہ والے۔علامہ طیبی نے فرمایا: قال اهل العراق یہ جملہ "سمعت" سے حال ہے اور لفظ قد مقدر ہے اور اس کی اصل "سمعت قول عبداللّٰہ" ہے۔یعنی میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔

وقوله: سأله رجل عن المحرم. یہ بھی حال ہے۔ وقوله: قال شعبة احسبه يقتل الذباب یہ کسی راوی کا قول ہے جو اس شخص کے سوال اور اس کے استفتاء کی وضاحت ہے،یعنی آپ کیا فرماتے ہیں اس محرم کے

کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں اس نے کہا کہ مُحرِم جو مکھی مارتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اہل عراق مجھ سے مکھی کے متعلق دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کو شہید کر دیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں(26) (بخاری)

30/7633۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن وحسین دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (ترمذی)

31/7634۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں(27)۔ (ترمذی)

32/7635۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے اجازت دیجئے(28) کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) بارے میں جو مکھی کو مار ڈالتا ہے؟ **وقوله: قد قتلوا الخ** یہ "یسئلونی" کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ **وقوله: وقال** یعنی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی جملہ حالیہ ہے (ماخوذ از مرقات)

(26) **قوله: وهما ريحاني من الدنيا**" (وہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں) یعنی لڑکے کو 'ریحان' (یعنی پھول) کہا جاتا ہے، کیونکہ جس طرح پھول کو سونگھا جاتا ہے اس کو بھی سونگھا جاتا ہے گویا کہ یہ منجملہ پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔ **قوله: "من الدنيا"** یہاں لفظ "من" بمعنی "فی" ہے یعنی 'دنیا میں'۔ (ماخوذ از مرقات)

(27) **قوله: الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة.** اس سے علامہ مظہر نے فرمایا یعنی یہ دونوں حضرات، جنتی جو اللہ کی راہ میں نوجوانی میں انتقال کئے ہیں ان میں افضل ہیں اس میں ان کی نوجوانی کی عمر مراد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات کہولت (بزرگی کی عمر) میں انتقال کئے ہیں بلکہ اس سے مراد نوجوانوں جیسے مروت وقوت کے کام ہیں جیسے کہا جاتا ہے 'فلان نوجوان ہیں' حالانکہ وہ بوڑھے ہوتے ہیں اس سے ان کی مروت وقوت کی طرف اشارہ ہوتا ہے یا اس سے انبیاء علیہم السلام، خلفاء راشدین کے سوا اہل جنت کے سردار ہونا مراد ہے یہ اس لئے کہ سارے اہل جنت ایک عمر کے نوجوان ہوں گے۔ ان میں کوئی بھی بوڑھے بڑی عمر کے نہیں ہوں گے۔ علامہ طیبی نے فرمایا اس سے مراد ہوسکتا ہے اس زمانے کے نوجوانوں میں جو جنتی ہیں ان کے سردار ہوں گے۔ (مرقات)

(28) **قوله: دعيني.** شاید وہ اپنے بچے کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مقام کے دور ہونے کی وجہ سے ان پر یا اپنے آپ پر خوف کھا کر روکتی تھیں۔

ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ سے درخواست کروں کہ میرے لئے اور آپ کے لئے استغفار فرمائیں، پس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مغرب کی نماز ادا کیا پھر آپ جس وقت عشاء کی نماز پڑھنا تھا پڑھے، پھر پلٹ کر چلے تو میں آپ کے پیچھے چلا پس آپ میری آواز سنے اور فرمائے یہ کون ہیں؟ کیا حذیفہ ہیں؟ میں عرض کیا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: تمہاری کیا ضرورت ہے؟ اللہ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے۔ یہ فرشتہ ہے آج کی اس رات کے سواء زمین پر وہ کبھی نہیں اترا، وہ مجھے سلام کرنے اور مجھے یہ خوشخبری سنانے کے لئے کہ سیدہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار اور سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اپنے پروردگار سے اجازت طلب کیا۔ (ترمذی)

33/7636۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ حضرت حسن بن علی سے بڑھ کر کوئی نہیں تھے اور حضرت حسین کے بارے میں بھی فرمایا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ (بخاری)

34/7637۔ ان ہی سے روایت ہے فرمایا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور ایک طشت میں رکھا گیا تو وہ چھڑی سے چھونے لگا(29) اور آپ کے حسن کے بارے میں کچھ کہا(30) تو حضرت انس نے فرمایا: میں نے کہا خدا کی قسم آپ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) **وقولہ: آتی** ''یاء'' کے ساتھ یہ نیا جملہ ہے یعنی میں جاؤنگا۔ **وقولہ: فصلی** یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل سے فارغ ہوئے۔ (مرقات)

(29) **قولہ: ینکت.** کتاب نہایہ میں ہے یعنی غور وفکر رہا تھا اور اپنے آپ سے گفتگو کر رہا تھا، اس کی اصل **النکت بالعصا** یعنی چھڑی سے کریدنا، اور یہ زمین پر عصاء سے مارنا ہے **ونکت الارض بالقضیب** اور وہ یہ کہ ایک فکر میں ڈوبے ہوئے شخص کی طرح چھڑی کے ایک کنارہ سے زمین پر نشان ڈالے۔ (مرقات)

(30) **قولہ: فی حسنہ شیئا.** اس سے کبھی ذہن اس بات کی طرف جاتا ہے کہ وہ اپنی بڑائی اور عناد کی وجہ سے آپ کے حسن میں نقص ظاہر کر رہا تھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول سے اس کا جواب دیا لیکن ترمذی

تمام لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور آپ وسمہ بوٹی کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ (بخاری)۔

35/7638۔ اور جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ابن زیاد کے پاس تھا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو وہ ایک چھڑی سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناک میں مارنے (چبھونے) لگا۔ اور کہتا تھا میں نے آپ کے جیسا حُسن نہیں دیکھا تو میں اس سے کہا: بے شک آپ رضی اللہ عنہ سب لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح حسن اور غریب ہے۔ (ترمذی)

36/7639۔ حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو میں مسجد کے صحن میں گیا اور ان کے پاس پہنچا اور وہ کہہ رہے تھے ''آ گیا آ گیا''، تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک سانپ ہے جو ان سروں میں سے گھستا ہوا آیا یہاں تک کہ عبیداللہ بن زیاد کے نتھنے میں گھسا تھوڑی دیر ٹھیرا پھر نکلا اور چلا گیا یہاں تک کہ غائب ہو گیا پھر لوگوں نے کہا وہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ آیا اور ایسا ہی عمل کیا۔ اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی)

37/7640۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضرت حسن سینہ سے سر کے حصہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں (31)۔ اور حضرت حسین اس کے نیچے کے حصہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) شریف کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے آپ کے انتہائی حسین ہونے کو بیان کیا اور یہ اس کا مذاق اور استہزاء کا انداز تھا اور آپ کو شہید کرنے کی خوشی میں کہہ رہا تھا۔ (لمعات)

(31) قوله: اشبه. فعل ماضی ہے وقوله: ما بين الصدر الى الراس. علامہ طیبی نے فرمایا یہ ''اشبه'' میں ضمیر فاعل سے بدل ہے یا اس کے مفعول سے بدل البعض ہے اس کے بعد والے قول ''ما كان اسفل'' کی ترکیب بھی اسی طرح کی ہے۔ (مرقات)

سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں۔(ترمذی)

38/7641۔حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن وحسین آئے ان دونوں پر دو سرخ قمیصیں تھیں(32) وہ دونوں چلتے اور لڑ کتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے اوران دونوں کو اٹھالئے اور اپنے سامنے دونوں کو بٹھالئے پھر فرمائے اللہ نے سچ فرمایا:''اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ''(64،التغابن،آیت نمبر:15)تمہارے اموال اورتمہاری اولا دامتحان ہیں میں ان دونوں بچوں کو چلتے اورلڑ کتے دیکھا تو صبر نہیں کرسکا یہاں تک کہ میں اپنی بات کوروکا اوران دونوں کو اٹھالیا۔(ترمذی،ابوداؤد،نسائی)

39/7642۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اور حضرت حسن کو لیتے اور فرماتے **اللھم احبھما فانی احبھما**۔اے اللہ تو ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ اورایک روایت میں ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو لیتے اوراپنے زانو پر بٹھالیتے حضرت حسن بن علی کو اپنے دوسرے زانو پر بٹھالیتے پھر دونوں کو اپنے سے چمٹالیتے اور فرماتے اے اللہ ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں ان دونوں پر مہربان ہوں۔(بخاری)

40/7643۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دستہ روانہ فرمائے اوران پر حضرت اسامہ کو امیر بنائے،تو بعض اشخاص ان کی امارت (کمانڈری) سے متعلق اعتراض کئے(33) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ ان کی

---

(32) **قولہ: قمیصان احمران.** یعنی ان قمیصوں پر سرخ دھاریاں تھیں۔(مرقات)

(33) **قولہ: فطعن** ''ع''کو زبر(فتحہ) باب منع کی طرح،طعنہ دیئے ان کی عزت اورنسب سے متعلق اور''ع''کو پیش کے ساتھ،نیزہ یا ہاتھ سے چھبونا۔اورکہا جاتا ہے وہ دولغت ہیں معنی یہ ہے کہ بعض اشخاص یعنی منافقین یا عرب کے روکھے سخت مزاج لوگوں نے ان کی امارت کے بارے میں(طعنہ دیا) کلام کیا۔**امارتہ** میں''الف''کو زیر(کسرہ) ہے یعنی کمانڈری اورقیادت سے متعلق کیونکہ وہ آزاد کردہ غلام تھے۔(مرقات)

امارت (کمانڈری) پر طعن کر رہے ہو (34) تو تم نے اس سے پہلے ان کے والد کی کمانڈری پر بھی طعن کیا تھا خدا کی قسم وہ امارت کے یقیناً لائق تھے (35) اور وہ مجھے لوگوں میں زیادہ محبوب تھے، تو یہ بھی مجھے ان کے بعد لوگوں میں زیادہ محبوب ہیں۔ (متفق علیہ)

41/7644۔ اور مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح ہے اور اس کے آخر میں ہے او صیکم (36) بہ الخ میں تم کو ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ بلا شبہ تمہارے نیک

(34) قوله: ان کنتم تطعنون فی امارته الخ. علامہ تورپشتی: نے فرمایا جو شخص بھی ان دونوں کی امارت سے متعلق طعنہ دیا تھا وہ اس لئے تھا کہ یہ دونوں آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں اور عرب میں موالی (آزاد کردہ غلاموں) کو امیر نہیں بناتے تھے اور ان کی اتباع کو بالکل ناپسند کرتے تھے۔ لیکن اللہ نے جب اسلام کو اتارا اور لوگوں کے پاس جن کی کوئی قدر نہیں تھی ان کا مرتبہ اسلام اور ہجرت اور علم و پرہیزگاری کے ذریعہ بلند کیا اور دیندار لوگوں نے ان کے رتبہ کو جانا لیکن جو لوگ اپنی عادت سے مجبور تھے اور وہ دیہاتی اور قبیلوں کے سردار جن کو جاہ و مرتبہ سے محبت تھی ان کے دلوں میں تو یہ چیز کھٹکتی تھی اور خاص طور پر اہل نفاق تو اس پر طعن کرنے میں آگے رہتے اور اس کا شدید انکار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض غزوات میں امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا تھا خصوصا غزوہ موتہ اس غزوہ میں ان کی ماتحتی میں بڑے بڑے صحابہ چلے تھے جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور حضرت زید اپنی صلاحیتوں اور اپنے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کی بناء پر اس کے لائق تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ کو بھی روانہ فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض مبارک کے زمانہ میں حضرت اسامہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا تھا جس میں اصحاب فضائل اور بزرگ صحابہ کی ایک جماعت شریک تھی گویا اس میں بزرگی کے علاوہ آپ نے یہ دیکھا کہ اس میں اس بات کی تربیت دی جائے کہ آپ کے بعد بھی کوئی شخص امیر کی اطاعت سے دست کش نہ ہو اور جاہلیت کے تمام دستور ختم کر دئے گئے اور اس کے تمام طور طریق مٹ گئے۔ (مرقات)

(35) قوله: ان. مخففه ہے یعنی حال یہ ہے کہ ان کے والد لائق تھے اور امارت کے قابل تھے اپنی فضیلت اور سبقت اور مجھ سے قرب کی بناء پر وہ اس کے لائق تھے۔ (مرقات)

(36) قوله: او صیکم به. یعنی اسامہ کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نیک لوگوں میں سے ہیں یعنی تمہارے درمیان ان حضرات میں سے جن پر نیکی اور صالحیت غالب ہے۔ ورنہ درحقیقت تمام صحابہ نیک ہیں اور یہ خطاب حاضرین کی جماعت سے ہے یا ان (اسامہ) کے ساتھ جو حضرات بھیجے گئے تھے ان سے ہے۔ (مرقات)

حضرات میں سے ہیں۔(مسلم)

42/7645۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت اسامہ کے لئے تین ہزار پانچ سو (ساڑھے تین ہزار) مقرر کئے اور حضرت عبداللہ بن عمر کے لئے تین ہزار مقرر کئے(37) تو عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے عرض کیا: آپ نے اسامہ کو مجھ پر کیوں فضیلت دی؟ خدا کی قسم وہ کسی مقام میں مجھ پر سبقت نہیں لے گئے تو آپ نے فرمایا کیونکہ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب تھے اور اسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو میرے اپنے محبوب پر ترجیح دیا ہوں۔(ترمذی)

43/7646۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کے ریزش بینی (ناک کے پانی) کو صاف کرنے(38) کا ارادہ فرمایا تو حضرت عائشہ عرض کیں: آپ مجھے اجازت دیں تا کہ یہ کام میں کروں، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ان سے محبت کرو میں ان سے محبت کرتا ہوں۔(ترمذی)

44/7647۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہوگئی(39) تو میں اور دوسرے لوگ مدینہ منورہ کو آ گئے اور

---

(37) قوله: وفرض یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کیا لعبد الله بن عمر (عبداللہ بن عمر کے لئے) یعنی اپنے بیٹے بلکہ عزیز ترین بیٹے کے لئے۔وقوله: لان زیدا (کیونکہ زید) یعنی حضرت اسامہ کے والد کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم من ابیک. (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب تھے) اس میں اس بات پر دلالت ہے جس کو ہم نے سابق میں ذکر کیا ہے کہ کسی کا زیادہ محبوب ہونا اس کے افضل ہونے کو لازم نہیں آتا۔(مرقات)

(38) قوله: ان ینحی. حاء کو تشدید اور کسرہ (زیر) یعنی صاف کرنے کا ارادہ فرمایا۔(مرقات)

(39) قوله: ثقل قاف پر ضمہ (پیش) یعنی آپ کمزور ہو گئے اس مرض میں جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔وقوله: هبطت یعنی میں عوالی مدینہ کے مکانات سے آیا و هبط الناس اور تمام صحابہ اپنے اپنے مقامات سے مدینہ کو آئے۔المدینه یعنی الی المدینة بطریقۂ حذف وایصال (صلہ حرف جر (الی) کو حذف کر کے مجرور (المدینة)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ پر خاموشی چھا گئی تھی آپ کوئی کلام نہیں فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں دست مبارک میرے اوپر رکھتے جاتے اور ان کو اٹھاتے جاتے تھے میں جان رہا تھا کہ آپ میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔(ترمذی)

45/7648۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ زید بن حارثہ(40) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں ہم ان کو زید بن محمد کے نام سے بلاتے تھے(41) یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت:"**اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ**"(33،الاحزاب،آیت نمبر:5) نازل ہوئی تم ان کو ان کے آباء کی نسبت سے بلاؤ۔(متفق علیہ)

46/7649۔حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ساتھ میرے بھائی زید کو روانہ فرمایئے تو آپ نے فرمایا: وہ حاضر ہے(42) اگر وہ تمہارے ساتھ جاتا ہے تو میں اس کو نہیں روکتا۔زید

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کو اس کے متعلق فعل (هبط) یا شبہ فعل سے ملا دینا۔جیسے:"وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ". (7،الاعراف،آیت نمبر:155) یعنی "من قومه"] وقوله: اصمت ماضی مجہول أصمت العليل اس وقت بولتے ہیں جب زبان بند ہو جاتی ہے۔وقوله: انه يدعو لي یعنی اپنی محبت کی بناء پر دعاء فرما رہے ہیں۔(مرقات)

(40) قوله: إن زيد بن حارثة الخ. اس باب میں اس حدیث شریف کو لانے سے اس بات کو بتانا ہے کہ مولی الرجل یعنی کسی شخص کے آزاد کردہ غلام ان کے اہل بیت سے ہوتے ہیں۔(مرقات)

(41) قوله: ما كنا ندعوه إلا زيد بن محمد. امام نووی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو متبنی بنالیا اور ان کو اپنا بیٹا بلایا اور عرب اپنے آزاد کردہ غلاموں کو اور ان کے سوا دوسروں کو بھی اپنا بیٹا بنا لیتے تھے۔تو وہ ان کا بیٹا بن جاتا تھا اور ان کا وارث ہوتا اور ان کی طرف منسوب ہوتا تھا یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت: "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ" نازل ہوئی تو ہر انسان اپنے نسب کی طرف لوٹ گیا۔(مرقات)

(42) قوله: هو ذا. ضمیر هو کا مرجع زید ہے ذا کا اشارہ بھی ان ہی کی طرف ہے یعنی وہ حاضر ہے ان کو اختیار ہے اگر وہ آپ کے ساتھ جاتے ہیں تو میں ان کو نہیں روکتا یعنی میں نے ان کو آزاد کر دیا ہے۔(مرقات)

نے کہا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم، میں آپ کے سوا کسی کو اختیار نہیں کرتا۔ تو جبلہ نے کہا: میں نے میرے بھائی کی رائے کو میری رائے سے افضل دیکھا۔ (ترمذی)

47/7650۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب حضرت ابراہیم(43) کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لئے جنت میں(44) ایک دودھ پلانے والی (مرضعہ) ہے(45)۔ (بخاری)

48/7651۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب آپ(46) ابن جعفر (حضرت جعفر کے بیٹے) کو سلام کرتے تو السلام علیک یا ابن ذی الجناحین فرماتے۔ (بخاری)

49/7652۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا(47)۔ (ترمذی)

---

(43) قولہ: ابراهيم. یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں ماہ ذوالحجہ 8ھ آٹھ ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور سولہ مہینے کی عمر تھی مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور ایک قول میں (18) مہینہ بھی ہے جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جوان کے رضاعی چچا ہیں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ (مرقات)

(44) قولہ: في الجنة. اس میں واضح دلالت ہے کہ صاحب کمال حضرات انتقال کے بعد اسی وقت جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنت جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ پیدا ہو چکی ہے اور موجود ہے۔ (مرقات)

(45) قولہ: مرضعا. میم کو پیش اور ضاد کو کسرہ (زیر) ہے یعنی جوان کی رضاعت کو مکمل کرے گا اور ایک نسخہ صحیحہ میں مرضعا میم اور ضاد کو زبر (فتحہ) ہے کامل رضاعت کا مقام۔ (مرقات)

(46) قولہ: ابن جعفر. یہ حضرت جعفر کے بیٹے عبداللہ ہیں۔ یعنی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ قولہ: ذي الجناحين. جیم پر فتحہ (زبر) ہے۔ علامہ قاضی کہتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا تو انہیں "ذوالجناحين" (دو پروں والے) سے ملقب کر دیا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو "طیار" سے بھی موسوم کیا گیا۔ (مرقات)

(47) قولہ: يطير في الجنة مع الملئكة. وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں علامہ تورپشتی نے فرمایا

50/7653۔ ان ہی سے روایت ہے فرمایا: حضرت جعفر مساکین سے محبت کرتے ان کے ساتھ بیٹھتے ان کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور وہ آپ کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ''ابوالمساکین'' کنیت سے بلاتے تھے۔ (ترمذی)

51/7654۔ حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غصہ کی حالت میں داخل ہوئے اور میں آپ کے پاس تھا، آپ نے فرمایا: کس چیز نے تم کو غصہ میں لایا؟ تو عرض کیا: یارسول اللہ! قریش کو ہم سے کیا ہوگیا وہ جب آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو خوشی کے چہروں سے ملتے ہیں اور جب وہ ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو اس کے سوا چہروں سے ملتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلال میں آگئے یہاں تک کہ آپ کا رخ انور سرخ ہوگیا پھر آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے تم سے محبت کرے پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! جو شخص میرے چچا کو تکلیف دیا وہ مجھے تکلیف دیا کیونکہ کسی شخص کے چچا باپ کے مثل ہوتے ہیں(48) (ترمذی)

اور مصابیح میں یہ حدیث حضرت مطلب سے مروی ہے اور صاحب مرقات نے فرمایا مصابیح میں جو روایت آئی ہے وہ سہو ہے اور اس کا سبب وہم ہے محدثین کرام کے پاس مطّلب سے کوئی روایت نہیں ہے۔

52/7655۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) حضرت جعفر ملک شام میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے وہ حضرت زید بن حارثہ کے بعد امیر لشکر تھے ان کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا آپ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں شہید کردئے گئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت کشف میں دیکھا کہ آپ کو خون آلود دو پر ہیں ان دو پروں سے وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے رہتے ہیں۔ (مرقات)

(48) قوله: صنو أبيه. صاد کو کسرہ (زیر) اور نون ساکن ہے۔ یعنی باپ کے مثل۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے ہیں(49) اور میں ان سے ہوں۔(ترمذی)

53/7656۔ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا جب دوشنبہ کی صبح آئے تو تم اور تمہارے بچے میرے پاس آنا تا کہ میں تمہارے لئے ایسی دعا کروں کہ اللہ اس سے تم کو اور تمہارے بچوں کو فائدے دے گا پس آپ صبح آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ صبح پہنچ گئے اور حضور نے ہم کو اپنی کمبل اڑھائی پھر فرمایا: اے اللہ! عباس کی اور ان کی اولاد کی ظاہری و باطنی ایسی مغفرت فرما جو کسی گناہ کو نہ چھوڑے اے اللہ ان کے اولاد کے بارے میں ان کی حفاظت فرما(50)۔(ترمذی)

امام ترمذی نے اس کی روایت کی ہے۔

اور امام رزین نے یہ اضافہ فرمایا ''اور خلافت کو ان کی اولاد میں باقی رکھ''۔(رزین)

54/7657۔اور ان ہی سے روایت ہے فرمایا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے چمٹالیا اور فرمایا: اے اللہ! ان کو حکمت کا علم عطا فرما۔ اور ایک روایت میں ہے **علمه الکتاب**(51) ان کو الکتاب (قرآن مجید) کا علم عطا فرما۔(بخاری)

55/7658۔ان ہی سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی رکھدیا جب آپ نکلے تو فرمایا: یہ کس نے رکھا ہے؟ تو

---

(49) **قوله: العباس منی.** یعنی عباس میرے اہل بیت سے ہیں۔(مرقات)

(50) **قوله: اللهم احفظه فی ولده.** اے اللہ ان کی اولاد کے بارے میں ان کی حفاظت فرما یعنی ان کو عزت عطا فرما اور ان کی حفاظت فرما تا کہ ان کی اولاد سے متعلق ان کا حق ضائع نہ ہو اور امام رزین کی روایت **و اجعل الخلافة باقية فی عقبه** کا یہی مطلب ہے۔(مرقات)

(51) **قوله: علمه الکتاب** اس روایت سے ان صاحب کے قول کی تائید ہوتی ہے جنہوں نے **الحکمة** کی تفسیر علم الکتاب سے کی ہے اسی لئے حضرت ابن عباس کو ترجمان الکتاب کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے حکمت سے سنت مراد ہو اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جامع العلوم ہیں۔(ماخوذ از مرقات)

آپ کو بتایا گیا۔تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان کو دین کا فقیہ بنا(52)۔(متفق علیہ)

56/7659۔اوران ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے(53) جبریل علیہ السلام کو دومرتبہ دیکھا ہےاور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دومرتبہ دعافرمائی ہے۔(ترمذی)

57/7660۔اوران ہی سے روایت ہے،فرمایا: میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ دعافرمائی(54)(اَنْ یُّؤْتِیَنِیَ اللّٰهُ الْحِکْمَةَ)اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطاءفرمائے۔(ترمذی)

الحمدللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان (پہلی فصل) ختم ہوا۔

---

(52) قولہ: اللھم فقھہ. علامہ نووی نے فرمایااس میں فقہ کی فضیلت ہےاور کسی کے لئے غائبانہ دعا کرنااور بھلائی کرنے والے کے لئے دعا کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے۔اوراللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاان کے حق میں قبول کرلی پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ کے اعلیٰ مقام پر تھے۔(مرقات)

(53) قولہ: انہ. یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے۔وقولہ: دعا لہ مرتین. یعنی ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سینہ سے چمٹالیا تھا تو حکمت سے سرفرازی یا علم الکتاب کے لئے دعا فرمائی اور دوسری مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضوکا پانی رکھنے کی خدمت انجام دی تھی تو تعلیم فقہ کی دعا فرمائی۔(مرقات)

(54) قولہ: دعا لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ سلم ان یؤتینی اللہ الحکمة مرتین کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطافرمائے ایک مرتبہ لفظ حکمت سے دعافرمائی تو دوسری مرتبہ لفظ فقہ سے دعافرمائی۔(مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ فِیْ مَنَاقِبِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مناقب (دوسری فصل)

1/7661۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے مریم بنت عمران (اپنے دور کی) بہترین عورت ہیں(1) اور اس (دنیا) کی عورتوں میں بہترین عورت حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔(متفق علیہ)

2/7662۔اور ایک روایت میں ہے ابوکریب نے کہا اور حضرت وکیع نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا(2)۔

(1) قولہ: خیر نسائھا. یعنی اپنے زمانے یا اپنے دور کی۔علامہ قرطبی نے فرمایا خیرھا کا مرجع غیر مذکور ہے حال و مشاہدہ اس کی تفسیر کرتا ہے۔اس سے مراد دنیا ہے۔اور بظاہر جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع مریم ہے اور خیر نسائھا خبر مقدم ہے گویا اصل عبارت مریم خیر نساء زمانھا۔مریم اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے بہترین ہے۔(مرقات)

(2) قولہ: واشار وکیع الی السماء والارض. حضرت وکیع جو اس حدیث کے منجملہ رواۃ میں سے ہیں انہوں نے زمین وآسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے جو عورتیں ہیں ان میں یہ دونوں بہترین ہیں۔یہ زیادتی بیان کی ایک قسم ہے۔مگر یہ خیر نسائھا کی تفسیر نہیں بن سکتا۔کیونکہ اس میں ضمیر کا مرجع آسمان کی طرف درست نہیں پھر یہ کہ زمین وآسمان دو الگ الگ اشیاء ہیں اور ضمیر (مفرد) صرف ایک ہی چیز کی طرف لوٹتی ہے۔علامہ قاضی نے کہا کہ ضمیر کو واحد لایا گیا ہے کیونکہ اس سے آسمان وزمین کے تمام طبقات واقطار مراد ہیں۔ اور علامہ طیبی نے فرمایا یہ ضمیر (ھا) آسمان اور زمین دونوں کی طرف دونوں کے مختلف ہونے کے باوجود مجازاً دنیا کا

3/7663۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سارے جہانوں کی عورتوں میں تمہارے لئے کافی ہے(3) بی بی مریم بنت عمران اور بی بی خدیجہ بنت خویلد اور بی بی فاطمہ بنت محمد اور بی بی آسیہ زوجۂ فرعون۔ (ترمذی)

4/7664۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر بی بی فاطمہ کو بلایا(4) اور ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ روئیں پھر ان سے آپ نے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اعتبار کرتے ہوئے لوٹ سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ" (3، آل عمران، آیت نمبر:5) میں ارض وسماء سے عالم مراد ہے (کشاف) یعنی اس عالم میں کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہیں رہتی عالم کو ارض وسماء سے تعبیر کیا گیا ہے اس تاویل کی اس کے بعد آنے والی حدیث تائید کرتی ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا اس کے معنی سے متعلق راجح بات یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اہل زمین کی عورتوں میں اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہے اب رہا ان دونوں کے درمیان فضیلت اس بارے میں یہ حدیث خاموش ہے اس کو علامہ جزری نے بیان کیا ہے۔ (ماخوذ از: مرقات)

(3) قوله: حسبک. علامہ طیبی نے فرمایا: حسبک ترکیب میں مبتداء ہے اور من نساء اس کے متعلق ہے اور مریم اس کی خبر ہے۔ اور یہ خطاب عام ہے اور مطلب یہ ہے کہ سارے جہانوں کی عورتوں میں سے کاملین کے مراتب تک پہنچنے والی جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور جن کے محاسن مناقب اور دنیا میں ان کا زہد اور آخرت کی طرف ان کی توجہ کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے بی بی مریم ہے۔ اور ہوسکتا ہے یہ حدیث شریف بی بی عائشہ کو مرتبہ کمال کو حاصل ہونے اور درجہ وصال تک پہنچنے سے پہلے کی ہو۔ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے نقایہ میں فرمایا ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ عورتوں میں افضل بی بی مریم وبی بی فاطمہ اور امہات المومنین میں افضل بی بی خدیجہ اور بی بی عائشہ ہیں اور ان دونوں کے درمیان فضیلت سے متعلق متعدد اقوال ہیں اور ان میں تیسرا قول توقف کا ہے۔ میں کہتا ہوں ان سب کے بارے میں توقف اولیٰ ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔ اور ظنی دلائل ایک دوسرے کے متعارض ہیں جو یقین پر مبنی عقائد کے لئے مفید نہیں ہوتے۔ (ماخوذ از: مرقات)

(4) قوله: عام الفتح. ظاہر بات یہ ہے اس میں وہم ہوگیا کیونکہ ارباب سیر کے پاس اس واقعہ کا عام الفتح میں ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ حجۃ الوداع کے سال کا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوصال کے زمانہ کا ہے۔ (مرقات)

گفتگو کی تو وہ ہنسیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں ان کے رونے اور ہنسنے کے بارے میں پوچھی تو وہ فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا آپ کا وصال ہوجائیگا تو میں روئی پھر آپ نے مجھے بتایا کہ میں بی بی مریم بنت عمران کے سوا جنتی عورتوں کی سردار ہوں' تو میں ہنسی۔(ترمذی)

اور صاحب مرقات نے فرمایا: اس حدیث شریف میں چونکہ بی بی مریم کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے اس باب سے اس کی مناسبت ہے اور بی بی مریم جنت میں ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہوں گی۔

5/7665۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت جبریل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا رسول اللہ یہ بی بی خدیجہ (5) آ رہی ہیں ان کے ساتھ ایک برتن ہے جس میں سالن اور کھانا ہے جب وہ آپکی خدمت میں آئیں تو آپ ان کے رب(6) کی طرف سے اور میری طرف سے انہیں سلام فرمائیں اور ان کو جنت میں ایک موتی کے گھر کی خوشخبری دیں جس میں نہ کوئی شوروغوغاء(7) ہے اور نہ کوئی تکلیف ہے۔(متفق علیہ)

---

(5) قولہ: هذه خديجة قد أتت الخ. کہا گیا ہے کہ وہ مکہ سے آپ کی خدمت میں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں تھے اور آپ کے پاس کھانا لائیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلوت کے اوقات میں تناول فرماتے تھے، یہ بات تم پر مخفی نہ رہے کہ مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حراء میں تنہا رہنا جبریل علیہ السلام کے نزول سے پہلے کا ہے اور ہوسکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کے نزول کے بعد بھی ایک مدت تک اس میں رہے ہوں اور بی بی خدیجہ کا کھانا لیکر آنا اس زمانے میں بھی ہوا ہو۔

(6) قولہ: من ربها. کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت خدیجہ کی حضرت عائشہ پر فضیلت کا ثبوت ہے کیونکہ آگے جو بات آرہی ہے اس میں بی بی عائشہ پر صرف جبریل کے سلام کا ذکر ہے۔(لمعات)

(7) قولہ: من قصب. قاف اور صاد دونوں کو فتحہ (زبر) ہے، یعنی ایک وسیع بڑا موتی جو اندر سے تراشہ گیا ہو عظیم محل کی طرح۔

وقولہ: لا صخب. صاد اور خاء دونوں کو زبر اور اس میں لا نفی جنس کا ہے۔یعنی اس میں نہ چیخ وپکار ہے نہ آوازوں کا اختلاط (شوروغوغاء) ہے۔

6/7666۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمائیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی جتنی (8) حضرت خدیجہ پر غیرت کی اور میں ان کو دیکھی نہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کثرت سے ذکر فرماتے تھے اور بعض دفعہ بکری ذبح فرماتے پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کاٹتے پھر ان کو بی بی خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے بعض دفعہ میں آپ سے عرض کرتی گویا دنیا میں خدیجہ کے سواء کوئی عورت نہیں تو آپ فرماتے وہ ایسی ایسی تھیں اور انہی سے میری اولاد ہے۔(متفق علیہ)

7/7667۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ یہ جبریل ہیں (9) تم کو سلام کہتے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وقولہ: فیہ. یعنی موتی میں جس کو محل سے تعبیر کیا گیا ہے۔
وقولہ: لانصب. نون صاد دونوں کو زبر، شارحین نے فرمایا یعنی ان کو جنت کی لذتوں سے مشغول کرنے والی کوئی چیز نہیں ہوگی اور نہ کوئی ایسی مشقت جو لذتوں کو کم کردے۔(ماخوذ از مرقات)

(8) قولہ: ما غرت علی خدیجۃ. اس میں پہلا ما نافیہ ہے اور دوسرا ما موصولہ ہے یا مصدریہ ہے یعنی میں ان پر جیسے غیرت کی یا جیسے ان پر میری غیرت تھی ویسی غیرت میں کسی پر نہیں کی۔اور غیرت کے معنی حمیت وخودداری ہے وما رأیتھا یہ جملہ حالیہ ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً غیرت تصور نہ ہو تو غیرت نہیں ہوتی اسی لئے یہ فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی خدیجہ کا بطور تعریف کثرت سے ذکر فرماتے تھے۔وقولہ: ثم یقطعھا. طا کو تشدید (باب تفعیل) یعنی ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے اس طرح کہ ہر عضو کا ٹکڑا کرتے۔وقولہ: انھا کانت وکانت. یعنی وہ روزہ دار اور راتوں میں عبادت گزار دوسروں کے ساتھ احسان اور شفقت کرنے والی تھی وغیرہ وغیرہ۔ علامہ طیبی نے فرمایا لفظ کانت کی تکرار سے تثنیہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ تکرار ہر مرتبہ ان کے خصائل سے متعلق ہے جو ان کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ وقولہ: وکان لی منھا ولد. کیونکہ آپ کی تمام اولاد ان ہی سے ہے سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ کہ وہ حضرت ماریہ سے ہے۔(ماخوذ از مرقات)

(9) قولہ: ھذا جبرئیل یقرئک السلام. اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت ثابت ہوئی ہے کیونکہ بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل بی بی خدیجہ کو رب کا سلام پہنچائے اور یہاں صرف حضرت جبرئیل کا سلام ہے۔(مرقات)

ہیں تو وہ بولیں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو اور فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔ (متفق علیہ)

8/7668۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے تم تین رات خواب میں دکھائی گئیں تم کو ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لاتا تھا(10) اور مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا اہٹایا(11) تو وہ تم ہی تھیں تو میں نے کہا(12) اگر یہ اللہ کے پاس سے ہے تو وہ اس کو پورا کرے گا۔ (متفق علیہ)

---

(10) قوله: في سرقة. راء اور قاف دونوں کو فتحہ (زبر) من حریر یعنی عمدہ ریشم کے ایک ٹکڑے میں یعنی فرشتہ نے کہا یہ صورت آپ کی زوجہ مطہرہ کی ہے۔ (مرقات)

(11) قوله: فكشفت عن وجهك الثوب فاذا انت هي. یعنی وہ فوٹو تمہاری تھی علامہ طیبی نے فرمایا اس میں دو حتمال ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ تمہاری فوٹو کے چہرے سے کپڑا اہٹایا اب تم وہی فوٹو ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ میں جب تم کو دیکھا تو تمہارے چہرے سے کپڑا اہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تم اسی فوٹو کے مثل ہو جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ اس میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر کے اور اس کو اس پر محمول کیا گیا۔ (مرقات)

(12) قوله: فقلت. یعنی میں نے فرشتے کے جواب میں کہا۔ ان یکن هذا یعنی یہ جس کو میں خواب میں دیکھا ہوں اللہ کے پاس سے ہے تو وہ اس کو پورا کرے گا اور شرح مسلم میں علامہ قاضی عیاض نے فرمایا اگر یہ خواب قبل نبوت کا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب اضغاث احلام سے پاک ہیں، تو اس وقت اس کے معنی ہوں گے اگر یہ خواب سچا ہے یعنی سچا ہی ہے اور اگر بعد نبوت کا خواب ہے تو اس کے تین معنی ہو سکتے ہیں ایک معنی ہے کہ یہ خواب اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تعبیر اور تفسیر کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے گا اور اس میں بظاہر جس شک کا ذکر ہے وہ اس معنی میں ہے کیا اپنے ظاہر پر ہے یا اس کے ظاہری مفہوم کے سوا کوئی دوسری تعبیر بھی ہے؟ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کا زوجہ مطہرہ ہونا اس دنیا میں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے گا اور جو شک ہے وہ اس معنی میں ہے کہ یہ زوجیت دنیا میں ہے یا جنت میں ہے اور تیسرے معنی یہ ہیں اس میں آپ نے کوئی شک نہیں کیا بلکہ تحقیقی بات کو بصورت شک بیان فرمایا اور اہل بلاغت کے پاس یہ محسنات بدیع کی ایک قسم ہے جس کو تجاہل عارفانہ کہتے ہیں اور بعض اس کو مزج الشک بالیقین (یقین میں شک کو ملانا) کہتے ہیں۔ (مرقات)

9/7669۔اوران ہی سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل ان کی فوٹو کو سبز ریشم کے کپڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اورعرض کیا یہ دنیاو آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔(ترمذی)

10/7670۔اوران ہی سے روایت ہے فرمائیں کہ لوگ اپنے تحفے وہدایا پیش کرنے کے لئے حضرت عائشہ کی باری کا دن تلاش کرتے تھے(13) اوراس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتے تھے اور وہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی دو جماعتیں تھیں ایک جماعت میں حضرات عائشہ،حفصہ ،صفیہ اورسودہ تھیں اور دوسری جماعت میں حضرات ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مابقی ازواج تھیں ام سلمہ کی جماعت نے ام سلمہ سے گفتگو کی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کروکہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ جو بھی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہے وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی ہوں ہدیہ پیش کرے۔تو وہ آپ سے گفتگو کی تو آپ نے ان سے فرمایا تم مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف مت دو۔کیونکہ میرے پاس سوائے عائشہ کے کسی کے بھی لحاف میں وحی نہیں آتی تو وہ عرض کیں میں اللہ کی جناب میں یارسول اللہ آپ کو تکلیف دینے سے توبہ کرتی ہوں۔پھران سب نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ

(13) **قوله: يتحرون.** یعنی زیادہ ثواب چاہتے تھے۔ **قوله يوم عائشة.** یعنی جس دن حضرت عائشہ کی باری کا ہوتا اورجس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے پاس ہوتے۔**وقوله: مرضاة رسول الله صلى الله عليه وسلم.** یعنی آپ کی زیادہ خوشنودی کے لئے کیونکہ آپ کو حضرت عائشہ سے زیادہ محبت تھی۔**وقوله: حيث كان.** یعنی امہات المومنین میں سے کسی کے بھی گھر میں ہوں اوراس کے لئے ان میں کسی کی باری تلاش نہ کی جائے نہ ان کی نہ کسی دوسروں کی بلکہ حسب اتفاق آپ جس کسی کے پاس ہوں تحائف پیش کردیئے جائیں تاکہ ایسا کوئی امتیاز نہ رہے جوان کے لئے غیرت کا باعث ہوتا ہے۔**وقوله: لاتؤذيني في عائشة.** یعنی حضرت عائشہ کے حق کے بارے میں مجھے تکلیف مت دو۔**لاتوذيني في عائشة** یہ کلام **لاتوذی عائشة** سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے جو چیز حضرت عائشہ کو تکلیف کا باعث ہے وہ آپ کے لئے بھی تکلیف دہ ہے۔**وقوله: فاحبي هذه** یعنی ہذہ سے حضرت عائشہ مراد ہیں یعنی ایسی کوئی بات مت کہو جو عائشہ کے دل کیلئے ناپسندی کا سبب بنے۔(ماخوذاز:مرقات)

علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو وہ آپ سے گفتگو کیں تو آپ نے فرمایا: اے پیاری بیٹی ! کیا تم محبت نہیں کرتی اس سے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو وہ عرض کیں کیوں نہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان سے محبت کرو۔ (متفق علیہ (14))

11/7671۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حدیث کبھی مشکل نہیں ہوئی (15) اور ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا ہو مگر ان کے

---

(14) **قوله: متفق عليه.** اس کے بعد صاحب مشکوۃ نے فرمایا اور حدیث انس کی پوری حدیث **فضل عائشه على النساء كفضل الثريد على سائر الاطعمة.** حضرت ابوموسیٰ کی روایت سے **باب بدء الخلق** میں مذکور ہے۔ اور اس بابت جو اختلاف ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ النساء سے مراد جنس عورت ہے یا ازواج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم ہیں یا سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا ہیں اور اس سے جو بات ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ مطلقا تمام عورتوں سے افضل ہے علمی وعملی تمام کمالات کی جامع ہونے کی بناء پر جیسا کہ ثرید سے تشبیہ سے ظاہر ہے۔ ثرید سے مثال دی جاتی ہے کیونکہ عرب میں ثرید افضل طعام ہے اور یہ کھانا روٹی گوشت اور شوربہ سے مرکب ہوتا ہے دیگر کھانوں میں اس کی کوئی مثال نہیں نیز اس میں غذائیت لذت اور قوت ہے اور اس کو حاصل کرنا بھی آسان ہے۔ چبانے میں دقت کم ہے چبانے میں حلق اور کھانے کی نالی سے اترنے میں مشقت بھی کم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو اس سے مثال دی تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کو حسن صورت وحسن سیرت دونوں سے سرفرازی کی گئی ہے۔ اور حسین گفتگو شیریں کلام اور لہجہ میں فصاحت' طبیعت خوبی، رائے میں سنجیدگی رصانۃ العقل اور شوہر کے پاس محبوب ہونا یہ وہ صفات ہیں جن کی وجہ سے وہ لائق ہیں اس امر کے کہ شوہر کی پسندیدہ ہو اور اس سے گفتگو بھی اچھی معلوم ہو اور اس سے انست ہو اور اس کی باتوں کی طرف کان لگائیں اس کے علاوہ بھی ایسی بہت سی صفات ان میں جمع ہیں۔ اور ان تمام خوبیوں میں تمہارے لئے یہ بات کافی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسقدر سمجھ بوجھ حاصل کی ہے جو ان کے سوا دوسری عورتیں حاصل نہیں کر سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسقدر احادیث روایت کی ہیں اس کے مثل مرد حضرات بھی روایت نہیں کئے حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مرقات)

(15) **قوله: ما اشتكل.** یعنی شبہ نہیں ہوا۔ **وقوله: اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم** معتمد علیہ موجود تمام نسخوں میں نصب (زبر) ہے اور علامہ طیبی نے جر (زیر) فرمایا اور علینا کے مجرور سے بدل ہے اور اس کو اختصاص کی بناء پر نصب بھی جائز ہے۔ وقولہ: حدیث قط یعنی حدیث کے معنی یا اس حدیث کے کسی اہم مسئلہ کو سمجھنے

پاس اس کا علم پایا۔(ترمذی)۔

اورامام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

12/7672۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: بی بی صفیہ کو یہ خبر پہنچی کہ بی بی حفصہ نے ان کو یہودی کی بیٹی کہا تو وہ روئیں تو ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ وہ رورہی تھیں اور فرمائے: کیا چیز تم کو رلا رہی ہے؟ تو عرض کیں مجھ کو حفصہ نے کہا کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تو نبی کی بیٹی ہو(16) اور تمہارے چچا نبی ہیں اور تم نبی کی بیوی ہو، تو کس چیز میں حفصہ تم پر فخر کرتی ہیں اور فرمایا: اے حفصہ! اللہ سے ڈرو۔ (ترمذی،نسائی)

الحمدللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مناقب کا بیان
(دوسری فصل) ختم ہوا۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) میں کوئی مشکل ہواور ہم حضرت عائشہ سے پوچھتے تو اس حدیث اور اس کے متعلقات سے متعلق علم پایا جاتا۔(ماخوذ از مرقات)

(16) **قوله: انک لابنة نبی.** حضرت صفیہ حیی بن اخطب یہودی کی بیٹی تھیں جو ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہیں اور ان کے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں، اس اعتبار سے بی بی صفیہ حضرت حفصہ پر فضیلت رکھتی ہیں اگرچیکہ یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے ہونے میں مشترک ہیں۔ (مفہوم از لمعات ومرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(37/270) بَابُ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ

مناقب کی متفرق احادیث

1/7673۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا(1) ہے میں اس کو لیکر جنت میں کسی مقام کا ارادہ نہیں کرتا مگر وہ مجھے اڑا کر وہاں پہنچا دیتا ہے(2) تو میں اس خواب کو حضرت حفصہ سے بیان کیا تو حضرت حفصہ اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی نیک آدمی ہیں یا یہ کہ عبداللہ نیک آدمی ہیں۔ (متفق علیہ)

2/7674۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا سکون وقار اور میانہ(3) روی اور حسن سلوک کے اعتبار سے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ ابن ام عبد ہیں، جب وہ اپنے گھر سے نکلتے ہیں اس وقت تک جب وہ اپنے گھر کو لوٹتے ہیں، جب وہ اپنے گھر

---

(1) قولہ: سرقة. مصابیح کے ایک شارح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ریشم کے کپڑے سے ان کا نیک عمل مراد ہے اور ریشمی کپڑے کی سفیدی نفسانی خواہشات اور کدورت نفس سے ان کی پاکی وصفائی کو بتا رہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مصابیح کی روایت میں سرقة من حریر بیضاء ہے، اسی بناء پر اس کی یہ تاویل کی گئی ہے۔ (مرقات)

(2) قولہ: طارت بی الیه. یعنی وہ پرندے کی پروں کے مثل مجھے اس مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ اس جملہ میں باء تعدیہ کا ہے۔ (مرقات)

(3) قولہ: دلا. علامہ قاضی نے فرمایا دل کے معنی ہدی کے معنی کے قریب ہیں، اس سے مراد سکون ووقار ہے جو کسی انسان کے ظاہری احوال اور عمدہ گفتگو کی بنا اس کے باکمال ہونے کو بتاتے ہیں۔ اور سمت سے مراد امور میں میانہ روی ہے۔ اور ہدی سے مراد حسن سیرت اور پسندیدہ چال وچلن ہے۔ ایک شارح نے کہا ہے کہ سمت استعارہ ہے اہل خیر کی حالت سے۔ وقولہ: برسول الله صلی الله علیه وسلم. میں باء اشبہ کے متعلق ہے۔ وقولہ: من حین یخرج بھی اشبہ کے متعلق ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

میں تنہا رہتے ہیں تو کیا کرتے ہم نہیں جانتے۔(بخاری)

3/7675۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ،فرمایا: میں اور میرے بھائی یمن سے آئے ،تو ہم ایک زمانے تک یہی سمجھتے اور خیال کرتے رہے(4) کہ عبداللہ(5) بن مسعود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے فرد ہیں ؛ کیونکہ ہم ان کے اوران کی والدہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتے رہنے کو دیکھتے تھے۔(متفق علیہ)

اور حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ہمارے ائمہ کے پاس' خلفاء اربعہ کے بعد ''أَفْقَهُ الصَّحَابَةِ'' تمام صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔

4/7676۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اگر میں بغیر مشورہ کے کسی کو امیر بناتا(6) تو ان پر ابن ام معبد کو امیر بناتا۔(ترمذی وابن ماجہ)

5/7677۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

(4) قولہ: مانری. علامہ نووی کی صراحت کے مطابق نون کو پیش اور راء کو فتحہ (زبر) ہے یعنی اس کے سوا ہم نہیں سمجھتے تھے۔علامہ طیبی نے فرمایا مانُری ترکیب میں مکثنا کے فاعل سے حال واقع ہوا ہے۔(مرقات)

(5) قولہ: الا ان عبد الله بن مسعود الخ. ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی شہادت دی اور فرمایا میں اپنی امت کے لئے اس بات سے راضی ہوں جس سے ابن ام عبد راضی ہیں اور اس بات سے ناراض ہوں جس سے ابن ام عبد ناراض ہیں۔(مرقات)

(6) لو کنت مؤمرا. میم کو تشدید اور کسرہ (زیر) ہے یعنی اگر کسی کو امیر بنانا یعنی کسی فوج کا امیر بناتا۔علامہ تورپشتی نے فرمایا اس حدیث میں تاویل کرنا ضروری ہے یعنی خاص معین فوج کا امیر بنانا مراد ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (خانگی) امور میں سے کسی امر میں اپنی حین حیات ظاہری ان کو خلیفہ بنانا مراد ہے۔اس کے سوا کسی دوسرے معنی ومفہوم پر محمول کرنا درست نہیں اگرچیکہ اُن کا پایۂ علم وعمل بہت رفیع المرتبت ہے،اوران کے بہت فضائل اور بہت مناقب ہیں،مگر وہ قریش میں سے نہیں ہیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت سے فرمایا کہ یہ امرِ خلافت قریش میں ہے۔اس لئے اس کا جو مفہوم ہم نے ذکر کیا اس کے سوا کسی دوسرے معنی ومفہوم پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔(مرقات)

علیہ وسلم نے فرمایا تم قرآن کے پڑھنے کو چار حضرات (7) سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود سے اور سالم مولی ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ (متفق علیہ)

6/7678۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد اُن دونوں کی اقتداء کرتے رہنا جو میرے صحابہ میں سے ہیں؛ ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو اور عمار کی سیرت کو اختیار کرو (8) اور ابن ام عبد کی وصیت کو مضبوط پکڑ لو (9)۔ (ترمذی)

---

(7) قولہ: استقرؤا القرآن من اربعة. یعنی قرآن مجید کو ان چار حضرات سے سیکھو، یہ حافظ صحابہ میں سے ہیں۔ شرح مسلم میں ہے علماء نے فرمایا یہ چار حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ قرآن سیکھنے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ نے آپس میں ایک دوسرے سے سیکھنے پر اقتصار کر رکھا تھا۔
اس بات کی طرف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیر بحث امر خلافت کے بارے میں پوشیدہ طور پر بتا دیا تھا۔ اس کی گواہی اس استدراک سے ہوتی ہے جس کو صاحب کتاب (مشکوۃ) نے حدیث خلافت کے ذریعہ سے جوڑا ہے کہ: آپ نے فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ بناؤں اور تم اس کی نافرمانی کرو تو تم عذاب میں مبتلاء کئے جاؤ گے، لیکن تم سے حذیفہ جو بیان کریں تم اس کی تصدیق کرو۔ اور یہ حضرت حذیفہ ہی تو ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اقتدوا باللذين من بعدی الخ میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو) اور میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ میں خلافت سے متعلق سب سے زیادہ واضح اشارہ مذکورہ اِن دو حدیثوں میں موجود ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث "سُدُّوا عنّی کل خوخة إلا خوخة أبی بکر" رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث سے بڑھ کر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے (امرِ خلافت میں)۔
یا (یہ معنی ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ یہ اعلان کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ چار حضرات تعلیم قرآن میں آگے رہیں گے، کیونکہ یہ چار حضرات دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قاری ہیں۔ (مرقات)

(8) قولہ: اهتدوا بهدى عمار. یعنی ان کے طریقہ پر چلو۔ اور اقتداء اہتداء سے عام ہے، کیونکہ اقتداء قول وفعل دونوں کو شامل ہے، برخلاف اہتداء، یہ فعل سے مختص ہے۔ (مرقات)

(9) قولہ: وتمسكوا بعهد ابن ام عبد. یعنی ابن مسعود کی وصیت کو۔ علامہ توریشتی نے فرمایا: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد حضرت عبداللہ بن مسعود کا وہ عہد و پیمان ہے جس کی وہ ان کو وصیت کریں۔ اور میں سمجھتا ہوں

7/7679۔اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے: **تمسکوا بعهد ابن ام عبد** کی جگہ **ماحدثکم ابن مسعود فصدقوه** ہے۔یعنی عبداللہ بن مسعود جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔(ترمذی)۔

حضرت ملاعلی قاری نے فرمایا: اسی لئے ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کی روایت اور قول کو اختیار کرتے ہیں خلفاء اربعہ کے بعد، ان کے کمال فقاہت اور ان کی وصیت کے اخلاص کی بناء پر۔

8/7680۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش کہ آپ خلیفہ بنادیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تم پر خلیفہ بناؤں اور تم اس کی نافرمانی کرو تو تم عذاب میں مبتلاء کئے جاؤ گے، لیکن (10) حذیفہ تم سے جو

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) ان کے عہد و پیمان کے بہترین معنی امر خلافت سے متعلق ان کی وصیت ہے، کیونکہ آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلیفۂ اول کے برحق ہونے کی گواہی دی، اور اس خلافت کے استقامت کا فاضل صحابہ نے مشورہ دیا اور آپ نے اس پر دلیل قائم کی اور فرمایا: ہم ان کو مؤخر نہیں کر سکتے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا، کیا ہم اپنی دنیا کے لئے ان سے راضی نہیں ہوں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔اس معنی کی تائید اس حدیث کے ابتدائی اور آخری حصہ میں پائی جانے والی مناسبت سے بھی ہوتی ہے، اس حدیث کے شروع میں **اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر** میرے بعد اُن دونوں کی جو میرے صحابہ میں سے ہیں یعنی ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو، اور اس حدیث کے آخر میں ہے ابن ام عبد کی بات کو مضبوط پکڑلو۔ ہماری اس بات کی صحت پر امام ترمذی کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ: اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے ابن مسعود تم کو جو بیان کریں تم اس کی تصدیق کرو۔اور اس میں اشارہ ہے

(10) **قوله: ولكن ما حدثكم حذيفة فصدقوه، وما أقرأكم عبد الله فاقرءوه.** یہ حکیمانہ اسلوب ہے اور جواب میں مزید تفصیل ہے، گویا اس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو میرے خلیفہ کے بارے میں کوئی فکر و پریشانی کی ضرورت نہیں اس مسئلہ کو چھوڑ دو۔لیکن تمہارے فکر کرنے کی بات وہ **کتاب وسنت** پر عمل آوری ہے پس تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو۔

اور حضرت حذیفہ کا خاص طور پر آپ نے ذکر فرمایا **ما حدثكم حذيفة فصدقوه** حذیفہ تم سے جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو، یہ اس لئے کہ حضرت حذیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب سرراز داں صحابی ہیں اور

بیان کریں اُس کی تصدیق کرو، اور عبداللہ تم کو جو پڑھائیں وہ پڑھو۔ (ترمذی)

9/7681۔ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں ملک شام پہنچا اور دو رکعت نماز پڑھا (11) پھر دعا کیا: "**اللھم یسر لی جلیسا صالحا**" اے اللہ تو میرے لئے نیک

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) دنیاوی فتنوں سے لوگوں کو آگاہ کرنے والے صحابی ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود کا خصوصی ذکر وما قرأکم عبدالله فاقرأه اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امور اخرویہ (آخرت کے امور) سے لوگوں کو آگاہ کرنے والے ہیں۔ یہ بات علامہ طیبی نے بیان فرمائی۔ اور صاحب مرقات نے فرمایا، یہ واضح بات ہے جو ماقبل کے مفہوم میں "لکن" کے استدراک معلوم ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تم پر کسی کو خلیفہ نہیں بنا رہا ہوں لیکن حذیفہ جو بیان کریں اور ابوبکر جو کچھ بتائیں اس کی تصدیق کرو۔ پھر اس موقعہ پر ان دو صحابہ کے خصوصی ذکر کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں صحابہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صحت کے گواہ ہیں جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ **واللّٰہ اعلم بالصواب**

پس اس میں عبارۃ النص سے نہیں لیکن اشارۃ النص سے ان کی خلافت کا ذکر ہے، تاکہ عبارت النص کی صورت میں معصیت کی کوئی ایسی چیز رونما نہ ہو جو عذاب کا موجب بن جائے برخلاف؛ (پہلی صورت) اشارۃ النص کے کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش باقی ہے۔

(11) **قوله: فصليت ركعتين.** یعنی دمشق کی مسجد میں۔ **وقوله: يسر.** یعنی آسان کردے۔

وقوله: من انت قلت من اهل الكوفة. علامہ طیبی نے فرمایا: **يعنى رجل من اهل الكوفة.** میں اہل کوفہ کا ایک شخص ہوں، یہ جواب، سوالِ مقدّر کی مطابقت کے لئے ہے یا سؤال میں "**من أين أنت**"، کو مقدّر مانا جائے، تاکہ جواب کی سوال سے مطابقت رہے۔ کتاب جامع الاصول اور حمیدیؒ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ **وقوله: اوليس عندكم الخ.** اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکثرت رہے ہیں، اس لئے ان مسائل میں ان کے پاس اسقدر شریعت کا علم ہوگا جو طالب علم کو کسی دوسرے سے بے نیاز کردیتا ہو اور اس میں طالب علموں کے منجملہ آداب کے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سب سے پہلے طالب علم اپنے شہر کے علماء کے علم سے بھرپور استفادہ کرے، پھر بزرگ حضرات سے مزید بصیرت علم کے حصول کے لئے دوسرے شہروں کا سفر کرے۔ **وقوله: وفيكم. أى أو ليس فيكم؛** یعنی کیا تم میں نہیں ہیں۔ **وقوله:** صاحب السرّ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز داں۔ ان اسرار میں منافقین کے اسرار اور ان کے نسب بھی ہیں، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوشیدہ طور پر فرمایا تھا۔ (ماخوذ از مرقات)

ہمنشین فراہم کر'' چنانچہ میں کچھ لوگوں کے پاس آ پہنچا اور اُنمیں شامل ہوکر بیٹھ گیا، تو اچانک میں دیکھا ایک بزرگ جوتشریف لائے یہاں تک کہ وہ میرے بازو بیٹھ گئے تو میں دریافت کیا یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوالدرداء ہیں، تو میں بولا کہ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ میرے لئے نیک ہمنشین میسر کردے، تو اس نے آپ کو میرے لئے میسر کردیا، تو انہوں نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں اہل کوفہ سے ہوں، انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس ابن ام عبد نہیں ہیں، جو''**صاحب النعلین والوسادة والمطهرة** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین بردار، تکیہ اور وضو کا لوٹا اٹھانے والے) ہیں؟ اور کیا تمہارے پاس وہ نہیں ہیں جن کو اللہ نے اپنے نبی اکرم کی زبان مبارک سے شیطان سے پناہ دیا یعنی حضرت عمار نہیں ہیں! کیا تم میں وہ راز والے''صاحب السر'' نہیں ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی حضرت حذیفہ؟ (بخاری)

10/7682۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: تم کس قوم کے ہو۔ جامع الاصول میں اسی طرح ہے۔

11/7683۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: تم کہاں سے آئے ہو۔ (کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے)۔

12/7684۔ حضرت خیثمہ ابن ابی سیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں مدینہ کو آیا اور اللہ سے دعا کیا کہ میرے لئے ایک نیک ہمنشین میسر کرے، تو اُس نے میرے لئے ابوہریرہ کو میسر کیا، تو میں ان کے پاس بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ میرے لئے ایک نیک ہمنشین فراہم کرے، تو آپ کو میرے لئے توفیق دی گئی، تو انہوں نے کہا تم کہاں کے ہو؟ تو میں نے کہا کہ اہل کوفہ میں سے ہوں، بھلائی کی تلاش وطلب میں آیا(12) ہوں، تو انہوں نے کہا کیا تم

---

(12) **قوله: التمس الخير.** یعنی ایسا علم جو عمل کے ساتھ ہو، جن کو حکمت سے تعبیر کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:'' وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ''. (2، البقرة، آیت نمبر: 268) جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دیا گیا۔

میں سعد بن مالک مجاب الدعوۃ (مقبولِ دعاء) اور ابن مسعود جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وضو کا پانی اور نعلین شریفین اُٹھائے رکھنے والے ہیں، اور حذیفہ جو صاحب سرِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار) اور عمار جن کو اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے بچایا ہے، اور سلمان صاحب کتابین؛ یعنی انجیل وقرآن والے نہیں ہیں۔ (ترمذی)

13/7685۔ حضرت سعد سے روایت ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم چھ اصحاب تھے، تو مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ان کو ہمارے پاس سے ہٹا دیجئے کہ یہ ہم پر جرأت نہ کریں(13)۔ پھر حضرت سعد نے فرمایا: وہ میں اور ابن مسعود اور ہذیل کے ایک صاحب اور بلال اور دو حضرات ہیں، جن کے نام نہیں بیان کرونگا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل میں اللہ نے جو چاہا' خیال آیا اور آپ نے اپنے دل میں کہا، تو اللہ نے یہ آیت ''وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وقوله: اطلبه. یہ عطف تفسیری ہے، بیان مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے۔ وقوله: سعد بن مالک، آپ سعد بن ابی وقاص ہیں۔ وقوله: صاحب الكتابين. یعنی انجیل وقرآن کیونکہ آپ نے نزول قرآن سے پہلے انجیل پر ایمان لایا اور اس پر عمل کرتے رہے، پھر قرآن پر بھی ایمان لائے۔ (مرقات)

(13) قوله: لايجترء ون علينا. یعنی ان کو ہمارے سامنے گفتگو کی جرأت نہ ہو؛ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لائیں اور آپ کے پاس آ جائیں۔

وقوله: رجلان لست اسميهما. صاحب الازہار نے فرمایا: یہ دو بزرگ حضرت خبابؓ اور حضرت عمارؓ ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ میں ان دونوں کے نام ذکر نہیں کروں گا ان کی کسی مصلحت کی بناء پر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو وہ نام یاد نہیں رہے۔ لیکن پہلے احتمال کو الفاظ سے زیادہ مناسبت ہے۔ وقوله: فوقع فی نفس رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله ان يقع. یعنی ان حضرات کو ہٹانے کے خیال کا میلان ہوا، ان کافروں کے سرداروں کے اسلام میں داخل ہونے کی خواہش میں، جن کی وجہ سے ان کے بعد سارے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ فحدث نفسه آپ نے ان کے مسلمان بن جانے کی چاہت میں اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ ان کو بظاہر ہٹائیں اس طرح کہ سرداران کفار کے وقت یہ حضرات آپ کے پاس نہ آئیں، یا سرداران کفار جب آپ کے پاس آ کر بیٹھیں تو اس وقت یہ چلے جائیں، دونوں جانب کی رعایت کرتے ہوئے۔ (مرقات)

یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ''(6،الانعام،آیت نمبر:52) آپ اُن کو مت ہٹایئے جو اپنے رب سے صبح وشام دعا کرتے ہیں، اس کی خوشنودی چاہتے ہوئے) نازل فرمایا۔(مسلم)

14/7686۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں مشقت کا مارا ہوں(14) تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی زوجہ کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا اور تمام ازواج نے اسی طرح کی بات بتائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ان کی ضیافت کرے گا اللہ اس پر رحم فرمائے۔انصار میں سے ایک صاحب اٹھے جن کو ابوطلحہ کہا جاتا ہے اور انہوں نے کہا میں یا رسول اللہ! اور ان کو لے کر اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ تو اس نے کہا سوائے میرے بچوں کی غذا کے کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلاؤ اور سلا دو، اور جب ہمارے مہمان آ جائیں تو ان کو دکھاؤ کہ ہم بھی کھا رہے ہیں، پھر جب وہ اپنا ہاتھ کھانے کے لئے بڑھائیں تو تم اٹھ کر چراغ کو ٹھیک کرنے کیلئے جاؤ اور اس کو بجھا دو، پس وہ ایسا ہی کیں، چنانچہ سب بیٹھے اور مہمان کھا لئے اور یہ دونوں بھوکے رات

(14) قولہ: مجهود. یعنی میں تنگدست ہوں، تکلیف میں مبتلا ہوں۔جھد سے مراد مشقت، ضروریات یا بھوک۔ وقولہ: وقلن كلهن مثل ذلك. ہوسکتا یہ صورت حال فتح خیبر وغیرہ اور مال غنیمت ودیگر اموال کے حصول سے پہلے کی ہو۔وقولہ: قال فعلليهم یعنی ان کو تھماؤ، دِلاسا دو، جیسے کہتے ہیں ''عللهبشئی'' اس نے ان کو کسی چیز سے غافل کردیا ونوميهم یعنی اس کو سلادو۔ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر بچے ان کو کھاتے ہوئے دیکھیں گے تو جیسے بچوں کی عادت ہے وہ بھی کھانے کی خواہش کریں گے۔وقولہ: فأريه. پس تم آجانا کیونکہ وہ بوڑھی تھیں، اور یہ واقعہ پردے کا حکم آنے سے پہلے کا ہے، اور یہ ظاہر کرو کہ ہم سب اس کھانے میں سے کھا رہے ہیں۔کیونکہ مہمان جب دیکھتا ہے کہ کوئی شخص کھانے سے رک گیا ہے تو اس کی وجہ سے بعض دفعہ اس کا دل تشویش میں پڑ جاتا ہے۔وقولہ: فاطفئيه. تا کہ اندھیرا ہوجائے تو ہمارے نہ کھانے سے واقف نہیں ہوسکے گا۔

گزارے، جب صبح ہوئی تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ خوش ہوا' اور' راضی ہوا فلاں مرد و فلاں خاتون سے۔

15/7687۔ اور ایک دوسری روایت میں اسی کے مثل ہے، لیکن اس میں انہوں نے ابوطلحہؓ کا نام نہیں لیا، اور اس روایت کے آخر میں ہے: پس اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی: '' وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ''(59، الحشر، آیت نمبر: 9) اور وہ اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان کو بھوک ہو۔ (متفق علیہ)

16/7688۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں ابوطلحہ کی بیوی(15) کو دیکھا، اور میں نے اپنے سامنے ایک آہٹ سنی تو کیا دیکھا کہ وہ بلال ہیں۔ (مسلم)

اسی طرح بخاری اور نسائی نے بھی ذکر کیا سید جمال الدین نے اس کا ذکر کیا ہے۔

17/7689۔ اور انہی سے روایت ہے فرمایا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: '' اَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا، اَعْتَقَ سَيِّدَنَا'' ابوبکر جو ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا، یعنی(16)

---

(15) قوله: امرأة ابی طلحة. یہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ (ام سلیم رُمیصاء بنت ملحان) ہیں۔

قوله: خشخشة. (آہٹ)؛ یعنی ایسی آواز جو خشک اشیاء کی حرکت اور ان کے آپس میں رگڑ کھانے سے پیدا ہوتی ہے؛ مثلاً ہتھیار، چپل اور کپڑے وغیرہ ہیں۔ **امامی** یعنی میرے سامنے جیسے خادم مخدوم کے سامنے ہوتا ہے۔ (مرقات)

(16) **قوله:** یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد دوسرے ''سیدنا'' سے حضرت بلال ہیں اور ان کا یہ کہنا بطور تواضع ہے، کیونکہ حضرت عمر بالا جماع ان سے افضل ہیں۔ اور علامہ ابن تین نے فرمایا: ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت بلال منجملہ سرداروں کے ایک سردار ہیں، یہ مراد نہیں کہ وہ حضرت عمر سے بھی افضل ہیں۔ دوسرے شارح نے فرمایا: پہلا لفظ ''سید'' حقیقی معنی میں ہے اور دوسرا ''سید'' اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور تواضع بر سبیل مجاز فرمایا، سیادت و سرداری سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ (مرقات)

حضرت بلال کو۔(بخاری)

18/7690۔حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت بلال نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا(17): اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کیلئے خریدا تھا تو آپ مجھے روک لیجئے،اوراگر آپ مجھے اللہ کیلئے خریدے ہیں تو مجھے اللہ کے عمل کیلئے چھوڑ دیجئے۔(بخاری)

19/7691۔حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان(18)

---

(17) **قولہ: ان بلالا قال لابی بکر.** حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر مسجد نبوی کو دیکھنے کا یارا تھا اور نہ نہ صبر اور نہ اس میں اذان دینے کی ہمت تھی اور نہ مسجد نبوی کو چھوڑنے کی قدرت تھی۔ابھی ذکر آئیگا کہ آپ سیدالابدال بنائے گئے اور اکثر ابدال کا مقام ملک شام ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو جانے سے روک دیا تھا اور خدمتِ اذان کو اپناتے ہوئے قرب وجوار میں رہنے کو ان پر لازم کردیا تھا۔

وقولہ: فدعنی وعمل اللہ. یعنی جس کام کو میں نے اللہ کے لئے اختیار کیا ہے یا وہ کام جس کو اللہ نے میرے لئے مقدر کیا اور اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔اب رہا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفر کر جانا پھر خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے کے بعد مدینہ منورہ کو واپس آنا اور مدینہ منورہ میں اذان دینا اور اس سے مدینہ منورہ کا گونج اٹھنا' یہ اس درجہ مستند روایت نہیں ہے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کو الذیل میں ذکر کیا ہے۔(البتہ امام سبکی وغیرہ محدثین نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے)۔(مرقات)

(18) **قولہ: ان ابا سفیان اتی.** علامہ نووی نے فرمایا ابوسفیان کا یہ آنا جبکہ وہ کافر تھے صلح حدیبیہ کے بعد امن وسکون کے زمانہ میں ہوا۔**وقولہ: فقالوا.** یعنی حضرت سلمان اور ان کے ساتھیوں نے۔**ما اخذت سیوف اللّٰہ من عنق عدو اللّٰہ.** اس سے ان کی مراد ابوسفیان ہیں۔**مأخذھا.** خاء کو زبر(فتحہ) یعنی جیسا اس کا حق ہے۔علامہ طیبی نے فرمایا ما اخذت میں ما نافیہ ہے،اور مأخذہا کے بارے میں کہا گیا کہ وہ مفعول بہ ہے،اور مفعول فیہ بھی کہا گیا ہے،اور یہ مصدر(مفعول مطلق) بھی ہوسکتا ہے اور یہ جملہ خبریہ ہے استفہام کے معنی میں ہے،جو کہ''استبطاء'' کو متضمن ہے یعنی تلواریں ان کا پورا حق ابھی نہیں لئے،تلوار کا اپنا حق لینا اسمیں استعارہ ہے،اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا اس کے ساتھی پر حق ہے اور وہ حق کا مطالبہ کرتے ہوئے آتا ہے اور وہ حق ادا نہیں کرتا اور ٹال مٹول کرتا ہے۔

ایک جماعت کے ساتھ حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال کے پاس آئے تو انہوں نے کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی پوری طرح گرفت نہیں کیں، تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تم قریش کے شیخ اوران کے سردار سے متعلق ایسی بات کہتے ہو؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اورآ پکواس کی اطلاع دئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر شاید تم ان کو غصہ دلائے ہو، اگر تم ان کو غصہ دلائے ہو تو تم اپنے پروردگار کو غضب میں لائے ہو، تو حضرت ابوبکر ان کے پاس آئے اور فرمائے: اے بھائیو کیا میں تمکو غصہ میں لایا؟ تو انہوں نے کہا نہیں، اللہ آپ کے درجے بلند کرے اے میرے بھائی۔ (مسلم)

20/7692۔ حضرت خباب بن ارتّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم ہجرت کئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہوئے، لہٰذا ہمارا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہوگیا ہے(19) ہم میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اس حال میں گزر گئے کہ اپنے اجر میں

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) **وقوله: فقال ابوبكر.** یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا۔

وقوله: فاتى. یعنی ابوبکر آئے۔

وقوله: فاخبره یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اوراپنے واقعہ کی اطلاع دئے۔

وقوله: يا اخوتاه. ہائے ساکنہ کے ساتھ ہے۔

وقوله: قالوا لا. یعنی آپ پر کوئی حرج نہیں، یا آپ کی نسبت سے ہم کو کوئی غصہ نہیں، **يغفر الله لك.** اللہ آپ کے درجے بلند کرے، یہ جملہ دعائیہ ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا ''لا'' پر رک جانا ضروری ہے۔ اور اگر واو کا اضافہ ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ **وقوله: يا اخى.** ظاہر بات تو یہ ہے کہ ''**يا اخانا**'' کہا جاتا، ہوسکتا ہے کہ یہ ان میں سے ہر ایک کے قول کی حکایت ہو۔ (ماخوذ از مرقات)

(19) **قوله: فوقع اجره على الله.** یعنی ہمارا دینی و دنیاوی اجر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس محفوظ ہوگیا۔ **وقوله: لم ياكل من اجره.** یہاں مراد دنیاوی اجر ہے۔ شیئا یعنی اموال غنائم میں سے کچھ نہیں پایا۔ **وقوله: نمرة.** نون کو زبر (فتحہ) اور میم کو زیر (کسرہ) ہے۔ یعنی موٹی کمبل جس میں سفید اور کالی دھاریاں ہوتے ہیں۔

وقوله: غطّوا بها راسه. کیونکہ سر اشرف اعضاء ہے۔ **وقوله: يهد بها.** یعنی اسکو چن رہا ہے اوراس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ہے۔

سے کچھ نہیں کھائے، ان میں حضرت مصعب بن عمیر ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے تو ان کیلئے اتنا کپڑا نہیں ملا جس میں کفن دیا جا سکے، سوائے ایک چادر کے، ہم ان کے سر کو ڈھانکتے تو ان کے دونوں پیر نکل جاتے اور جب ان کے دونوں پیر ڈھانکتے تو سر نکل جاتا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے ان کے سر کو ڈھانک دو اور ان کے دونوں پیروں پر اِذْخِر (ایک گھاس) رکھ دو۔ اور ہم میں بعض وہ ہیں کہ جنکا پھل پک گیا ہے اور وہ اس کو چن رہے ہیں۔ (متفق علیہ)

21/7693۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک سورۂ جمعہ نازل ہوا، اور جب آیت ''وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا (20) بِهِمْ'' (62، الجمعۃ، آیت نمبر:3) نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں؟ اور ہم میں سلمان فارسی موجود تھے، راوی نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سلمان پر رکھا پھر فرمایا: اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہو تو بھی ان میں کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرینگے۔ (متفق علیہ)

22/7694۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (21) ''وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ، ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا

---

(20) قولہ: ''وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ''. علامہ طیبی نے فرمایا: یہ اس بناء پر ہے کہ آخرین کا عطف امیین پر ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو امیین، اُن میں بھیجا جو آپ کے زمانہ میں ہیں، اور بعد میں آنے والے اُن امیین میں بھی بھیجا، جواب تک ان سے نہیں ملے ہیں اور عنقریب ملیں گے اور یہ لوگ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد میں آنے والے ہیں۔ وقولہ: رجال من هؤلاء. علامہ طیبی نے فرمایا یہاں مشارٌ الیہ حضرت سلمان مفرد ہونے کے باوجود اسم اشارہ (ھؤلاء) جمع لایا گیا، کیونکہ حضرت سلمان کی طرف اشارہ کر کے اُنکی جنس یعنی قوم کو مراد لیا گیا ہے۔ اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے سارا عجم مراد ہو، کیونکہ یہ امیین کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور یہ امیین عرب ہیں۔ اور اس سے اہل فارس بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لفظ لو یہاں بمعنی ''اِن'' شرطیہ ہے یہ بطورِ مبالغہ بر سبیلِ تقدیر صرف فرض کرنے کے لئے ہے اور بطور مبالغہ کے ہے۔ (مرقات)

(21) قولہ: ''وَاِنْ تَتَوَلَّوْا'' اگر تم اعراض کرو گے اور منہ موڑو گے اور پلٹ جاؤ گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سے اور ان کے دین کی مدد سے پھر جاؤ گے۔ (تو وہ تمہارے بدلے دوسری قوم کو لائیگا) (مرقات)

اَمْثَالَکُمْ‘‘ (47، محمد، آیت نمبر: 38) اور اگر تم منہ موڑ و تو وہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لالے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔ صحابہ عرض کئے یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر کیا کہ اگر ہم منہ موڑیں تو وہ ہمارے بدلہ میں لائے جائیں گے پھر وہ ہم جیسے نہیں ہوں گے۔ تو آپ نے سلمان فارسی کی زانو پر (ہاتھ) مارا پھر فرمایا یہ اور ان کی قوم ہے، اور اگر دین ثریا تارے کے پاس ہو تو بھی فارس کے کچھ لوگ اس کو لائیں گے۔ (ترمذی)

23/7695۔ اور ان ہی سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عجمیوں کا ذکر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان پر یا ان میں سے بعض پر تم سے یا تم میں سے بعض سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں(22)۔ (ترمذی)

24/7696۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم فرمایا اور مجھے خبر دیا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کو ان کے نام بتائیے(23) تو آپ نے فرمایا ان میں سے علی ہیں، یہ تین مرتبہ فرماتے رہے، اور ابوذرؓ المقداد اور سلمان ہیں۔

---

(22) قولہ: **لأنا بهم او ببعضهم**. یہ راوی کا شک ہے یعنی تلاش دین میں ان پر زیادہ اعتماد بھروسہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس میں عجمیوں کی فضیلت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے مطلق فضیلت مراد لی جائے تو یہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اور اگر اس سے ان کی مطلقا فضیلت کا لازم آنا مراد نہیں ہے تو یہ صحیح ہے۔ عجمی حضرات بعض صفات میں عرب سے افضل ہیں، اور اس میں کوئی تعجب نہیں۔ فاضل کے بعض فضائل کی نسبت سے مفضول میں کوئی فضیلت زیادہ پائی جائے۔ بلاشبہ جنس عرب جنس عجم سے افضل ہے۔ اور یہ گفتگو بعض افراد سے متعلق ہے۔ **واللّٰہ اعلم بالعباد**. (ماخوذ از: مرقات)

(23) قولہ: **سمهم لنا**. آپ ہم کو ان کے نام بتائیے تاکہ ہم بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کرنے کی اتباع میں ان سے محبت کریں۔ وقولہ: **يقول ذلك ثلثا**. یعنی یہ بتانا ہے کہ آپ ان تینوں سے افضل ہیں یا یہ کہ آپ ان تینوں سے محبت کے بقدر ان سے محبت کرتے ہیں۔ (مرقات)

اُس نے مجھے ان سے محبت کا حکم دیا اور خبر دیا کہ ان سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے)

25/7697۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تین اشخاص (24) علی اور عمار وسلمان کی مشتاق ہے۔

26/7698۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت طلب کئے تو آپ نے فرمایا ان کو اجازت دیدو۔ (اور فرمایا) خوش آمدید پاکیزہ (25) اور پاکباز۔ (ترمذی)

27/7699۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا گیا تو ضرور (26) انہوں نے ان دونوں میں سے سخت چیز کو اختیار کیا۔ (ترمذی)

28/7700۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میرے اور عمار بن یاسر کے درمیان بحث وتکرار (لفظی جھڑپ) ہوگئی تو میں ان کے ساتھ سخت کلامی کیا تو عمار میری شکایت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو خالد بھی پہنچے (27)

---

(24) قوله: ان الجنة تشتاق الى ثلاثة. علامہ طیبی نے فرمایا: اِن تینوں حضرات کیلئے جنت کے مشتاق ہونے کا معنی حضرت سعد بن معاذ کے انتقال پر عرش کے جھومنے کی طرح ہے۔ (مرقات)

(25) قوله: بالطيب المطيب. اس میں مبالغہ ہے جس طرح ظل ظلیل میں ہے۔

(26) قوله: اختار اشدهما. یعنی دونوں کاموں میں سے جو دشوار ہے، تو کہا گیا ہے کہ یہ اپنی ذات کے لئے تھا۔ اور یہ اس روایت کے خلاف نہیں ہے کہ " ما اختير عمار بين امرين الا اختار ايسرهما "عمار کو دو کاموں میں اختیار نہیں دیا گیا مگر وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کئے۔ کیونکہ یہ دوسروں کے لئے تھا۔ (مرقات)

(27) قوله: فجاء خالد. علامہ طیبی نے فرمایا یہ کلام خالد سے روایت کرنے والوں کا ہے اور یہاں لفظ ''قال'' محذوف ہے۔ جس پر بعد والا "قال خالد فخرجت" دلالت کررہا ہے۔ اور علامہ میرک نے فرمایا اس میں احتمال ہے کہ بطور التفات حضرت خالد کا کلام ہو۔

وقوله: وهو. اس کا مرجع عمار ہے۔ يشكوه: یعنی وہ حضرت خالد کی شکایت کررہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جبکہ حضرت عمار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت کر ہی رہے تھے، تو راوی نے کہا: یہ خالد ان کے ساتھ سخت کلامی کرنے لگے اور نہیں اضافہ کرتے ان کے ساتھ مگر سختی میں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے گفتگو نہیں فرمارہے تھے، حضرت عمار رو لئے اور عرض کئے یا رسول اللہ کیا آپ ان کو نہیں دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک بلند کیا اور فرمایا: جو شخص عمار سے دشمنی کرے اللہ اس سے دشمنی کرے، اور عمار سے جو بغض رکھے اللہ اس سے بغض رکھے۔ تو خالد کہتے ہیں پس میں نکلا تو کوئی چیز عمار کی خوشنودی سے بڑھ کر محبوب نہیں تھی، تو میں ان سے اس طور پر ملاقات کیا جس سے وہ راضی ہو جائیں، چنانچہ وہ راضی ہو گئے۔ (امام احمد)

29/7701۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں خالد اللہ بزرگ و برتر کی تلواروں (28) میں سے ایک تلوار ہیں، یہ خاندان کے کتنے اچھے نوجوان ہیں۔ (امام احمد)

30/7702۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مقام پر اترے اور لوگ گزرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے ابوہریرہ یہ کون ہے؟ تو میں کہتا یہ فلان ہے، تو آپ فرماتے: یہ اللہ کا کتنا اچھا بندہ ہے۔ اور فرماتے یہ کون ہے (29) تو میں کہتا فلاں ہے، تو فرماتے یہ اللہ کا کتنا برا بندہ ہے، یہاں تک کہ خالد

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کی خدمت میں۔ قال: سے مراد راوی نے کہا: یعنی خالد عمار کے ساتھ گفتگو میں سخت کلامی کرنے لگے۔

ولا یزیدہ: یعنی خالد عمار کے ساتھ گفتگو میں سخت کلامی میں اضافہ ہی کرتے جارہے تھے۔

وقوله: فما كان شئى احب الى من رضا عمار. یعنی میرے نکلنے کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب چیز عمار کی خوشنودی کو حاصل کرنا تھا۔ **فلقيته.** میں ان سے اس طرح ملاقات کیا جس سے وہ راضی ہو جائیں؛ مثلاً تواضع، معافی مانگنا، گلے لگانا اور اس جیسے خوش کر دینے کے اسباب کے ساتھ۔ (مرقات)

(28) **قوله: خالد سيف.** یعنی ایسی تلوار کی طرح سے ہیں جس کو اللہ نے مشرکین پر بے نیام کیا ہے اور کافروں پر اس کو مسلط کیا ہے یا ذوسیف یعنی تلوار والے ہیں۔ (مرقات)

(29) **قوله: من هذا فأقول فلان فيقول بئس عبدالله هذا.** یعنی یہ مذمّت اُس حدیث کے ضمن میں ہے جس

بن ولید گزرے تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا خالد بن ولید ہیں، تو آپ نے فرمایا: خالد بن ولید اللہ کے کتنے اچھے بندہ ہیں، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ (ترمذی)

31/7703۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار حضرات (30) نے جمع کیا: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید۔ تو حضرت انس سے کہا گیا ابوزید کون ہے تو انہوں نے کہا میرے ایک چچا ہیں

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کی روایت ابویعلی وغیرہ نے مرفوعا کی ہے: "اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس" تم فاجر کا ذکر اس صفت کے ساتھ کرو جو اس میں ہے، لوگوں کو اس سے بچانے کیلئے۔

وقوله: من هذا فاقول خالد بن الولید. اس میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ کے اندر تھے، اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمہ کے باہر تھے؛ ورنہ خالد بن ولید جیسے شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ نہ تھے۔ (مرقات)

(30) **قوله: اربعة.** یعنی مردوں میں سے چار حضرات، اس سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد ان کے قبیلہ خزرج کے چار حضرات ہیں، یہ اس لئے کہ مہاجرین کی جماعت نے بھی قرآن کو جمع کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کیا ہے؛ انصار میں یہ چار حضرات ہیں۔ اس حدیث شریف میں اور دوسری حدیث شریف "استقرؤ القرآن من أربعة" میں کوئی منافات نہیں ہے۔ وہ اس بناء پر کہ یہاں گنتی اور تعداد مقصود نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ "إستقرءوا القرآن من أربعة" کی خبر میں جن چار حضرات سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ چاروں مکمل قرآن کو یاد کئے ہوئے حافظ ہوں۔

اور شرح مسلم میں ہے علامہ مازری نے فرمایا: اس حدیث شریف سے بعض ملحدین نے قرآن مجید کے متواتر ہونے میں کلام کیا ہے۔ اس کا جواب دو طرح سے ہے: ایک جواب یہ ہے کہ اس میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے کہ ان چار حضرات کے علاوہ کسی نے قرآن کو حفظ و جمع نہیں کیا، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ انصار میں سے میرے علم کے مطابق چار ہیں، اس میں ان کے علم کے مطابق نفی ہے، ان کے علاوہ دیگر قُرّاء (حفاظ) کی نفی نہیں ہے۔

اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ صحابہ کی جماعتیں ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید کو حفظ کیا۔ اور امام مازری نے ان میں سے پندرہ (15) صحابہ کا ذکر کیا ہے۔ اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقعہ پر ستر (70) قراء (حفّاظ) صحابہ شہید ہوئے تھے، اور جنگ یمامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

(متفق علیہ)

32/7704۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابوموسیٰ تم کو داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار دیا گیا ہے(31)۔(متفق علیہ)

33/7705۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: آسمان نے سایہ نہیں کیا(32) اور زمین نے نہیں اٹھایا

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وفات سے قریب زمانہ میں ہوئی ہے، پھر یہ تعداد اُن حفّاظ صحابہ کی ہے جو اس دن شہید ہوئے تھے۔تو تمہارا کیا خیال ہے ان حفّاظ کی تعداد کے بارے میں جو اس جنگ میں شریک ہونے والوں میں سے شہید نہیں ہوئے تھے۔اور وہ صحابہ بھی ہیں جو جنگ میں شریک ہی نہیں تھے۔

پھر مزید یہ ہے کہ اِن چاروں حضرات کے ساتھ حضرات خلفاء راشدین سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اور ان کے جیسے کبار صحابہ کا تو ذکر ہی نہیں کیا گیا، جو چھوٹی چھوٹی نیکیوں میں حرص اور شدید رغبت رکھتے تھے ان کے بارے میں یہ خیال تک نہیں ہوسکتا کہ وہ قرآن کو حفظ نہ کئے ہوں جب کہ ہم دیکھتے ہیں ہمارے زمانہ میں ہر ہر شہر میں ہزاروں حافظ قرآن مجید ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ولو بالفرض اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ ان چار اصحاب کے سوا دوسروں نے جمع یعنی مکمل قرآن حفظ نہیں کیا تھا، تب بھی اس سے تواتر کے ثبوت میں فرق نہیں پڑتا کیونکہ تواتر کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ جملہ اصحاب پورا کلام نقل کئے ہوں، بلکہ ہر جزء کو تواتر کی درکار تعداد میں صحابہ نے جب نقل کردیا ہے تو بلاشبہ سارا کلام متواتر ہوگا۔(مرقات)

(31) **قوله: لقد اعطيت مزمارا. اعطيت** صیغہ مجہول ہے یعنی اچھی آواز اور عمدہ لحن، اچھا نغمہ۔**من مزامير آل داود.** یعنی ان کے لحنوں میں سے۔اور لفظ آل زائد ہے۔اور مزمار میم کو زیر(کسرہ) سے ہے، جو کہ ایک آلہ ہے، اس کا استعارہ کیا گیا ہے، یہ اچھی آواز اور اچھے نغمے کے معنی میں ہے۔(مرقات)

(32) **قوله: ولا اقلت** یعنی نہیں اٹھایا **وقوله: اصدق من ابی ذر.** یہ اقلت کا مفعول ہے، لفظ احد مقدر کی صفت ہے، اور یہ تنازع فعلان کے باب سے ہے، یہ حصر ہے اس سے ان کے صدق میں مبالغہ مقصود ہے، یہ حصر اضافی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ سچے ہوں۔وہ تو اس امت کے صدیق ہیں اور اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر، زیادہ سچے اور اصدق ہیں۔اس ارشاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں۔اب رہا وہ صدیق جو کثرت تصدیق کی بناء پر

کسی ایسے شخص کو جو ابوذر سے زیادہ سچا ہے۔(ترمذی)

34/7706۔حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان کسی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور نہ زمین کسی ایسے شخص کو اٹھائی جو ابوذر سے بڑھ کر زبان کا سچا اور وفا شعار ہو، عیسی بن مریم کے مشابہ ہیں؛(33) یعنی زہد میں۔(ترمذی)

35/7707۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں: سعد بن معاذ کی وفات سے عرش جھوم گیا(34)۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) صدیق ہے، وہ اس امر کے لئے مانع نہیں کہ کوئی اپنے قول میں سب سے بڑھ کر صادق ہو۔جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے **أقرأكم ابی واقضاكم علی** یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مفضول میں بعض صفات ایسی ہوں جو فاضل میں نہ پائیں جائیں۔یا یہ کہ مفضول وافضل دونوں میں کوئی صفت مشترک ہو یا دونوں میں برابر برابر ہو۔علامہ توربشتی نے فرمایا: آپ کا ارشاد **اصدق عن ابی ذر** ان کی صداقت سچائی میں بطور مبالغہ ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ مطلقاً سب سے افضل ہیں کیونکہ بالاجماع آپ حضرات ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو نہیں سکتے۔تو یہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔(مرقات)

(33) **قولہ: ذی لهجة.** لام کو زبر (فتحہ) ہا کو جزم بمعنی زبان ہے اس سے مراد ذی نطق (بولنے والا) ہے، علامہ طیبی نے فرمایا: اس میں لفظ "من" زائد ہے اور "ذی لهجة" اقلت کا مفعول ہے۔**وقولہ: ولا اوفی.** یعنی عہد ووعدہ کی اپنی گفتگو کو پورا کرنے میں۔**وقولہ: شبیه عیسی بن مریم.** حالت جری میں ہے بدل ہے۔یعنی عیسی بن مریم کے مشابہ۔(مرقات)

(34) **قولہ: اهتز العرش لموت سعد بن معاذ.** اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دار فانی سے دار باقی میں منتقل ہونے کی فرحت میں عرش جھومنے لگا اور یہ اس لئے ہے کہ اہل سعادت اور شہداء کی ارواح کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے اور وہ وہاں کی لٹکی ہوئی قندیلوں میں رہتی ہیں۔(مرقات)

صاحب لمعات نے فرمایا: عرش کا ہلنا اور جھومنا، یہ کنایہ ہے اس بات کا کہ ان کی ارواح کے وہاں آنے سے اس کو خوشی ہے۔اس میں حقیقت ومجاز دونوں باتیں ہوسکتی ہیں، اور ٹھیک بات تو پہلی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جمادات میں بھی علم وتمیز رکھا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرش سے اہلِ عرش کی خوشی مراد ہے۔اور یہ بھی قول ہے کہ عرش کا حرکت کرنا اُنکی وفات پر فرشتوں کیلئے علامت واطلاع ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرش کا ہلنا ان کی

36/7708۔ اور ایک روایت میں ہے: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے رحمٰن کا عرش جھوم گیا۔ (متفق علیہ)

37/7709۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: جب حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا: ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے، اور یہ بنی قریظہ میں ان کے فیصلہ کی وجہ سے ہے(35)۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: فرشتے اس کو اٹھار ہے تھے۔ (ترمذی)

38/7710۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ریشم کا جوڑا ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ کے صحابہ اس کو چھوتے اور اس کی لطافت پر تعجب کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کی لطافت پر تعجب کرتے ہو سعد بن معاذ کے رومال(36)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وفات کی عظمت شان سے کنایہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے قامت القيامة بموت فلان. فلاں کی موت سے قیامت قائم ہوگئی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے عرش کا ہل جانا ان کے رحلت اور مصیبت کی وجہ سے ہے

(35) قوله: لحكمه في بني قريظة. یعنی ان کے اس فیصلہ کی وجہ سے کہ لڑنے والی جماعت کو قتل کر دیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا دیا جائے منافقوں نے اس فیصلہ کو ظلم وزیادتی پر محمول کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فیصلہ کے درست ہونے کی گواہی دی۔

وقوله: ان الملائكة كانت تحمله. فرشتے ان کو اٹھار ہے تھے، اس لئے ان کا جنازہ لوگوں کے اوپر ہلکا تھا۔ نیز میت کا بوجھل اور وزنی ہونا اس کے دنیا سے تعلق کو بتاتا ہے، اور اس کا ہلکا ہونا اللہ سے ملاقات کے شوق کی قوت اور اس کے روح کی اپنے مقصد اعلیٰ کی طرف تیز پرواز کو بتاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ''. (63، المنافقون، آیت نمبر:8) اللہ ہی کیلئے ہے عزت اور اس کے رسول کیلئے اور مومنین کیلئے، لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا منافقین کی مراد اس سے ان کو حقیر قرار دینا اور ان کو عیب لگانا تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب اس طرح مرحمت فرمایا کہ ان کے جنازے کا ہلکا ہونا ان کی عظمت شان اور ان کے معاملہ کی بلندی کی وجہ سے ہے۔ (مرقات)

(36) قوله: لمناديل سعد بن معاذ الخ. علامہ خطابی نے فرمایا اس میں حضرت سعد کے رومال کی مثال دی گئی ہے، وہ اس لئے کہ رومال اعلی درجے کے کپڑے نہیں ہوتے بلکہ وہ مختلف کاموں میں استعمال کی نوعیت کے کپڑے

جنت میں اس سے بہتر اور اس سے زیادہ ملائم ہیں۔(متفق علیہ)

39/7711۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے (37) ایک پراگندہ بال غبار آلود اور دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے جن کی پرواہ نہیں کی جاتی ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کردیگا ان میں سے براء بن مالک ہیں۔ (ترمذی۔بیہقی دلائل النبوۃ)

40/7712۔حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا(38) سے روایت ہے وہ عرض کیں یارسول اللہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے آپ دعا فرمائیں تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ تو انکو بکثرت مال اور اولاد عطا فرما۔اور ان کو تو جو کچھ عطا فرمایا اس میں برکت دے انس نے فرمایا خدا کی قسم میرا مال بہت ہے اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد آج کے دن تقریباً ایک سو سے متجاوز ہو جاتی ہیں۔(متفق علیہ)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) ہوتے ہیں اس سے ہاتھ صاف کئے جاتے ہیں بدن سے گرد وغبار کو جھٹکا جاتا ہے اس سے ہدایا اور تحفے کے طبق کو ڈھانکا جاتا ہے اور اس کو کپڑے لپیٹنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یہ دوسرے کپڑوں کے لئے خادم کی طرح ہیں۔جب ادنیٰ کی یہ شان ہے تو تم بتاؤ اعلیٰ کی شان کیا ہوگی۔(مرقات)

(37) قولہ: کم من اشعث الخ. علامہ ابن ملک نے فرمایا کم خبریہ ہے اور مبتداء ہے اور لفظ من بیانیہ ہے۔اور لایوبہ اس کی خبر ہے مگر ظاہر بات یہ ہے کہ لو اقسم علی اللہ لابرہ یہ جملہ اس کی خبر ہے لابرہ یعنی اس کو سچا کر دکھائیگا اور مخلوق میں اس کو قسم پوری کرنے والا بنادے گا۔وقولہ: ذی طمرین. طاء کو زیر(کسرہ) میم کو جزم یعنی دو پرانے کپڑے والا۔ وقولہ: لایؤبہ یاء کو پیش اور واو کو جزم اور کبھی وہ ہمزہ سے پڑھا جاتا ہے اور باء کو فتحہ (زبر)۔صاحب نہایہ نے فرمایا جس کی پرواہ نہیں کی جاتی اور اس کو حقیر سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ (مرقات)

(38) وقولہ: ام سلیم. آپ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔وقولہ: وبارک لہ فیما اعطیتہ. یعنی تو نے جو مال واولاد دیا ہے اس میں برکت دے اور برکت نعمتوں سے فائدہ میں ترقی ہوتے رہنے کو کہا جاتا ہے اور اس میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا سے متعلق کسی چیز کے لئے دعا کی جائے تو مستحب ہے کہ اس کے ساتھ اس میں برکت اور اس کی حفاظت کے لئے بھی دعا شامل کی جائے۔ وقولہ: لیتعادون. دال کو پیش اور تشدید ہے یعنی آج کے دن وہ گنتی میں تقریباً سو سے زائد ہوتے ہیں الیوم اس سے مراد آج کے اس وقت میں۔(ماخوذ از مرقات)

41/7713۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن سلام کے سوا کسی زمین پر چلنے والے کے بارے میں یہ فرماتے نہیں سنا(39) کہ وہ اہل جنت سے ہے۔(متفق علیہ)

42/7714۔ حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے فرمایا میں مسجد مدینہ میں بیٹھا ہوا تھا

---

(39) **قولہ: ما سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ.** علامہ نووی نے فرمایا یہ اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ ابوبکر جنت میں ہیں اور عمر جنت میں ہیں یہاں تک کہ دس عشرہ مبشرہ اور ان کے علاوہ بہت سے صحابہ جن کے بارے میں جنتی ہونے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کیونکہ حضرت سعد نے فرمایا **ما سمعت** میں نے نہیں سنا ان کا اس کو نہ سننا دوسروں کی خوشخبری کی نفی نہیں کرتا اور نفی واثبات دونوں جمع ہوں تو اثبات مقدم ہوتا ہے۔اور اس کی تائید حافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے ہوتی ہے۔حافظ صاحب نے فرمایا اس حدیث میں ایک اشکال یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے علاوہ بھی ایک بڑی جماعت ہے جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی ہے اور حضرت سعد کا اس پر مطلع نہ ہونا یا اپنے نفس کے تزکیہ کو نامناسب سمجھ کر خود اپنے بارے میں اس کے سننے کی نفی کرنا بعید ہے۔ہوسکتا ہے کہ حضرت سعد اس سے واقف نہ رہے ہوں یا وہ اپنے نفس کے تزکیہ کو نامناسب سمجھ کر اپنے نفس سے اس کی نفی کر رہے ہوں۔

تو ظاہر بات یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا ان صحابہ کے انتقال کے بعد ہوا ہے جن کو خوشخبری دی گئی تھی کیونکہ عبداللہ بن سلام ان سب کے بعد بھی زندہ رہے اور ان کے بعد تک حضرت سعد اور حضرت سعید کے سوا کوئی باقی نہیں رہے اور یہ بات ان کے اس قول **یمشی علی وجہ الارض** سطح زمین پر جو چل رہے ہوں سے سمجھ میں آتی ہے اور دار قطنی کی روایت میں **ما سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لحی یمشی انہ من اھل الجنۃ** ہے۔انتھی مگر ثبوت مدعا کے لئے اس استدلال میں جو پیچیدگی اور گہرائی ہے وہ ظاہر ہے سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت سعد نے اس میں اپنا جوذکر نہیں کیا تو وہ اس لئے کہ اس حدیث کو انہوں نے بنفس نفیس سنا ہوا اور ان کے بارے میں بشارت والی جو حدیث ہے اس کو دوسروں سے سنا ہو جیسا کہ حدیث شریف کے ابتدائی حصہ سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔لیکن حضرت سعید کا اس وقت باحیات رہنے کا سوال رہتا ہے تو اس کا بھی جواب اسی سے دیا جاسکتا ہے اور راوی کے قول **یمشی** (جو سطح زمین پر چل رہے ہوں) سے یہ مراد لینا بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے برخلاف عبداللہ بن سلام کو یہ خوشخبری ایسے وقت میں دی ہو جب کہ وہ چل رہے تھے۔اس سے یہ اشکال دور ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ احوال کو خوب جاننے والا ہے۔(مرقات)

ایک صاحب آئے ان کے چہرہ پر خشوع کا اثر تھا(40) صحابہ نے کہا یہ جنتی صاحب ہیں اور وہ صاحب اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے پھر نکل گئے تو میں ان کے پیچھے گیا اور ان سے کہا جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا یہ جنتی حضرات میں سے ہیں تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم کسی کے لئے بھی یہ سزاوار(41) نہیں کہ وہ ایسی کوئی بات کہے جس کو وہ نہیں جانتا۔ میں تم کو بتاتا ہوں یہ کیوں ہے

(40) **قولہ: اثر الخشوع.** یعنی سکون، وقار اور حضوری کا اثر تھا۔ **فقالوا** یعنی بعض حاضرین نے کہا یہ اہل جنت میں سے ہے، **فصلی رکعتین** یعنی وہ صاحب دو رکعت تحیۃ المسجد یا کوئی دوسری نماز پڑھے۔ **تجوّز** واؤ کو تشدید ہے یعنی ان دونوں رکعتوں میں جو ضروری ہے اس پر اکتفاء کئے اور ان دونوں میں تخفیف کی۔ (مرقات)

(41) **قولہ: ما ینبغی لاحد ان یقول مالایعلم.** علامہ نووی نے فرمایا: کسی کیلئے بھی یہ سزاوار نہیں کہ وہ ایسی کوئی بات کہے جس کو وہ نہیں جانتا۔ علامہ نووی نے فرمایا: ان لوگوں نے عبداللہ بن سلام کیلئے جنت کا جو قطعی حکم لگایا اس کا آپ رضی اللہ عنہ اس قول کے ذریعہ انکار فرمارہے ہیں۔ انہوں نے اس کا جو قطعی فیصلہ فرمایا عبداللہ بن سلام اس کا انکار فرمارہے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے ان حضرات کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہنچی ہو کہ حضرت عبداللہ بن سلام اہل جنت میں سے ہیں اور ابن سلام اس کو نہ سنے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے بطور تواضع اپنی تعریف کو پسند نہیں کیا۔ پوشیدہ رہنے کو پسند کیا اور شہرت کو ناپسند کیا ہو۔ **وقولہ: انی رایت رویا الخ.** اس میں صراحتاً کوئی دلیل نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جنتی ہونے کا قطعی فیصلہ دیا ہو۔ جیسا کہ میرے علاوہ دوسروں کے لئے فیصلہ دیا ہے۔ **قولہ: ورأیت** یہ سابق کا بیان ہے۔ **قولہ: ذکر.** یعنی عبداللہ بن سلام نے ذکر کیا۔ **وقولہ: وسطھا** یہ ظرف ہونے کی بناء پر طاء کو زبر ہے اس لئے طاء کو زبر ہے اور مبتداء مؤخر عمود کی خبر مقدم ہے۔ **وقولہ: اسفلہ فی الارض واعلاہ فی السماء.** یہ جملے عمود کی دو صفتیں ہیں۔ **وقولہ: ارقہ.** قاف کو زبر (فتحہ) اور ہاء سکتہ کی ہے اس لئے اس کو سکون ہے اور ایک نسخہ میں ہاء کو پیش ہے ایسی صورت میں وہ ہاء ضمیر ہے اور اس کا مرجع عمود ہوسکتا ہے۔ **قولہ: منصف.** میم کو زیر (کسرہ) اور صاد کو زبر (فتحہ) ہے۔ اور اس کے معنی خادم ہے۔ **وقولہ: فرفع** یعنی خادم نے اٹھایا۔ **وقولہ: فاستیقظت وانھا لفی یدی.** جب میں حلقہ کو پکڑا تھا اسی وقت بلا تاخیر بیدار ہوا۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس وقت میں بیدار ہوا یہ حلقہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور اگر اس کو مان لیا جائے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی امر مانع نہیں۔ لیکن بظاہر الفاظ کا مفہوم اس کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے ان کی اس سے مراد یہ تھی کہ بیدار ہونے کے بعد بھی میرے ہاتھ میں اس کا اثر تھا کیونکہ وہ اپنی مٹھی کو بند دیکھ رہے تھے۔ (ماخوذ از مرقات)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا اور آپ سے وہ خواب بیان کیا میں نے دیکھا گویا میں ایک باغ میں ہوں۔ اور پھر انہوں نے اس باغ کی وسعت اور اس کی رونق کو بیان کیا۔ اس کے درمیان لوہے کا ایک ستون ہے اس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اس کا اوپر کا حصہ آسمان میں ہے۔ اس کے اوپر ایک حلقہ ہے اور مجھ سے کہا گیا اس پر چڑھ جاؤ تو میں نے کہا میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو میرے پاس ایک خادم آیا اور میرے پیچھے سے میرے کپڑے چڑھایا تو میں چڑھ گیا یہاں تک کہ میں اس کے اوپر کے حصہ میں پہنچ گیا اور حلقہ کو پکڑ لیا تو کہا گیا اس کو تھام لو اور وہ حلقہ میرے ہاتھ میں تھا میں بیدار ہو گیا۔ میں یہ خواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا وہ باغ اسلام ہے وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ (42) عروۃ الوثقی ہے اور تم مرنے تک اسلام پر رہو گے اور وہ صاحب عبداللہ بن سلام ہیں۔ (متفق علیہ)

43/7715۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب آپ کے وصال کا وقت آ گیا تو آپ نے فرمایا تم علم کو چار اصحاب کے پاس تلاش کرو (43) حضرت عویمر

---

(42) **قولہ: تلک العروۃ.** مبتداء ہے اس کی خبر **العروۃ الوثقی** ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا الوثقی ایسی رسی ہے جو مضبوط اور ٹوٹنے سے محفوظ رہتی ہے۔ **وقولہ: حتی تموت** یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مکمل ہوا۔ (مرقات)

(43) **قولہ: التمسوا العلم.** یعنی کتاب وسنت کا علم یا حلال وحرام کا علم اور یہی بات ظاہر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اعلمکم بالحلال والحرام معاذ بن جبل** تم میں حلال وحرام کے زیادہ واقف معاذ بن جبل ہیں اور اس سے اس کے ساتھ خصوصیت کی وجہ بھی ہوتی ہے۔ **وقولہ: الذی کان یھودیا.** علامہ طیبی نے فرمایا یہ ان کی صفت ممیّزہ یعنی ان کو دوسروں سے ممتاز کرنے والی صفت نہیں ہے کیونکہ آپ کے نام (عبداللہ بن سلام) میں کوئی شریک نہیں بلکہ یہ آپ کی مدح وتوصیف کی صفت ہے اس میں لوگوں کے لئے ان سے علم حاصل کرنے کی نصیحت ووصیت ہے کیونکہ یہ دونوں کتابیں انجیل وقرآن کے جامع تھے۔ **وقولہ: عاشر عشرۃ فی الجنۃ.** یعنی وہ دس میں دسویں کے مثل تھے اور اسی طرح حضرت ابویوسف حضرت ابوحنیفہ رحمہما اللہ ہیں کیونکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے نہیں ہیں علامہ میرک نے اسی طرح فرمایا ہے اور یہ علامی طیبی کا قول ہے۔ (مرقات)

ابوالدرداء اور حضرت سلمان کے پاس حضرت ابن مسعود کے پاس اور عبداللہ بن سلام کے پاس جو یہودی تھے اسلام لائے کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ آپ دس جنتیوں میں سے دسویں ہیں۔(ترمذی)

44/7716۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت ثابت بن قیس بن شماس خطیب الانصار(44) (انصار کے خطیب) ہیں اور جب یہ آیت نازل ہوئی ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ‘‘ (49۔الحجرات، آیت نمبر:2) تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے دریافت فرمایا(45) ثابت کا کیا حال ہے کیا وہ بیمار ہیں حضرت سعد ان کے پاس آئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا تو ثابت نے فرمایا یہ آیت: ’’لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ‘‘ نازل ہوئی اور تم جانتے ہو میں تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے بلند آواز والا ہوں(46) میں دوزخیوں میں سے ہوں تو سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

(44) قولہ: خطیب الانصار. یعنی ان انصار میں فصیح البیان ہیں یعنی نثر میں، جس طرح نظم میں فصیح البیان کو شاعر کہا جاتا ہے۔وقولہ: احتبس. یعنی اپنے آپ کو (حاضر ہونے) سے روک لیا۔(مرقات)

(45) قولہ: فسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ اس میں بظاہر ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت 9 ہجری میں نازل ہوئی اور حضرت سعد بن معاذ اس سے پہلے 5 ہجری میں انتقال کر گئے ہیں۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق صرف آواز بلند نہ کرنے کی آیت نازل ہوئی اور ابتدائی سورہ ’’لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ‘‘ ان سے متعلق نہیں ہے۔(مرقات)

(46) قولہ: ولقد علمتم انی من ارفعکم صوتا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فطری طور پر میری آواز بلند ہے۔فانا من اھل النار. وہ اس بات کو نہیں سمجھے کہ یہاں مراد اپنے اختیار سے آواز بلند کرنا ہے جو کہ ادب کے خلاف ہے۔

اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔(مسلم)

45/7717۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے اچھے آدمی ہیں ابوبکر اور کتنے اچھے ہیں عمر اور کتنے اچھے ہیں ابوعبیدہ بن جراح اور کتنے اچھے ہیں اسید بن حضیر اور کتنے اچھے ہیں ثابت بن قیس بن شماس اور کتنے اچھے ہیں معاذ بن جبل اور کتنے اچھے ہیں معاذ بن عمرو بن جموح۔(ترمذی)

46/7718۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے سات نجباء اور رقباء (47) ہیں اور مجھے چودہ عطا کئے گئے ہیں۔ہم عرض کئے وہ کون ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اور میرے دونوں صاحبزادے اور حضرت جعفر و حمزہ وابوبکر وعمر، مصعب بن عمیر اور بلال وسلمان وعمار وعبداللہ بن مسعود اور ابوذر اور مقداد۔(ترمذی)

47/7719۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو اپنے اس چھوٹے بندے (48) یعنی ابو ہریرہ اور ان کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کے پاس محبوب بنادے اور ان مومنین کو دونوں کے پاس محبوب بنادے۔(مسلم)

48/7720۔حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا لوگوں میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جس کو فتنہ گھیر لیتا ہو مگر میں اس پر اس کا خوف کھاتا ہوں سوائے محمد بن مسلمہ کے کیونکہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) **وقولہ: من اهل الجنة** کیونکہ انہوں نے انتہائی ادب کو ملحوظ رکھا یہاں تک کہ فطری طور پر بھی آواز کے بلند ہونے کو گوارا نہیں کیا۔(مرقات)

(47) **وقولہ: سبعة نجباء رقباء.** سبعۃ مضاف ہے اور نجباء رقباء مضاف الیہ ہیں۔اور یہ دونوں فعلاء کے وزن پر جمع ہیں۔نجیب کے معنی ہیں کریم منتخب شدہ پسندیدہ اور رقیب اقتدار کی حفاظت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ان سے مراد ہر نبی کے زمانہ میں موجود حضرات ہیں۔یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **واعطیت** سے سمجھ میں آتی ہے۔ **وقولہ: قلنا.** یعنی ہم حضرت علی سے عرض کئے وہ کون ہیں۔آپ نے یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں الخ۔

(48) **قولہ: عبیدک.** تصغیر کے ساتھ شفقت کیلئے۔(مرقات)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا فتنہ تمکو نقصان نہیں پہنچائیگا۔(ابوداؤد)

49/7721۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے گھر میں چراغ کو دیکھا تو فرمایا اے عائشہ میں اسماء کو نہیں دیکھتا مگر ان کو بچہ پیدا ہوا اور تم اس کا نام مت رکھو یہاں تک کہ میں اس کا نام رکھوں پس آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور کھجور چبا کر(49) اپنے دست اقدس سے ان کی تالو میں لگادیا۔(ترمذی)

50/7722۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عجرۃ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا اے اللہ ان کو ہدایت دینے والا(50) اور ہدایت یافتہ بنادے اور ان کے ذریعہ ہدایت کا کام لے۔(ترمذی)

51/7723۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اسلام(51) لائے اور عمرو بن عاص ایمان لائے۔

---

(49) قولہ: وحنکه بتمرة. نون کو تشدید ہے بیدہ کہا جاتا ہے حنکت الصبی جب تم کھجور یا اس کے علاوہ کوئی چیز چباؤ پھر تم اس کو اس کی تالو پر لگادو اور اس حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کو چاہئے کہ قوم کے معزز آدمی سے اس لڑکے کا نام رکھنے کی خواہش کرے اور وہ کھجور یا شہد یا ان جیسی کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں دے تا کہ ان کے لعاب کی برکت حاصل ہو۔

(50) قولہ: هاديا مهديا. ہدایت یا تو صرف رہبری ہے یا مقصود تک پہنچانا میں کہتا ہوں اگر ہادیا پہلے معنی پر محمول کیا جائے تو مہدیا اس کا تکملہ ہوگا کیونکہ بعض ہدایت دینے والے ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔وقولہ: اهد به. بطور تکملہ کے ہے، کیونکہ جو شخص اپنے مقصود کو پالیتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اس کی پیروی نہیں کرتا پہلے وہ کامل ہوتا ہے پھر مکمل ہوتا ہے۔اور اگر دوسرے معنی مراد ہو تو مهديا تاکید ہوگا اور اهد به اس کا تکملہ، یعنی وہ کامل و مکمل ہیں۔(طیبی)

(51) قولہ: اسلم الناس وآمن عمرو بن العاص. یہ آگاہی ہے اس بات کی کہ وہ لوگ خوف کے مارے اسلام لائے اور عمرو بن عاص خوشدلی کے ساتھ ایمان لائے کیونکہ اسلام لانا ناپسندیدگی کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور ایمان لانا صرف رضامندی کے ساتھ ہوتا ہے اس کو علامہ طیبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور علامہ ابن ملک نے کہا کہ حضور نے ان کو خوشدلی کے ساتھ ایمان لانے سے خاص کیا کیونکہ ان کا اسلام لانا ان کے دل میں حبشہ ہی میں اتر گیا تھا جس

52/7724۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملاقات کیئے تو فرمایا: ائے جابر! کیا ہوا ہے مجھ کو کہ میں تم کو افسردہ دیکھ رہا ہوں میں نے کہا میرے والد شہید ہو گئے اور بال بچے وقرض چھوڑ گئے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو خوشخبری نہ دوں اس معاملہ کی جو اللہ نے تمہارے والد کے ساتھ کیا میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اللہ نے کسی کے ساتھ کلام نہیں کیا مگر حجاب کے پیچھے سے اور اس نے تمہارے والد کو زندہ(52) کیا اور ان سے راست کلام کیا کہا اے میرے بندے مجھ سے خواہش کر میں تجھکو عطا کرونگا انہوں نے کہا اے میرے رب تو مجھے زندہ(53) کر کہ میں تیری خاطر دوبارہ شہید کر دیا جاؤں رب تبارک وتعالیٰ نے کہا

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) وقت نجاشی نے آپ کی نبوت کا اعتراف کیا اور کسی نے ان کو بلائے بغیر ہی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحالت ایمان حاضر ہو گئے پھر اسی وقت دوڑتے ہوئے مدینہ آئے اور ایمان لائے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جماعت کا امیر مقرر کیا جن میں حضرت صدیق وفاروق بھی تھے اور یہ اس لئے تھا کیونکہ وہ اسلام لانے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور آپ کے صحابہ کو ہلاک کرنے کے لئے پیش پیش رہتے تھے جب وہ ایمان لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کے دل سے اس پرانی کلفت کا اثر زائل ہو جائے یہاں تک کہ وہ اس طرف سے مطمئن ہو جائیں اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔(مرقات)

(52) **قولہ: واحیا اباک.** اگر تم کہو یہ حدیث اور اللہ تعالیٰ کے قول: ''بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' کے درمیان تطبیق کیسے ہوگی کیونکہ تقدیر عبارت ھم احیاء ہے یعنی وہ زندہ ہیں تو کیسے زندہ کو زندہ کیا جائیگا مظہر نے کہا کہا گیا اللہ تعالیٰ اس روح کو ایک ہرے پرندے کے پیٹ میں کر دیا پھر وہ پرندے کو اس روح سے پیدا کیا تو زندہ کرنا درست ہوا یا زندہ کرنے سے ان کی روحانی طاقت کی زیادتی مراد لی ہو پس انہوں نے اسی قوت سے اللہ کا مشاہدہ کیا ہو طیبی نے کہا یہ جواب بھی اسلوب حکیم سے ہے یعنی تم ان کے دنیاوی معاملہ کی فکر نہ کرو، ان کے بال بچوں اور ان کے قرض کی ادائیگی کی پرواہ نہ کرو۔ بےشک اللہ ان کی طرف سے انکا قرض ادا کریگا ان کی نیت کی برکت سے اور ان کے بال بچوں پر مہربانی کریگا لیکن میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں (اس معاملہ) جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی قربت میں ہے اور جس کی وجہ سے وہ بزرگی وعطاء کو پائے۔(مرقات)

(53) **قولہ: تحیینی فاقتل فیک ثانیة.** صیغہ خبر ہے دعاء کے معنی میں یعنی مجھے زندہ کر یہاں تک کہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید کر دیا جاؤں تا کہ یہ مالک کی زیادہ خوشنودی کا ذریعہ ہو جائے۔ **قولہ: انھم لایرجعون.**

کہ میرا یہ قول گزر چکا ہے کہ وہ (مردے) نہیں لوٹینگے پس آیت "وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا" (3،آل عمران، آیت نمبر:169) نازل ہوئی اور تم ان لوگوں کو ہرگز مردے نہ سمجھو جنہیں اللہ کی راہ میں شہید کردیا گیا ہے۔(ترمذی)

53/7725۔انہی سے روایت ہے فرمایا میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس مرتبہ استغفار کیا۔(ترمذی)

54/7726۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ایمان کی علامت(54) انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض ہے۔(متفق علیہ)

55/7727۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) ظاہری بات تو یہ ہے کہ ضمیر شہداء کی لوٹ رہی ہے اور مطلب یہ ہے وہ نہیں لوٹینگے اپنی خواہش وآرزو سے پس دجال کے شہید پر اشکال باقی نہیں رہتا۔(کہ اس کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا)(مرقات)

(54) قوله: آية الايمان. یعنی کمال ایمان کی علامت۔ قوله: حب الانصار. ابن تین نے کہا مراد تمام انصار کی محبت ہے کیونکہ یہ دین کی وجہ سے ہے پس جو ان میں سے کسی سے دلی صفائی نہ رکھے کسی مناسب معنی کی وجہ سے تو وہ اس وعید کے تحت داخل نہ ہوگا، اور انصار سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار ہیں اوس وخزرج قبیلوں کے اور وہ اسلام سے پہلے ابناء قبیلہ سے جانے جاتے تھے اور یہ اصل ہے جو دو قبیلوں کو جمع کرتی ہے سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انصار سے موسوم کیا تو وہ ان کا نام ہی ہوگیا اور قرآن کریم ان کی تعریف میں نازل ہوا اور ان کی اولاد "حلیفوں" غلاموں پر انصار کا اطلاق کیا گیا بے شک وہ اس فضیلت کے حقدار بنے ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (مخلصانہ طور پر) ٹھکانہ دینے اور آپ کے دین کی (بے لوث) مدد کرنے کی وجہ سے جیسا کہ وہ گھر اور ایمان کو ٹھکانا بنالئے اور انہوں نے اس کو اپنے لئے مستقر اور وطن بنالیا ان کے ایمان پر قابو پالینے اور اس پر استقامت کی وجہ سے جیسا کہ انہوں نے مدینہ کو اسی طرح بنالیا سو یہ بات عرب وعجم کیلئے ان سے دشمنی کا باعث ہوتی اور یہ حسد تک پہنچادیتی اور حسد بغض تک لئے جاتا اسی لئے ان سے بغض رکھنے سے ترہیب آئی اور ان سے محبت رکھنے میں ترغیب آئی پس جو ان سے محبت کرے یہ اس کے کمال ایمان کی علامت اور جو ان سے بغض رکھے یہ اس کے نفاق اور یقین کی کمزوری کی علامت ہے۔(مرقات)

وسلم نے فرمایا انصار سے کوئی بغض (55) نہیں کرتا جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔

ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

56/7728۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا انصار سے محبت نہیں کرتا مگر مومن اور ان سے بغض نہیں کرتا مگر منافق پس جو ان سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھے۔ (متفق علیہ)

57/7729۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بچوں اور عورتوں کو (56) شادی سے آتے ہوئے دیکھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ! تم میرے نزدیک محبوب لوگوں میں سے ہو اے اللہ! تم میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہو یعنی انصار۔ (متفق علیہ)

58/7730۔ انہی سے روایت ہے، کہا: انصار کے کچھ لوگوں نے کہا: جس وقت اللہ نے اپنے رسول کو ہوازن کے مالوں میں سے (57) عطاء کیا جو کچھ عطاء کیا، آپ قریش کے کچھ لوگوں کو سو

(55) قولہ: لایبغض الانصار یعنی تمام انصار مراد ہیں یا ان کی جنس۔ (مرقات)

(56) قولہ: من عرس. عین کو پیش ہے ولیمہ کا کھانا اس کو ابن ملک نے ذکر کیا۔

قولہ: اللھم انتم. اس میں التفات ہے اور تقدیر عبارت اے اللہ تو جانتا ہے میری سچائی کو جو کچھ کہ میں انصار کے حق میں بول رہا ہوں پھر آپ نے انہیں انتم من احب الناس سے خطاب کیا الخ۔ اس جملہ کو مکرر لایا خطاب میں تاکید کیلئے اور خطاب میں التفات ہے اور بچوں کو غلبہ دینا ہے عورتوں پر یا غائبین کو غلبہ دینا ہے حاضرین پر اور اس کی تائید کرتا ہے راوی کا قول یعنی الانصار مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول انتم سے انصار کی جماعت مراد لے رہے ہیں۔ (مرقات)

(57) قولہ: افاء اللّٰہ علی رسولہ. یعنی اللہ نے آپ کو فئی یعنی غنیمت عطاء کیا۔

قولہ: فطفق. یعنی شروع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ اس وقت طائف سے لوٹتے ہوئے جعرانہ میں تھے۔ قولہ: من دمائھم. یعنی کفار قریش کے خون ہمارے ان سے جنگ کرنے کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ

سو اونٹ دینا شروع کئے تو انہوں نے کہا اللہ اللہ کے رسول کی کی شان بلند کرے آپ قریش کو (زیادہ) دیتے ہیں اور ہمیں (کم دیکر) چھوڑ دیتے ہیں جبکہ ہماری تلواریں انکا خون ٹپکا رہی ہیں سو ان کی یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردی گئی تو آپ نے انصار کی طرف (کسی کو) بھیجا اور انہیں چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا اور ان کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا جب وہ جمع ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور کہا یہ کیا بات ہے جو تمہاری جانب سے مجھے پہنچی تو ان کے سمجھ دار لوگوں نے کہا اب رہے ہم اصحاب رائے تو ان لوگوں نے کچھ نہیں کیا اور اب رہے ہم میں سے کچھ نوعمر لوگ انہوں نے کہا اللہ اللہ کے رسول کی شان بلند کرے جو قریش کو (زیادہ) دیتے ہیں اور انصار کو (کم دیکر) چھوڑ دیتے ہیں جبکہ ہماری تلواریں انکا خون ٹپکا رہی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں کفر سے قریب العہد لوگوں کو دے رہا ہوں ان کی دلجوئی کرتے ہوئے کیا تم راضی نہیں ہوگے کہ لوگ تو مالوں کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں کو اللہ کے رسول کے ساتھ لوٹو گے انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ بے شک ہم راضی ہوگئے۔ (متفق علیہ)

59/7731۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے فتح(58) مکہ کے دن سو آپ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ امن میں ہے اور جو شخص ہتھیار ڈالدے وہ (بھی) امن میں ہے پس انصار بولے حضور پر اپنے خاندان والوں کے ساتھ مہربانی اور اپنے اہل وطن کی چاہت غالب آ گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اسلام لائے۔ قولہ: لم یدع. دال کو جزم ہے اور عین کو پیش ہے یعنی آپ نے طلب نہیں کیا اور ایک نسخہ میں دال کو زبر ہے اور عین کو جزم ہے یعنی ان کے ساتھ نہیں چھوڑا۔ (مرقات)

(58) قولہ: یوم الفتح. یعنی فتح مکہ کا دن۔ قولہ: من دخل دارا ابی سفیان فھو آمن. طیبی نے کہا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے اسلام لالینے کے وقت ایسا کہا اور حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ وہ آدمی ہیں جو بڑائی چاہتے ہیں آپ ان کے لئے کچھ کردیجئے آپ نے کہا ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ امن میں ہے۔ قولہ: فی قریتہٖ. یعنی آپ کے شہر والے۔ (مرقات)

علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے کہ مجھ پر اپنے خاندان والوں کے ساتھ مہربانی اور اپنے اہل وطن کی چاہت غالب آ گئی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کر لی ہے (اب تو) میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری وفات تمہاری وفات کے ساتھ ہے انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم نے نہیں کہا؛ مگر اللہ اور اس کے رسول کی عطا کو محدود سمجھتے ہوئے (59) آپ نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کے رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔ (مسلم)

60/7732۔ انہی سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ہجرت (60)

---

(59) قولہ: ما قلنا الا ضنا باللّٰہ ورسولہ. طیبی نے کہا (ہم نے ایسا نہیں کیا) مگر بخل تھا اس ڈر کے ساتھ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے فضل وکرم سے عطاء کیا ہے کہیں وہ ہم سے فوت نہ ہو جائے (یعنی آپ کی ہمسائیگی وقربت) اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بخل تھا کہ آپ ہمارا شہر چھوڑ کر اپنے شہر کو منتقل ہو جائے۔ (مرقات)

(60) قولہ: لولا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار. (شرح السنہ میں ہے اس سے مراد پیدائشی نسب سے منتقل ہونا نہیں ہے کیونکہ یہ حرام ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب تمام نسبوں میں افضل اور انمیں کا معزز ہے، بے شک آپ نے اس سے وطنی ومقامی نسبت مراد لی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے اگر ہجرت (کا تعلق) دین سے نہ ہوتا اور اس کی طرف منسوب ہونا دینی نہ ہوتا تو مجھے اس کا چھوڑنا گوارا نہ ہوتا کیونکہ وہ عبادت ہے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے تو ضرور میں تمہارے گھر کی طرف منسوب ہوتا اور میں یہ نام چھوڑ کر تمہاری طرف منتقل ہو جاتا اور یہ بھی کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام سے انصار سے عزت افزائی کا ارادہ کیا اور اشارہ کرنا ہے کہ ہجرت کے بعد نصرت (دینی) سے اونچا کوئی مرتبہ نہیں اور یہ بتلانا ہے کہ وہ (انصار) بزرگی کے ایسے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اپنے آپ کو انصار میں سے شمار کرتے ان کے اللہ کے نزدیک برگزیدہ ہونے کی وجہ اور اس کا خلاصہ یہ ہے اگر انصار کے اوپر ہجرت کے سبب میری فضیلت نہ ہوتی تو میں انہیں میں کا ایک ہوتا یہ آپ کی جانب سے تواضع ہے اور لوگوں کو ابھارنا ہے ان کی عزت افزائی واحترام پر لیکن وہ لوگ سبقت کرنے والے مہاجرین کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے جنہیں ان کے گھروں سے نکالدیا گیا، ان کے رشتہ داروں سے دوست احباب سے دور کر دیا گیا اور ان کے شہروں مال دولت سے محروم کر دیا گیا۔ درآنحالیکہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب کدوکاوش برداشت کئے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر

نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک دوسری وادی میں چلیں (61) (فرمایا) تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلونگا انصار تو شعار ہیں اور لوگ دثار ہیں (اے انصار) تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے تم صبر کرو یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے ملو۔ (بخاری)

61/7733۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کی مجلسوں میں سے کسی مجلس کے پاس سے گزرے جبکہ وہ رو رہے تھے (62)، تو ان دونوں نے ان سے کہا کہ کیا چیز تم کو رُلا رہی ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت کو بلند کرنے کے خاطر انصار اگر چہ نصرت ایثار، محبت ٹھکانہ دینا جیسے اوصاف سے متصف ہیں لیکن وہ اپنے گھروں میں مقیم ہیں، اپنے رشتہ داروں دوست واحباب کے ساتھ سکونت پذیر ہیں۔ مہاجرین کی فضیلت میں تم کو بطور دلیل آپ کا یہ قول ہی کافی ہے، کیونکہ اسمیں اشارہ ہے ہجرت کے مرتبہ کی عظمت کی طرف پس ایک نبی مہاجر انصاری بننے کیلئے اسے ترک نہیں کرسکتا۔ (مرقات)

(61) **قولہ: او شعبا.** شین کو کسرہ (زیر) ہے عین کو جزم ہے راوی کی جانب سے شک ہے۔ **قولہ: لسلکت وادی الانصار الخ.** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان کے ساتھ اپنی اچھی مطابقت ہونے دوسروں پر ان کی ترجیح ہونے کو بتلایا ہے آپ کا ان کے اندر عہد کو اچھا پورا کرنا اور اچھی سنگت ہونا (جیسے اوصاف) کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے۔ اور آپ نے اس سے ان کی اتباع کا واجب ہونا مراد نہیں لیا کیونکہ آپ کی اتباع تمام مومنوں پر لازم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کی جاتی ہے نہ کہ آپ کی پیروی کرنے والے اطاعت کرنے والے ہیں۔ **قولہ: الانصار شعار.** معنی یہ ہے کہ وہ (انصار) رتبہ کے اعتبار سے میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قریب اور ان میں سب سے زیادہ حقدار ہیں میرے درجہ کے اعتبار سے۔ (مرقات)

(62) **قولہ: وھم یبکون.** یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کے زمانہ میں۔ **وقولہ: ذکرنا مجلس النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.** ان کی مراد یہ تھی کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ رہنے کا اندیشہ کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے رحلت کو مقدر فرمادیا ہے۔ **وقولہ: کرشی.** یعنی میرے مخلص۔ اور شرح السنہ میں ہے "عیبتی" یعنی میرے خواص، اور وہ راز کا مقام ہے۔ اور عرب دل اور سینہ کو عیبۃ سے کنایۃ استعمال کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں رازوں کی حفاظت کے مقام ہیں، جیسا کہ صندوقیں کپڑوں کی حفاظت کا مقام ہیں۔ **وقولہ: وقد قضوا.** یعنی انصار نے ادا کردیا **الذی علیھم** جو کچھ ان پر واجب تھا، یعنی اس عہد و پیمان کے پورا کرنے کو جو

یاد کئے ہمارے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو، پس ان دونوں میں سے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر چادر کا کنارہ باندھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اس دن کے بعد آپ منبر پر نہیں چڑھے، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء بیان فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم کو انصار کے لئے وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ میرے مخلص اور مشیر خاص ہیں، اور انہوں نے ان پر جو واجب تھا ادا کر دیا ہے اور جو ان کا حق ہے وہ باقی ہے، پس ان کے اچھوں سے عذر کو قبول کرو اور ان میں سے جن سے نامناسب بات سرزد ہو جائے ان سے درگزر کرو۔ (بخاری)

62/7734۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے مشیر خاص(63) جن کی جانب میں رجوع کرتا ہوں میرے اہل بیت ہیں اور میرے مخلص انصار ہیں۔ پس جن سے نامناسب کام سرزد ہو تم ان

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) عقبہ کی رات ان کے حق ثابت ہوا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس بات کی بیعت کی تھی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے اور ان کے لئے جنت ہوگی، پس انہوں نے اسے پورا کیا۔ اس کو امام عسقلانی نے بیان کیا ہے وبقی الذی لھم یعنی ان کے لئے جو اجر و ثواب ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس باقی ہے۔ فاقبلوا من محسنھم. یعنی اگر وہ عذر پیش کریں اس بارے میں جو ان سے صادر ہوا ہے تو تم قبول کرو۔ وتجاوزوا عن مسیئھم. اور ان میں سے جن سے کوئی نامناسب بات سرزد ہو جائے اور وہ عذر پیش کرنے سے عاجز ہوں تو ان سے درگزر کرو۔ (ماخوذ از مرقات)

(63) قولہ: عیبتی. یعنی میرے خواص۔ وقولہ: کرشی. یعنی میرے مخلص۔ وقولہ: فاعفوا عن مسیئھم واقبلوا عن محسنھم ضمیر اہل بیت اور انصار دونوں کی طرف راجع ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: " هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا ". (22، الحج، آیت نمبر: 19) میں ہے۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ (ضمیر) اخیر والوں کی طرف لوٹ رہی ہو۔ اور پہلے والے بطریقِ اولیٰ اس سے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ (مرقات)

سے درگزر کرو اور ان کے اچھوں سے قبول کرو۔ (یہ حدیث حسن ہے۔ترمذی)

63/7735۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اپنے اُس مرض میں جس میں آپ کا وصال ہوا یہاں تک کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پس آپ نے اللہ کی حمد اور اس کی ثناء بیان کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اما بعد؛ پس لوگ (64) بڑھتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائینگے یہاں تک کہ وہ لوگوں میں کھانے میں نمک کے مانند ہو جائینگے۔ پس تم میں سے جس کو تھوڑا سا بھی اقتدار حاصل ہو جس میں وہ ایک قوم کو نقصان اور دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان کے اچھوں سے قبول کرے اور ان میں کے جن سے نامناسب کام سرزد ہو ان سے درگزر کرے۔ (بخاری)

64/7736۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابوطلحہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہ تم اپنی قوم کو سلام کہو کیونکہ وہ لوگ جیسا میں جانتا ہوں (65) پاک باز صبر کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

---

(64) **قوله: فان الناس.** سے مراد اہل اسلام ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی اصل ہیں۔ **قوله: يكثرون ويقل الانصار.** امام تورپشتی نے بیان کیا ہے کہ انصار وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ کا انتظام کیا اور کمزوری اور تنگی کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کا زمانہ گزر چکا ہے نہ بعد میں آنے والے کی ان تک رسائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی پہلے والا ان کی رفتار کو پا سکتا ہے۔ پس جب کبھی ان میں سے کوئی انتقال کر گئے تو ان کا کوئی بدل نہ رہا۔ پس اسی وجہ سے دوسرے لوگ بڑھ رہے ہیں اور وہ کم ہو رہے ہیں۔ علامہ طیبی نے بیان کیا ہے کہ یہ معنی یعنی تقلیل ان مہاجرین کے حق میں بھی ثابت ہے جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی تھی اور حقیقت پر محمول کرنا راجح ہے کیونکہ مہاجرین اور ان کی اولاد بڑھتے گئے اور شہروں میں پھیلتے گئے اور انمیں پھیل گئے اور ان کے مالک بن گئے برخلاف انصار کے۔ اور یہ بات سادات' علوی اور عباسی حضرات اور بنوخالد اور ان جیسے خاندانوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ و **قوله: شيئا.** یعنی تھوڑا سا بھی اقتدار۔ (مرقات)

(65) **قوله: ما علمت.** میں "**ما**" موصولہ ہے۔ یعنی ان میں موجود صفات کی بنا پر جن کو میں جانتا ہوں۔ **اعفة:** "أ" کو فتح (زبر) ہے "ع" کو کسرہ (زیر) ہے "ف" کو تشدید ہے۔ **عفيف** کی جمع ہے اور یہ "ان" کی خبر ہے اور **ما علمت** جملہ معترضہ ہے۔ صبر صاد اور با دونوں کو ضمہ اور یہ صابر کی جمع ہے۔

65/7737۔حضرت سیدنا ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کا سب سے بہترین قبیلہ (66) بنونجار ہے، پھر بنو عبدالاشہل پھر بنوحارث بن خزرج پھر بنوساعدہ ہیں اور انصار کے تمام قبیلوں میں خیر ہے۔(متفق علیہ)

66/7738۔حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے عرب کے قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ انصار سے بڑھکر شہداء والا اور قیامت کے دن ان سے زیادہ عزت والا ہو۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اُحد کے دن ان میں سے ستر شہید ہوئے، اور بئر معونہ کے دن ستر اور حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یمامہ کے دن ستر۔(بخاری)

67/7739۔حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ انصار کی اور انصار کی اولاد کی (67) اور انصار کی اولاد کی اولاد کی مغفرت فرما۔(مسلم)

68/7740۔اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ انصار نے کہا اے اللہ کے نبی! ہر نبی کے متبعین ہوتے ہیں اور یقیناً ہم نے آپ کی اتباع کی ہے پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ

(66) قولہ: خیر دور الأنصار. انصار کا سب سے بہترین قبیلہ،یعنی ان کا سب سے فضیلت والا قبیلہ۔امام عسقلانی نے فرمایا ہے کہ پہلا "خیر" افضل کے معنی میں ہے اور دوسرا فضل کے معنی میں یعنی تمام انصار میں فضل موجود ہے اگر چیکہ ان کے مراتب مختلف ہیں۔امام نووی نے کہا کہ علماء کہتے ہیں کہ اُنکی فضیلت میں زیادتی ان کے اسلام میں سبقت لیجانے اور اس میں کارناموں کے بقدر ہے۔اس میں قبیلوں اور اشخاص کو افضل قرار دینے کے جواز پر دلیل ہے جبکہ محض اندازے اور خواہش نفسانی سے نہ ہو اور یہ بات غیبت نہیں ہے۔(مرقات)

(67) قولہ: ولابناء الانصار. ابناء انصار سے مراد تابعین ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرون ثلثہ والوں کیلئے دعا فرمائی ہے جو خیر القرون ہیں۔اور اس میں قیامت تک ان کی اولاد اگر چیکہ کئی واسطوں سے ہو مراد لینا بھی بعید نہیں ہے۔(مرقات)

وہ ہمارے متبعین(68) کو ہم میں سے کر دے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔ (بخاری)

69/7741۔ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو گھاٹی پر چڑھے گا(69) ''مرار گھاٹی'' پر تو اس سے اتنے گناہ معاف ہو جائینگے جتنے گناہ بنی اسرائیل کے معاف ہوتے، تو جو سب سے پہلے اس پر چڑھے وہ ہمارے گھوڑے بنی خزرج کے گھوڑے تھے پھر لوگ انکے پیچھے پے در پے چڑھتے رہے(70)۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کا ہر ایک بخش دیا گیا سوائے ''لال اونٹ والے کے'' تو ہم اس کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ آؤ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری مغفرت کروائیں، اس نے کہا کہ میری کھوئی ہوئی چیز کو پالینا مجھے تمہارے صاحب کی میرے حق میں دعاء مغفرت سے زیادہ محبوب ہے۔ (مسلم)

70/7742۔ انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا صلح حدیبیہ کے دن ہماری تعداد ایک

---

(68) **قولہ: اتباعنا منا.** یعنی ہم سے متصل اور ہمارے نقش قدم پر چلنے والے بنادے۔

(69) **قولہ: من یصعد الثنیة.** دال کو کسرہ (زیر) ہے اس کے مجزوم ہونے کی بنا پر اس کو حرکت دی گئی ہے۔ اور ایک نسخہ میں رفع سے بھی آیا ہے اس بناء پر کہ من موصولہ ہے مبتداء ہے اور معنی شرط کو متضمن ہے۔

وقولہ: ثنیة المرار. ثنیۃ منصوب ہے وہ بدل یا عطف بیان ہے۔ **والمرار** میم کے ضمہ (پیش) سے اور یہی مشہور ہے۔ جیسا کہ ''النہایۃ'' میں ہے۔ اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان حدیبیہ کے راستہ میں ایک مقام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس پر چڑھنے کی رغبت دلائی کیونکہ وہ ایک دشوار گھاٹی تھی۔ جہاں رات کے وقت پہنچے تھے، اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ حدیبیہ کے سال مکہ سے نکلے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ارشاد **فانه یحط عنه** سے رغبت دلائی جو مجہول کا صیغہ ہے یعنی اس سے گناہ معاف کر دئے جائینگے۔ ''**ما حط**'' جیس ابنی اسرائیل سے معاف کر دیئے جانے کا اعلان تھا۔ اگر وہ، وہ بات کہتے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ''. (2، البقرۃ، آیت نمبر: 58) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ہم سے ہمارے گناہ معاف کر دے۔ (مرقات)

(70) **قولہ: تتام.** میم کو تشدید ہے۔ تمام سے باب تفاعل یعنی پئے در پئے کرنا۔ **قولہ: صاحب الجمل الاحمر.** سرخ اونٹ والا آدمی'' وہ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ **وقولہ: احب الی.** اور یہ اس کا صریح کفر ہے۔ (مرقات)

ہزار چار سو تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ آج کے دن تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو(71)۔ (متفق علیہ)

71/7743۔ حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ بدر اور حدیبیہ میں شامل ہونے والا ایک بھی ان شاء اللہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا(72) ہے: ''وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا'' (19، مریم، آیت نمبر: 71) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اللہ کے اس قول کو نہیں سنا وہ فرماتا ہے: ''ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا'' پھر ہم ان لوگوں کو بچالینگے جو پرہیز گار ہیں۔

72/7744۔ اور ایک روایت میں آیا ہے: ان شاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم)۔

73/7745۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو بھیجا۔

---

(71) قولہ: خیر اھل الارض. اس قول کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا ہے جس میں امام سیوطی بھی شامل ہے کہ افضل ترین چاروں خلفاء راشدین ہیں پھر بقیہ عشرہ مبشرہ پھر اہل احد پھر اہل حدیبیہ ہیں۔ (مرقات)

(72) قولہ: الیس قد قال اللہ تعالیٰ: ''وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا''. یعنی اس سے گزرنے والا یا اس کے پاس حاضر ہونے والا اور حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا یہ سمجھیں کہ لفظ " وَارِدُهَا " کے معنی ''داخلها'' اس میں داخل ہونے والا کے ہیں۔ وقولہ: فلم تسمعیہ یقول: '' ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا'' پھر ہم ان لوگوں کو بچالینگے جو پرہیز گار ہیں یعنی داخل ہونے سے علامہ طیبی کا یہ قول اس سے موافقت رکھتا ہے۔ یعنی میں اپنے قول کہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا سے میری مراد یہ ہے کہ اس میں ان کو عذاب دیا جائے اور اس سے ان کو کوئی نجات نہیں ہوگی انتہی۔ اور اس کی تائید شرح مسلم میں امام نووی کے اس قول سے ہوتی ہے صحیح بات یہ ہے کہ ورود سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے اور وہ ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر نصب ہے پس دوزخ والے اس میں گر جائینگے اور دوسرے حضرات نجات پالیں گے۔ (مرقات)

74/7746۔ایک اور روایت میں مقداد کی جگہ ابومرثد ہے۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ یہاں تک کہ تم سب روضۂ خاخ کو پہنچ جاؤ تو وہاں ایک عورت(73) ہوگی جس

(73) قولہ: ظعینۃ. یعنی ایک عورت اس کا نام سارۃ تھا۔اور ایک قول کے مطابق ام سارہ تھا۔قریش کی آزاد کردہ باندی تھی۔وقولہ: تتعادی. یعنی ایک دوسرے سے آگے دوڑ رہے تھے۔ وقولہ: الی ناس من المشرکین. امام طیبی نے فرمایا یہ الفاظ خط کی حکایت نہیں ہے بلکہ راوی کا کلام ہے انہوں نے ان کے قول ”فلان وفلان وفلان“ کے بجائے رکھ دیا ہے۔وقولہ: ببعض امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاملات اور حالات کے بارے میں خبر دی۔اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا ارادہ کیا ہے پس تم لوگ چوکنے ہوجاؤ۔تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی۔ وقولہ: ملصقا. صیغہ مجہول(اسم مفعول) ہے۔یعنی حلیفا جس معاہدہ ہوا ہے۔ قولہ: اذا فاتنی ذلک. علامہ طیبی نے بیان کیا ہے کہ اذا فاتنی. تعلیل ہے جو فعل اور اس کے مفعول کے درمیان واقع ہے اور وہ مفعول ان اتخذ فیھم یدا ہے یعنی احسان کرو۔وقولہ: یحمون. یعنی حفاظت اور نگہبانی کریں گے۔وقولہ: یحمون. یعنی قریش اس کے ذریعہ یعنی اس احسان کے ذریعہ میرے رشتہ داروں کی جو مکہ میں رہتے ہیں حفاظت کریں گے۔امام علامہ طیبی فرماتے ہیں ان کا قول ”یحمون“ یہ لفظ ”یدا“ کی صفت ہے۔

وقولہ: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔(لفظ صدق) میں دال کو تخفیف سے پڑھینگے یعنی انہوں نے سچ کہا۔وقولہ: اطلع. لفظ اطلع طا کو تشدید سے پڑھینگے یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف توجہ فرمائی اور ان پر اپنی رحمت اور مغفرت کی نظر ڈالی ”فقال اعملوا ما شئتم“ اور فرمایا کہ تم جو چاہو کرو یعنی اعمال صالحہ اور نفل اعمال میں سے چاہے وہ(اعمال) کم ہوں یا زیادہ۔اور لفظ ”لعل“ کا ذکر اس لئے ہے تاکہ بدر میں شریک ہونے والا کوئی بھی شخص اس پر بھروسہ نہ کر بیٹھے اور آپ کے ارشاد ”اعملوا ما شئتم“ کی بناء پر عمل ترک نہ کردے کیونکہ اس سے مراد اظہار عنایت وکرم ہے ہر کام میں ان کے لئے چھوٹ مراد نہیں ہے۔

وقولہ: فقد غفرت لکم. امام نووی نے بیان کیا کہ اس سے مراد آخرت میں مغفرت ہے۔اب رہا دنیوی معاملہ پس اگر ان میں سے کسی پر حد یا اس کے علاوہ کوئی چیز لازم آتی ہے تو ان پر وہ جاری کی جائیگی۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسطح پر تہمت کی حد جاری فرمائی تھی حالانکہ وہ بدری تھے۔اور اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واضح معجزہ ہے۔(ماخوذ از زرقات)

کے پاس ایک خط ہے تم وہ اس سے لے لینا تو ہم چلے کہ ہمارے گھوڑے ہم کولیکر دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ ہم باغ میں پہنچ گئے پس کیا دیکھتے ہیں کہ ہم اس عورت کے پاس ہیں، تو ہم نے کہا کہ خط نکالو، اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، تو ہم نے کہا کہ خط نکال یا کپڑوں کو ڈال دے، تو اس نے اسے اپنی چوٹی سے نکالا، پس ہم اس کولیکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اسمیں ''حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کی جانب'' تھا، وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کاموں کی خبر دے رہے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اے حاطب! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں، میں ایسا آدمی ہوں جو قریش کا حلیف تھا اور ان میں سے نہیں تھا اور مہاجرین جو آپ کے ساتھ ہیں ان کی (قریش) سے قرابت داری ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ مکہ میں ان کے مال اور اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں، پس میں نے چاہا کہ جب میرا کوئی ان سے نسبی رشتہ نہیں ہے تو میں ان کی کچھ مدد کردوں جس سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام نہ کفر کی وجہ سے کیا اور نہ ہی اپنے دین سے پھرتے ہوئے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے تم سے سچ کہا ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً یہ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی حالات پر مطلع ہے اور فرمایا ہے کہ تم جو چاہے کرو تم پر جنت واجب ہوگئی ہے۔

75/7747۔ایک اور روایت میں ہے کہ میں تم سب کو بخش چکا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ'' (60،الممتحنۃ، آیت نمبر:1) اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ (متفق علیہ)

76/7748۔ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاطب کی شکایت کرر ہا تھا پس اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حاطب بالضرور جہنم میں جائینگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے جھوٹ کہا ہے وہ اس میں نہیں جائینگے کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔ (مسلم)

77/7749۔ حضرت سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بدر والوں کا وظیفہ (74) پانچ پانچ ہزار تھا اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ان کو ان کے بعد والوں پر ضرور فضیلت دونگا۔ (بخاری)

78/7750۔ حضرت سیدنا رفاعہ بن رافع سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت جبرئیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اہل بدر کو اپنے میں کیا سمجھتے ہیں (75)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں میں سب سے افضل، یا اس جیسا کوئی کلمہ ارشاد فرمایا، انہوں نے عرض کیا: وہ فرشتے جو بدر میں شریک ہوئے اسی طرح ہیں۔ (بخاری)

الحمدللہ مناقب کی متفرق احادیث کا بیان ختم ہوا۔

---

(74) قوله: كان. یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں۔ وقوله: وقال عمر لأفضلنهم على من بعدهم. یعنی ان پر جو مرتبہ میں ان سے کم ہیں۔ یعنی ان (بدری صحابہ) کے وظیفے مکمل تھے برخلاف ان کے علاوہ کے اور میں بھی ان کے علاوہ پر ان کو فضیلت دونگا اگر چہ کہ میں اس مقدار میں زیادتی کروں۔ (مرقات)

(75) قوله: ماتعدون اهل بدر منكم. اس جملہ میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور جمع کا صیغہ تعظیم کیلئے ہے، یا یہ خطاب آپ سے اور آپ کے ساتھ والے صحابہ سے ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اہل بدر کو آپ فضیلت کے مراتب میں سے کونسے رتبے پر سمجھتے ہیں۔ (مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

تَسْمِيَةُ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ لِلْبُخَارِيِّ

– رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ –

اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی (1)

جو بخاری شریف میں ذکر کئے گئے ہیں

(1) حضرت نبی اکرم سیدنا محمد (2) بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

(1) قولہ: تَسْمِيَةُ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ الخ. یعنی ان اہلِ بدر کے ذکر میں ہے جن کا ذکر اُن کے ناموں کے ساتھ بخاری شریف میں آیا ہے حقیقتاً ہو یا حکماً تا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں داخل ہوجائیں البتہ ان حضرات کا ذکر نہیں ہے جن کے نام کا اس میں بالکل ذکر ہی نہیں۔ علامہ میرک نے فرمایا ہے کہ لفظ من سمی سے مراد وہ بدری صحابہ ہیں جن کا ذکر اس میں ان کی روایت سے ہے یا ان کے غیر کی روایت سے اس صراحت کے ساتھ آیا ہو کہ وہ بدر میں شریک تھے، اب رہے وہ بدری صحابہ جن کا صرف ذکر آیا ہے مگر اس میں بدر میں شریک ہونے کی صراحت نہیں ہے ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ بعض وہ صحابہ جو جنگ بدر میں شریک تھے اور بخاری شریف میں ان کا ذکر موجود ہے مگر یہاں ان کا ذکر نہیں کیا گیا، مثال کے طور پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح ہیں تمام محدثین اور اصحاب سیر کے پاس بالاتفاق وہ بدر میں شریک تھے اور ان کا ذکر امام بخاری نے خود مختلف مقامات پر کیا ہے لیکن ان کے متعلق اس بارے میں کوئی صراحت نہیں آئی کہ وہ اس میں شریک ہوئے۔ امام ابوداؤد کی روایت میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بدر کے دن تین سو پندرہ (۳۱۵) صحابہ کے ہمراہ نکلے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی اور صحابہ تین سو سترہ تھے۔ (مرقات)

(2) قولہ: النبی. الخ. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے ابتدا کی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر اور آپ کے اسم مبارک سے برکت حاصل ہوجائے۔ علامہ میرک نے اسی طرح بیان کیا یا آپ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اس سے یہ وہم دور ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان (اصحاب بدر) کے ساتھ موجود نہیں تھے۔

(2) حضرت سیدنا عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق قرشی

(3) حضرت سیدنا عمر بن الخطاب العدوی

(4) حضرت سیدنا عثمان بن عفان قرشی ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی (3) حضرت سیدتنا رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے پیچھے چھوڑا اور ان کے لئے ان کا حصہ مقرر فرمایا

(5) حضرت سیدنا علی (4) بن ابی طالب ہاشمی

(6) حضرت سیدنا ایاس بن بکیر

(7) حضرت سیدنا بلال بن رباح (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام)

(8) حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی

(9) قریش کے حلیف حضرت سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ

(10) حضرت سیدنا ابوحذیفہ بن عقبہ بن ربیعہ قرشی

(11) حضرت سیدنا حارثہ بن رُبیع انصاری جو بدر کے دن شہید ہوئے اور یہ حارثہ بن سراقہ ہیں جو نگرانی (5) پر مقرر تھے

---

(3) قولہ: علی ابنتہ رقیۃ. یعنی اپنی صاحبزادی کی نگہبانی کیلئے اور مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت کا خیال رکھنے کیلئے کیونکہ وہ اس وقت بیمار تھیں۔ وقولہ: وضرب لہ بسھمہ. یعنی مال غنیمت میں سے ان کا حصہ مقرر کیا۔ (مرقات)

(4) قولہ: علی بن ابی طالب الھاشمی. حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو تھامے ہوئے تھے امام حاکم نے فرمایا جنگ بدر اور دیگر مواقع پر۔ اس حدیث کو امام احمد نے مناقب کے باب میں ذکر کیا ہے۔ پھر اس بات کو جانو کہ صاحب تالیف نے یہاں تک کی ترتیب مراتب کے اعتبار سے فرمائی پھر حروف ہجائی کی ترتیب پر ذکر کیا۔ (مرقات)

(5) قولہ: کان فی النظارۃ. نون کو فتح (زبر) اور ظاء کو تشدید ہے یعنی وہ ان لوگوں میں تھے جو اونچا مقام تلاش کرتے اور دشمن پر نظر رکھتے اور ان کے احوال کی خبر دیتے۔ میں کہتا ہوں کہ شاید ان کو کوئی عذر تھا جو ان کو جنگ میں

(12) حضرت سیدنا خبیب بن عدی انصاری

(13) حضرت سیدنا خنیس بن حذافہ سہمی

(14) حضرت سیدنا رفاعہ بن رافع انصاری

(15) حضرت سیدنا رفاعہ بن عبدالمنذ ر ابولبابہ انصاری

(16) حضرت سیدنا زبیر بن العوام قرشی

(17) حضرت سیدنا زید بن سہل ابوطلحہ انصاری

(18) حضرت سیدنا ابوزید انصاری

(19) حضرت سیدنا سعد(6) بن مالک زہری

(20) حضرت سیدنا سعد بن خولہ قرشی

(21) حضرت سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی

(22) حضرت سیدنا سہل بن حنیف انصاری

(23) حضرت سیدنا ظہیر بن رافع انصاری

(24) اوران کے بھائی(7) سیدنا مظہر

(25) حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود ہذلی

(26) حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف زہری

(27) حضرت سیدنا عبیدہ بن حارث قرشی

(28) حضرت سیدنا عبادہ بن صامت انصاری

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) شریک ہونے سے روک رہا تھا پس اسی وجہ سے ان کو مسلمانوں کا جاسوس معین کیا گیا۔ (مرقات)

(6) قوله: سعد بن مالک الزهری. وہ سعد بن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ (مرقات)

(7) قوله: واخوه. یعنی ظہیر کے بھائی اوران کا نام مظہر میم کو ضمہ (پیش) اور ظاء کو فتح (زبر) اور ہاء کو کسرہ (زیر) اور تشدید ہے۔ (مرقات)

(29) بنی عامر بن لوی کے حلیف حضرت سیدنا عمرو بن عوف

(30) حضرت سیدنا عقبہ (8) بن عمرو انصاری

(31) حضرت سیدنا عامر بن ربیعہ عنزی

(32) حضرت سیدنا عاصم بن ثابت انصاری

(33) حضرت سیدنا عویم بن ساعدہ انصاری

(34) حضرت سیدنا عتبان بن مالک انصاری

(35) حضرت سیدنا قدامہ بن مظعون

(36) حضرت سیدنا قتادہ بن نعمان انصاری

(37) حضرت سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح

(38) حضرت سیدنا معوذ بن عفراء

(39) اوران کے بھائی سیدنا معاذ

(40) حضرت سیدنا مالک بن ربیعہ ابو اسید انصاری

(41) حضرت سیدنا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف

(42) حضرت سیدنا مرارہ ابن ربیع انصاری

(43) حضرت سیدنا معن بن عدی انصاری

(44) بنی زہرہ کے حلیف حضرت سیدنا مقداد بن عمرو کندی

(45) حضرت سیدنا ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

(8) قولہ: عقبة بن عمرو الانصاری. صاحب مشکوۃ نے بیان کیا ہے کہ ان کی کنیت ابو مسعود بدری ہے۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ جمہور اصحاب سیر کے نزدیک یہ بدر میں شریک نہیں تھے اور ایک قول میں کہا گیا ہے کہ یہ اس میں شریک ہوئے ہیں اور پہلی بات راجح ہے۔ ان کی نسبت بدر کی جانب جو کی جاتی ہے کیونکہ وہ وہاں رہتے تھے پس اس لئے ان کو اس سے منسوب کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے امام بخاری نے ان کا شمار اصحاب بدر میں کر کے غلطی کی ہے۔ (مرقات)

حضرت علامہ مولانا محمد کرامت علی محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''السیرۃ المحمدیہ'' میں بیان کیا ہے کہ امام رویانی جو علماء شافعی میں سے ہیں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ اصحاب بدر کے ذکر کے وقت کی دعا قبول کی جائیگی اور اس کو آزمایا گیا ہے اور اسی طرح مقدمہ فتح الباری میں ہے اور یہ بات ہم نے اپنے شیوخ سے بھی روایت کی ہے۔

''سیرت شامیہ'' کے مصنف نے بیان کیا کہ جملہ (360) تین سو ساٹھ (9) کا ذکر آیا ہے اور یہ عدد اہل بدر کی تعداد سے زیادہ ہے، اور یہ اس کے بعض بیان کرنے والوں کے درمیان اختلاف کی بناء پر ہے۔

الحمدللہ اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی
جو بخاری شریف میں ذکر کئے گئے ہیں کا بیان ختم ہوا۔

---

(9) **قولہ: ثلثمائۃ وستون.** حضرت مولانا محمد کرامت علی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السیرۃ المحمدیہ میں ما باقی اہل بدر کے نام ان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جن کا تذکرہ اصل کتاب میں گزرا ہے۔ آپ نے ان کے اسماء گرامی کو لغت کے حروف کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ کیونکہ اس ترتیب پر ان کو تلاش کرنا بہت آسان ہے۔ اور اگر آپ اس کو زیادہ جاننا چاہتے ہوں تو چاہئے کہ اس کی جانب رجوع کیا جائے کیونکہ وہ (کتاب) اس باب میں نفیس کتاب ہے۔ (سیرت محمدیہ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(38/271)بَابُ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ وَذِكْرِ اُوَيْسِ الْقَرَنِى -رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ-

یمن اور شام کا ذکر اور تذکرہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان

1/7751۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس یمن سے ایک صاحب آئینگے جن کو اویس کہا جاتا ہے اور وہ صرف اپنی ماں کی خاطر یمن نہیں چھوڑتے ہیں(1) ان کو برص کی سفیدی تھی اور انہوں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کو دور کر دیا سوائے ایک درہم یا دینار کی جگہ، تم میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے تو عرض کرے کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کریں۔

2/7752۔اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تابعین میں بہترین شخص وہ ہیں جن کو اویس کہا جاتا ہے اور ان کی والدہ ہے اور ان کو برص کا ایک سفید دھبہ ہے سو تم ان سے خواہش کرو کہ وہ

---

(1) قولہ: لایدع بالیمن غیر ام لہ. مطلب یہ ہے کہ ان کے سوا ان کے لئے یمن میں کوئی اور اہل وعیال نہیں ہے اور ان کی خدمت ہی نے انہیں ہمارے پاس حاضر ہونے سے روکے رکھا۔

وقولہ: بیاض. یعنی برص۔وقولہ: موضع الدینار او الدرھم. راوی کی طرف سے شک ہے اور یہ ہوسکتا کہ علامت کو باقی رکھنے کے لئے اس کے کچھ حصہ کو چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ ان کی دوری کا سبب رہے، اسی لئے وہ تنہائی اور گمنامی کو پسند کرتے اور شہرت اور میل جول کو ناپسند کرتے تھے۔وقولہ: خیر التابعین رجل یقال لہ اویس. امام نووی فرماتے ہیں کہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ تابعین میں سب سے بہتر ہیں۔وقولہ: کان بہ بیاض. یعنی ان کو برص کی سفیدی تھی اللہ نے اس کو دور کر دیا سوائے تھوڑی مقدار کے اس حدیث میں کھلا معجزہ ہے۔ وقولہ: فمروہ. یعنی تم ان سے خواہش کرو۔(مرقات)

تمہارے لئے استغفار کریں(2)۔(مسلم)

3/7753۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب نظر فرمایا اور فرمایا: اے(3) اللہ! ان کے قلوب کو ہماری طرف پھیر دے اور ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔(ترمذی)

4/7754۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں وہ بہت رقیق طبیعت اور نرم(4) دل کے ہیں ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے اور فخر اور تکبر اونٹ والوں میں

---

(2) **قولہ: فلیستغفر لکم.** علامہ ابن ملک کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حضرت اویس سے مغفرت کی دعا کروانے کے لئے حکم فرمایا جبکہ صحابہ تابعین سے افضل ہیں اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ فاضل کا مفضول سے دعا کی خواہش کرنا بھی مستحب ہے۔ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلب کی تسکین کے لئے ان کو دعاء مغفرت کرنے کا حکم فرمایا ہو کیونکہ ان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن تھا لیکن ان کی والدہ کے ساتھ حسن خدمت نے ان کو روکے رکھا تھا تا کہ اس کے ذریعہ یہ خیال دور ہو جائے کہ انہوں نے حاضر نہ ہو کر کوئی خلاف ادب کام کیا۔اور یہ اس بات کے خلاف نہیں ہے جو منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ ملاقات کئے، کیونکہ ان کا آنے سے رکے رہنا اس عذر کی وجہ سے تھا کہ کوئی ان کی والدہ کی خدمت کیلئے نہیں تھا اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا بھی نہیں تھا۔پس جب ان کو اس کا موقع ملا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس چلے آئے یا جب ان پر حج فرض ہو گیا تو ان کی آمد متعین ہو گئی یا ان کو ان کی والدہ نے اللہ کے راستہ میں سفر کی اجازت دیدی۔

(3) **قولہ: اللھم اقبل.** یہ امر ہے اقبال سے اور بقلوبھم میں باء تعدیہ کی ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ہماری طرف متوجہ کر دے، اور یہ دعا اس لئے فرمائی کہ اہل مدینہ کے پاس ان کا غلہ یمن سے آتا تھا اور اسی لئے اس کے بعد اس غلہ کے صاع اور مد میں جو ان کے لئے یمن سے لایا جاتا تھا برکت کی دعاء فرمائی، فرمایا: وبارک لنا فی صاعنا ومدنا. (مرقات)

(4) **قولہ: ارق افئدۃ والین قلوبا.** علامہ قاضی عیاض نے فرمایا "رقۃ" "غلظۃ" کی ضد ہے اور لین، قساوۃ کے مقابل ہے، رقت اور لین کو احوال قلب میں بطور استعارہ تعبیر کیا گیا ہے۔پس جب دل حق سے بیزار ہو جائے

ہےاور سکینت و وقار بکریوں والوں میں ہے(5)۔(متفق علیہ)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اوراس کو قبول کرنے سے اعراض کرے اور آیات اور تنبیہات سے متاثر نہ ہوتو اس کو غلظۃ (یعنی سختی) سے متصف کیا جاتا ہے کیونکہ حق اس میں نہیں اترتا اور جب قلب سخت ہوجاتا ہے وعظ اس میں اثر انداز نہیں ہوتا، اور جب اس کے برعکس ہوتو اس کو ملائمت اور نرمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس دل کا پردہ پتلا ہوجاتا ہے تو وہ حق کے نفوذ سے انکار نہیں کرتا اوراس کا جوہر نرم ہوجاتا ہے جونصیحت سے متاثر ہوتا ہے پھر جب آپ نے ان کے اس وصف کو بیان فرمایا تو فوراًاس کے بعد ہی آپ نے اس چیز کا ذکر فرمایا جواس کا نتیجہ اوراس کی غایت ہے اپنے قول "**الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ**" کے ذریعہ کیونکہ قلب کی صفائی اوراس کی نرمی اوراس کے جوہر کی ملائمت اس کو حق کی معرفت اوراس کی تصدیق تک پہنچاتی ہے اور یہی ایمان ہے اوراسی طرح ایمان جس کو واجب کرتا اور جس کا تقاضہ کرتا ہے اس پر عمل کرنا اور بیداری اوراوامر ونواہی میں پرہیز گاری ہی حکمت ہے۔

پس ان کے دل ایمان کی کانیں اور حکمت کے سرچشمے ہوجاتے ہیں اور یہ وہ قلوب ہیں جن کی نشونما یمن میں ہوتی ہے، ایمان اور حکمت یمن میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کی نسبت یمن کی طرف ایک ساتھ کی گئی ہے ان دونوں کے ذکر کو بلند کرنے کیلئے اوران کی عظمت شان کیلئے، پس اہل یمن کو اہل مشرق میں سے دوسروں پر فضیلت دینا مقصود ہے اور آپ کا یہ ارشاد **اتاکم اھل الیمن** اس کی تائید کرتا ہے۔

پھر آپ کا قول **الایمان یمان** ایمان کے حجازی ہونے کے منافی نہیں ہے اور یہ ارشاد اہل یمن کے ایمان کو قبول کرنے کی صلاحیت اور ایمان کے ان میں پھیلنے اوراس پر ان کے معاملہ کے استحکام کو بتاتا ہے، پس بے شک یہ وہی لوگ ہیں جن کی فوجی مدد کے ذریعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ملک شام اور عراق فتح ہوا۔

ثم قولہ: الحکمۃ یمانیۃ. یاء بغیر تشدید کے ہے اور ایک نسخہ میں تشدید کے ساتھ ہے۔ کہا گیا کہ اس سے دین کی سمجھ مراد ہے، اور کہا گیا کہ ہر وہ کلمہ جو اپنے صاحب کو ہلاک ہونے سے بچائے وہ حکمت ہے، اور جب ان کے دل ایمان کی کانیں اور حکمت کے سرچشمے ہیں اور یہ دو خصلتیں ان کے ارادوں کی انتہاء ہیں تو ایمان اور حکمت کو ان کی قیام گاہوں اوران کی جائے پیدائش کی طرف منسوب کیا گیا یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی چیز کو اس کے ٹھکانے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

(5) **قولہ: والفخر والخیلاء فی اصحاب الإبل الخ.** علامہ قاضی نے فرمایا کہ خیلاء (فخر) کو اونٹ والوں سے اور وقار کو بکریوں والوں سے خاص کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے ساتھ میل جول انسانی نفس میں اثر انداز ہوتا ہے اور نفس میں ایسے عادات واطوار کا سبب بنتا ہے جو جانوروں کی طبیعتوں کے مناسب اوران کے احوال کے موافق ہوتے ہیں۔

5/7755۔اور ان ہی سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کفر کے ظاہر ہونے کی جگہ مشرق کی سمت ہے(6) اور فخر (7) وتکبر گھوڑے اور اونٹ والوں میں اور خیموں میں رہنے والے کاشتکاروں(8) میں ہے اور سکون بکری والوں میں ہے۔(متفق علیہ)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) میں کہتا ہوں: اس لئے کہا گیا ہے صحبت، نفس انسانی میں اثر انداز ہوتی ہے اور وقار کو بکری والوں کے ساتھ خاص کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہر پیغمبر نے بکریوں کی نگہبانی کی۔اور خلاصۂ کلام اور حدیث کے مختلف پہلوؤں کے درمیان ربط یہ ہے کہ اہل یمن پر اسی طرح ایمان وحکمت غالب ہے جیسے اہل ابل (اونٹ والوں) پر فخر اور اہل غنم (بکریوں والوں) پر سکینت غالب ہے پس جو کوئی اہل ایمان اور اہل عرفان کی صحبت چاہتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اہل یمن جیسے ایمان والوں کی ہمنشینی اختیار کرے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔اور اس میں معجزہ کے اظہار کا اشارہ ہے وہ یہ کہ باشندگان یمن کی قلت کے باوجود ان میں اولیاء کی کثرت ہوگی برخلاف دیگر ممالک کے، کیونکہ اگر چہ ان میں صالحین ظاہر ہونگے لیکن وہ ان کی کثرت تعداد کی نسبت کم ہونگے۔(مرقات)

(6) **قوله: رأس الكفر.** یعنی اس کا بڑا حصہ، اور امام سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ راجح معنی یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس کے نشونما کی جگہ مشرق ہے۔ **وقوله: نحو المشرق.** کو نصب ہے یعنی کفر کا ظہور مشرق کی جانب سے ہوگا، علامہ ابن الملک نے فرمایا کہ اسی جانب سے کفر اور فتن ظاہر ہونگے جیسے کہ دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ اور امام نووی نے بیان کیا کہ مشرق کو اس سے خاص کرنے سے مراد اہل مشرق پر شیطان کے تسلط کی زیادتی ہے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور مشرق کی جانب سے دجال کے نکلنے کے وقت ہوگا کیونکہ وہ بڑے فتنوں کے نشونما پانے کی اور کفر کے پھیلنے کی جگہ ہے امام سیوطی نے علامہ باجی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے فارس مراد ہو یا نجد مراد ہو۔

(7) **قوله: والفخر والخيلاء فى اهل الخيل.** امام راغب نے فرمایا: خیلاء سے مراد تکبر ہے جو تخیل سے ہے اور وہ اس فضیلت کے خیال سے ہے جو انسان کو اپنے نفس میں دکھائی دیتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ کوئی (انسان) گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا، مگر وہ اپنے نفس میں تکبر کو پاتا ہے۔

(8) **قوله: والفدادين.** دال کو تشدید ہے اور تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔یعنی کاشتکاروں میں۔**اهل الخيل** پر عطف ہے۔ **وقوله: اهل الوبر.** ''واؤ'' اور ''باء'' کو فتحہ ہے یعنی **شعر الابل.** (اونٹ کے بال) اور وہ مجرور ہے بدل یا بیان ہونے کی وجہ سے۔اور ان سے مراد جنگل وبیابان میں بسنے والے لوگ ہیں کیونکہ اکثر ان

6/7756۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہاں سے فتنے اٹھیں گے (9) ظلم اور سخت دلی ان خیمے والے کسانوں میں ہے جو اونٹوں اور گائیوں کی دموں کے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) کے گھر بالوں سے بنے ہوئے خیمے ہوتے ہیں۔اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہل اور کھیتی کے کچھ آلات دیکھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوگا مگر ان پر ذلت داخل کردے گا۔پس ذلت کے مقام میں فخر وتکبر کہاں سے ہوسکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کے بارے میں خبر دی جو آخری زمانہ میں واقع ہونگی کہ جب کثرت زراعت فخر وتکبر کا سبب بن جائیگی جیسا کہ عجم میں بکثرت کھیتوں والے دنیا داروں میں دیکھے جاتے ہیں۔اس حیثیت سے کہ وہ لوگ محافل میں اونٹ اور گھوڑے والوں سے بھی آگے رہتے ہیں بلکہ بادشاہوں کے پاس ان کا بڑا اعتبار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے اکثر لوگ ان (بادشاہوں) کے وزراء بن جاتے ہیں اور ان کی تمام رعایا کے نزدیک بہت بڑے لوگ سمجھے جاتے ہیں۔(مرقات) میں کہتا ہوں کہ شاید اسی وجہ سے ان لوگوں کو ہمارے محاورہ میں جاگیر دار کہا جاتا ہے۔

(9) **قولہ: نحو المشرق.** یہ جملہ حال ہے جو ایک محذوف سے متعلق ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرف سے فتنے اٹھیں گے اس حال میں کہ آپ مشرق کی سمت اشارہ فرمارہے تھے اسی طرح علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے۔اور یہ بات بھی بعید نہیں کہ راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **ھھنا** کی تفسیر کی غرض سے یہ لفظ شامل کیا ہو۔ **قولہ: والجفاء.** راجح یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد زبانوں کی سختی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **"غلظ القلوب فی الفدادین"** کے قرینہ سے۔**اھل الوبر.** یہ فدادین کا بیان ہے۔اور اہل الوبر سے مراد اعرابی (بدوی) یا صحراء میں بسنے والے ہیں۔اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مذمت ان کے شہروں اور بستیوں سے دور رہنے کی وجہ سے بیان فرمائی جو علم اُس کی کمی کا سبب بنتا ہے جس علم سے اچھے اخلاق اور تمام علوم شرعیہ حاصل ہوتے ہیں۔ **قولہ: عند اصول اذناب الابل والبقر.** علامہ طیبی نے فرمایا کہ آپ کا قول عند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **فدادین** کے لئے ظرف ہے۔اس تاویل کی بناء پر کہ وہ لوگ جانوروں کو ہانکتے وقت شور وغل کرتے ہیں کیونکہ چوپائے کو ہانکنے والا ان کے پیچھے اپنی آواز بلند کرتا ہے،اسی سے کہا جاتا ہے **فد الرجل یفد فدیدا.** جب کوئی شخص اپنی آواز بلند کرے۔

قولہ: فی ربیعة ومضر. یا تو یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے یعنی **ھذہ الطائفة فیھم** یہ گروہ ان میں سے ہے۔

پاس شور مچاتے ہیں قبیلۂ ربیعہ اور مضر میں۔ (متفق علیہ)

7/7757۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے(10) اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطاء فرما، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطاء فرما صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطاء فرما، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطاء فرما صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ (راوی فرماتے ہیں) میں خیال کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہونگے اور وہاں شیطان کی جماعت نکلے گی۔ (متفق علیہ)

8/7758۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول الجفاء کی خبر کے بعد خبر ہے۔ اور علامہ طیبی نے فرمایا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فدادین سے بدل ہے، عامل کے اعادہ کے ساتھ۔ (مرقات)

(10) قولہ: اللھم بارک لنا فی شامنا. یمن پر شام کو مقدم کرنا شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شام اپنی اصل میں ہی مبارک ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے: ''اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ''. (17، الاسراء، آیت نمبر: 1) اور شام میں بہت سے انبیاء کی موجودگی کے سبب سے ہو، پس اس (برکت) سے مراد زیادہ برکت ہے یا خصوصا اہل مدینہ اور تمام مومنین کو حاصل ہونے والی برکت ہے۔

وقولہ: اللھم بارک لنا فی یمننا. اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطاء فرما، یعنی ظاہری اور معنوی برکت، اور اسی لئے اہل یمن میں اولیاء کی کثیر تعداد ہے اور ان دو مقامات کو برکت کیلئے مخصوص کرنے میں یہ بات واضح ہے کہ اہل مدینہ کے لئے ان دو مقامات سے ہی غلّہ لایا جاتا ہے۔ وقولہ: ھناک. یعنی نجد کے علاقہ میں اور آپ کے قول (نحو المشرق) سے یہی معنی مراد ہیں۔ الزلازل. یعنی محسوس کئے جانے والے یا معنوی. اور اس (معنوی) سے دلوں کا متزلزل ہونا اور اہل نجد کی بے چینی مراد ہے۔ الفتن. یعنی مصیبتیں اور آفتیں جو ضعف دین اور قلت دیانتداری کا موجب ہیں پس اس کے لئے برکت کی دعا کرنا مناسب نہیں ہے۔ وقولہ: یطلع. یعنی ظاہر ہوگا۔ قرن الشیطان. یعنی شیطان کا گروہ اور اس وقت اور اس زمانے کے لوگ اور اس کے معاونین ہیں۔ امام سیوطی نے اس کو ذکر کیا ہے (ماخوذ از مرقات)

اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: سخت دلی اور ظلم مشرق میں ہے، اور ایمان اہلِ حجاز میں ہے۔(مسلم)

9/7759۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: شام کیلئے خوشخبری ہے، ہم نے عرض کیا وہ کس وجہ سے ہے(11) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کیونکہ (12) رحمٰن کے فرشتے اس پراپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔(احمد، ترمذی)

10/7760۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا عنقریب حضرموت کی جانب سے یا حضرت موت سے ایک آگ (13) نکلے گی جولوگوں کوجمع کریگی۔ہم عرض کئے یارسول اللہ! آپ ہمیں کیاحکم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم شام کولازم کرلو۔(ترمذی)

---

(11) قوله: لای ذلک. لای میں تنوین عوضی ہے یعنی لای شیٔ (کس وجہ سے۔)اسی طرح مصابیح کے بعض نسخوں میں لای شیٔ ہے۔

(12) قوله: لان ملائكة الرحمن. (کیونکہ رحمٰن کے فرشتے)اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان (ملائكة الرحمن) سے مرادرحمت کے فرشتے ہیں۔باسطة اجنحتها عليها. یعنی سرزمین شام پراوراس کے باشندوں پرکفر سے حفاظت کے لئے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اس طرح صاحب مرقات نے فرمایا۔

اورصاحب لمعات فرماتے ہیں قوله: باسطة اجنحتها عليها. ۔یقیناً قرآن وحدیث میں فرشتوں کے لئے پروں کا ہونا ثابت ہے علماء فرماتے ہیں: پرندوں کے پروں کا جیسا تصورکیا جاتا ہے یہ اس طرح نہیں بلکہ ان سے مرادفرشتوں کی صفات اوران کی قوتیں ہیں۔

اوراس کی معرفت غوروفکر سے ہی ہوتی ہے، مثال کے طور پرایک پرندہ بھی ایسانہیں ہے جس کے تین یاچار پر ہوں توچھ سو(600) پرکہاں۔الحاصل فرشتوں کے پروں کے اثبات واقرار کے سواکوئی چارہ نہیں البتہ ان کی کیفیت کے بارے میں سکوت اختیارکرنا ہے۔

(13) قوله: نار من حضرموت. علامہ تورپشتی نے فرمایا: احتمال ہے کہ وہ عین آگ ہی ہواوریہی اصل ہے اوریہ بھی احتمال ہے کہ وہ فتنے ہوں اس کوآگ سے تعبیرکیا گیا ہو۔اوردونوں احتمالات میں یہ صورت نکلتی ہے کہ یہ قیامت

11/7761۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (14) عنقریب ہجرت کے بعد

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) قائم ہونے سے پہلے والا ہے کیونکہ صحابہ نے عرض کیا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں یعنی اس آگ سے بچنے کے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم شام کو لازم کرلو۔

وقوله: تحشر الناس. یعنی وہ آگ لوگوں کو جمع کریگی اوران کو ہانکے گی جیسا کہ نہایہ میں ہے۔(مرقات)

(14) **قوله: انها.** اس میں ضمیر قصہ ہے۔یعنی قصہ یہ ہے کہ۔**وقوله: ستكون هجرة بعد هجرة.** اس سے مراد یہ ہے کہ عنقریب شام کی طرف ہجرت ہوگی اس ہجرت کے بعد جو مدینہ منورہ کی جانب ہوئی تھی، علامہ تورپشتی نے فرمایا: اور یہ اس وقت ہوگا جب ملکوں میں فتنے بڑھ جائینگے اوراللہ کے حکم کو بجالانے والے کم ہوجائینگے اوراسلامی ملکوں پر کفار قابض ہونگے، جبکہ ملک شام باقی رہ جائیگا اوراسلامی لشکر حق پر قائم رہتے ہوئے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی حفاظت کرتے ہوئے اس کو لازم کرلینگے یہاں تک کہ وہ دجال سے جنگ کرینگے، پس اس وقت شام کی طرف ہجرت کرنے والا اوراپنی آخرت کی اصلاح کی خاطر اس میں پناہ لینے والا اپنے دین میں کامیاب ہوگا۔اوراللہ کے حکم کو بجالانے والے نیک بندوں کی جماعت میں اضافہ ہوگا اورایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہمارے اسی زمانے کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

وقوله: فخيار الناس. یہ مجمل کی تفصیل ہے گویا کہ کہا گیا عنقریب لوگوں کیلئے وطنوں سے جدائی پیش آئیگی اور ہر ایک شخص اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے مقام کو چلا جائیگا اوراس کو بھی ہجرت پہ ہجرت کرکے چھوڑتا جائیگا اوران میں سے بہتر شخص وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہجرت کرے گا یا اس کی طرف مائل ہوگا۔جو کہ ملک شام ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام جب عراق سے نکلے تو ملک شام کی جانب چلے۔

وقوله: ويبقى فى الارض شرار اهلها. یعنی زمین میں زمین والوں کے بدترین لوگ یعنی کفار وفجار باقی رہ جائینگے۔(**تلفظهم**) فاء کو زیر(کسرہ) ہے یعنی زمین ان کو پھینک دیگی۔ **ارضوهم.** راء کو زبر(فتحہ) ہے۔اور معنی یہ ہے کہ بدترین لوگوں کو ان کی زمینیں ایک جانب سے دوسری جانب پھینک دینگی۔**وقوله: تقذرهم.** یعنی ان کو ناپسند کرینگی، **نفس الله،** فاء کو جزم ہے یعنی ذات خداوندی۔ **وقوله: تحشرهم النار مع القردة والخنازير.** یعنی آگ رات دن ان کے ساتھ لگی رہیگی اوران کو ایسے کفار کے ساتھ جو اپنے چھوٹے اور بڑوں کے اعتبار سے بندروں اورخنزیروں کی طرح ہونگے۔

وقوله: تبيت. یعنی آگ رات گزاریگی، علامہ مظہر نے فرمایا: آگ سے مراد یہاں فتنہ ہے، یعنی فتنے کی آگ

ہجرت ہوگی، پس لوگوں میں بہتر لوگ وہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہجرت کریں گے۔

12/7762۔اور ایک روایت میں ہے اہل زمین میں بہتر لوگ وہ ہونگے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کو لازم کرلیں اور زمین میں بدترین لوگ باقی رہ جائینگے اور جن کو ان کی زمین اگل دے گی اور ذات خداوندی ان کو ناپسند کرے گی۔ آگ ان کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ یکجا کردے گی اور ان کے ساتھ رات گزارے گی جب وہ رات گزارینگے اور وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جب وہ قیلولہ کرینگے۔(ابوداؤد)

13/7763۔حضرت ابن حوالہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کا معاملہ (15) یہاں تک پہنچے گا کہ تم متفرق لشکر ہوجاؤ گے ایک لشکر ملک شام میں اور ایک لشکر یمن

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) جو کہ ان لوگوں کے برے افعال اور اقوال کا نتیجہ ہے، ان کو بندروں اور خنزیروں کی عادتیں اپنانے کی وجہ سے ان ہی کے ساتھ جمع کردے گی۔اور وہ گمان کرینگے کہ فتنہ ان ہی کے شہروں میں ہے تو وہ جلاوطنی کو اختیار کرینگے اور اپنے وطنوں کو چھوڑ دینگے جبکہ فتنہ تو ان کے ساتھ لگا رہیگا اور ان سے جدا نہیں ہوگا جہاں کہیں وہ ہونگے اور اترینگے اور کوچ کرینگے۔(مرقات)

(15) قولہ: سیصیر الامر. امر سے امر الاسلام (اسلام کا معاملہ) مراد ہے۔وقولہ: جنودا. یعنی اس کے لشکر وقولہ: مجندۃ. نون کو تشدید اور زبر ہے یعنی کلمہ اسلام پر قائم جماعت۔وقولہ: خر لی. خاء کو زیر (کسرہ) اور راء کو جزم ہے یہ خیـرۃ سے امر ہے۔یہ اختیار کے معنی میں ہے یعنی میرے لئے کوئی لشکر اختیار فرمایئے تاکہ میں اس کے ساتھ رہوں۔وقولہ: خیرۃ. یعنی اللہ کی زمین کا منتخب حصہ یعنی اس کے شہروں میں کا منتخب شہر پس اس میں اللہ کے نیک بندے ہونگے مطلب یہ ہے کہ اخیر زمانے میں رہنے کیلئے ساری سرزمین سے اللہ اس زمین کا انتخاب کریگا۔وقولہ: یجتبی الیھا خیرتہ من عبادہ. اس میں من تبعیضیہ ہے مطلب یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سرزمین شام میں اپنے منتخب بندوں کو جمع کرے گا۔وقولہ: فاما ان ابیتم. یعنی اگر تم ملک شام کی طرف جانے کا ارادہ نہیں کرتے ہو (فعلیکم بیمنکم واسقوا) اس میں ہمزہ وصل ہے اور ہمزہ قطعی بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی خود کو اور اپنے جانوروں کو سیراب کرو۔(من غدرکم) اس میں غین کو پیش دال کو زبر ہے۔یعنی اپنے حوضوں

میں اور ایک لشکر عراق میں تو ابن حوالہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میرے لئے انتخاب فرمائیے اگر میں اس وقت کو پالوں تو آپ نے فرمایا تم ملک شام کو اختیار کرو کیونکہ وہ اللہ کی زمین میں بہترین زمین ہے اللہ کے نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ اس کی طرف بھیجے گا، اب رہا اگر تم وہاں جانے سے رکتے ہو تو یمن کو اختیار کرلو اور تمہارے حوضوں سے سیراب ہوتے رہو۔ کیونکہ (16) اللہ بزرگ و برتر نے

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) سے (فان اللّٰہ توکل لی) میری خاطر اور میرے اکرام کے لئے میری امت میں اس کا ذمہ لیا ہے۔ علامہ توریشتی نے فرمایا قولہ: فاما إن ابیتم یہ جملہ معترضہ ہے۔ علیکم بالشام اور واسقوا من غدرکم کے درمیان یعنی ملک شام کو لازم کرلو اور اس کے تالابوں سے سیراب کرتے رہو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری خاطر ملک شام اور وہاں کے رہنے والوں کی ذمہ داری لے لی ہے ان کو سرزمین یمن میں بھی جانے کی اجازت دی، پھر جس سے کلام کی ابتداء کی گئی تھی اس کی طرف لوٹتے ہوئے گفتگو فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کو ان کی طرف جو منسوب فرمایا اس لئے کہ اس میں اہل عرب سے خطاب ہے اور یمن عرب کی سرزمین کا ایک حصہ ہے (ومعنی قولہ: واسقوا من غدرکم) ہر ایک اپنے حوض سے جو اس سے مختص ہے پیتے پلاتے رہے، ملک شام میں جمع شدہ لشکر خاص طور پر سرحدوں پر رہنے والا لشکر اور وہ جو سبزہ زاروں میں اتریںگے ان کا حال یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے لئے ایک حوض مختص کرلے اور اس میں پینے کیلئے نظافت وطہارت کیلئے اور جانوروں کو پلانے کیلئے صاف ستھرا پانی مہیا کرلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت فرمائی ہر ایک اپنے مختص حوض سے پیئے اور پلایا کرے، اس کے سوا دوسرے میں غلبہ اور مزاحمت نہ کرے تاکہ فتنہ کو بھڑکانے اور اختلاف کا سبب نہ بنے، علامہ طیبی نے فرمایا آپ کا ارشاد (فاما ان ابیتم) بطور زجر اور نفرت کے ہے، یعنی ملک شام اللہ کی سرزمین میں اس کا پسندیدہ مقام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنے نیک بندوں ہی کیلئے انتخاب کرتا ہے اے عرب والو! اگر تم اللہ کے پسند کردہ مقام کو اختیار نہ کرو اور اپنے شہروں کو اور اپنے پیدائشی مقامات صحراؤں کو اختیار کرتے ہو تو تم اس صورت میں یمن کو لازم کرلو اور تم اس کے حوضوں سے پیو اور پلاؤ کیونکہ وہ تمہارے لئے جنگل کے پانی سے زیادہ موافق ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ کے ارشاد علیک بالشام میں ضمیر کو مفرد لانے کے بعد دو برابر کی ضمیروں کو کس طرح سے جمع کردیا گیا ہے پس اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ملک شام کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے اور یمن کو اختیار کرنا مجبوری کی صورت میں ہے۔ (مرقات)

(16) قولہ: فان اللّٰہ عزوجل توکل لی بالشام واھلہ. علامہ توریشتی نے فرمایا مصابیح کے تمام نسخوں میں (فان اللّٰہ قد توکل لی بالشام) ہے اور درست بات (قد تکفل لی) ہے اور یہ یا تو اصل کتاب میں ہی سہو ہے یا

میرے لئے(17) ملک شام اور وہاں کے رہنے والوں کی ذمہ داری لی ہے۔(ابوداؤد)

14/7764۔حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت علی کے پاس اہل شام کا ذکر(18) کیا گیا اور کہا گیا اے امیر المومنین ان پر آپ لعنت فرمایئے تو آپ نے فرمایا نہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہوں ملک شام میں ابدال ہونگے اور وہ چالیس ہونگے جب کبھی کوئی ان میں سے انتقال کرجائے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے دشمنوں پر مدد ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب کو دفع کردیا جاتا ہے۔(احمد)

15/7765۔صحابہ میں سے ایک صحابی(19) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) حدیث کے کسی راوی کی طرف سے ہے اور جیسا تھا ویسا نقل کردیا گیا۔علامہ قاضی نے فرمایا توکل سے تکفل مراد ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز میں توکل کرتا ہے تو اس کے اہتمام کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری خاطر اس کی اور اس کے رہنے والوں کی کافروں کے خوف اور ان کے غلبہ سے اس طرح کہ وہ ان کو اغواء کریں اور ان کو بالکلیہ ہلاک کردیں ان سے حفاظت کی ذمہ داری لیا ہے۔(مرقات)

(17) **قوله: (لی)** علامہ طیبی نے کہا **قوله: لی** توکل کا صلہ نہیں ہے اس کا صلہ یا تو(علیٰ) ہے یا(باء) ہے اور علی کا صلہ ہونا یہاں جائز نہیں ہے تو باء کا صلہ ہونا متعین ہوگیا۔یعنی میرے خاطر اللہ نے ملک شام کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔کتاب النہایۃ میں ہے جب کسی چیز کے انتظام کی ذمہ داری لیجاتی ہے تو توکل بالامر کہا جاتا ہے۔

(18) **قوله: ذکر اهل الشام.** یعنی اہل شام کا برائی کے ساتھ تذکرہ ہوا۔**وقوله: قال لا.** یعنی ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔**وقوله: یصرف عن اهل الشام بهم.** یعنی ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب اٹھایا جاتا ہے۔(مرقات)

(19) **قوله: عن رجل من الصحابة.** یہ بات گزرچکی ہے کہ صحابی کا نام معلوم نہ ہونا ضرر نہیں دیتا کیونکہ تمام صحابہ عدول وپرہیزگار ہیں اور ان کی مرسل حدیثیں بالاتفاق حجت ہیں۔ **وقوله: معقل المسلمین.** میم کو زبر (فتحہ) اور قاف کو زیر(کسرہ) ہے،یعنی پناہ کی جگہ۔ **قوله: من الملاحم.** میم کو فتحہ (زبر) ہاء کو زیر(کسرہ) ہے اور یہ **ملحمة** کی جمع ہے۔یعنی جنگ وقتال۔مطلب یہ ہے کہ مسلمان اس میں محفوظ رہینگے اور اس میں پناہ لینگے جیسا کہ پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی میں پناہ لیتا ہے، **وفسطاطها** فاء کو پیش ہے اور یہ وہ مقام ہے جو لوگوں کے لئے جامع ہوتا ہے۔ **وقوله: الغوطة.** غین کو پیش ہے اور یہ شہر دمشق کے پاس کے باغات وچشموں کا نام ہے۔(ماخوذ از:مرقات)

نے ارشاد فرمایا عنقریب ملک شام فتح ہوگا اور جب تم کو اختیار دیا جائیگا اس میں کے مقامات کا تو تم اس شہر کو اختیار کرو جس کو دمشق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ جنگوں سے مسلمانوں کیلئے جائے پناہ ہے اور اس کا خیمہ ہے اور اس میں ایک سرزمین ہے جس کو غوطہ کہا جاتا ہے۔(احمد)

16/7766۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت(20) مدینہ منورہ میں ہے اور ملوکیت ملک شام میں ہوگی۔(بیہقی دلائل النبوۃ)

17/7767۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے ایک نور کا(21) ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے چمکتے نکلا اور ملک شام میں جاکر ٹھہر گیا۔(بیہقی دلائل النبوۃ)

18/7768۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا خیمہ(22) غوطہ ہے جو اس شہر کے کنارہ ہے جس کو دمشق کہا جاتا ہے جو ملک شام کے بہترین شہروں میں سے ہے۔(ابوداؤد)

19/7769۔حضرت عبدالرحمٰن بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا عنقریب عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ آئیگا اور دمشق کے سوا تمام شہروں پر غالب آجائیگا(23)۔(ابوداؤد)

الحمدللہ یمن اور شام کا ذکر اور تذکرہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ختم ہوا۔

---

(20) قولہ: الخلافة اس سے خلافت حقہ مراد ہے۔(بالمدینة) غالبا سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنی خلافت کے زمانے میں کوفہ میں ہونے کی وجہ سے، یا مدینہ میں قائم رہنے والی خلافت مراد ہے۔(مرقات)

(21) قولــہ: من نور. ہوسکتا ہے یہ امر خلافت ہے جس کو ستون سے تشبیہ دی گئی ہے اس معنی میں کہ وہ اسلام کی بنیاد کا ستون اور احکام کے ثبات کی مضبوطی کا سبب ہے۔(مرقات)

(22) فسطاط المسلمین. یعنی مسلمانوں کی ایک جماعت کا مقام۔(مرقات)

(23) قولہ: فیظھر. یعنی غالب آجائیگا۔(مرقات)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(39/272) بَابُ ثَوَابِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ

اس امت(1) کے ثواب کا بیان

1/7770۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا تمہاری مدت(2) گزشتہ امتوں کی مدت کے مقابلہ میں اس مدت کی طرح ہے جو عصر کی نماز سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔اور اس کے سوا نہیں(3) تمہاری مثال اور یہود ونصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کارندوں کو کام پر لگایا اور کہا کون شخص ہے جو میرے لئے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کرے گا تو یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا پھر اس نے کہا کون شخص ہے جو میرے لئے دوپہر سے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کرے گا پس نصاریٰ

---

(1) قولہ : ھذہ الامۃ. کتاب توضیح میں ہے مطلقاً امت سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ ان حضرات کی جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہیں۔(مرقات)

(2) قولہ: انما اجلکم الخ. اجل کسی چیز کی مقررہ مدت کو کہتے ہیں اور یہ کل مدت عمر ہوتی ہے اور کبھی جس طرح کل بول کر جزء مراد لیتے ہیں اسی طرح (اجل) کل مدت عمر بول کر اس کا اخیر حصہ یعنی موت مراد لیتے ہیں یہاں مطلب یہ ہے سابقہ امتوں کی عمروں کے مجموعہ کے مقابلہ میں تمہاری عمریں اس مدت کی طرح ہے جو دن کے آغاز سے عصر تک کے وقت مقابلہ میں عصر کی نماز سے مغرب کی نماز کے درمیان کے وقت کی ہے مگر اس کے باوجود ان کے مجموعی ثواب سے تمہارا ثواب زیادہ ہے پھر اس امت کی اور یہود ونصاریٰ میں سے ہر ایک کے درمیان کی الگ الگ نسبت کا ذکر فرمایا۔(مرقات)

(3) قولہ: وانما مثلکم ومثل الیھود والنصاری. یعنی تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال رب تعالیٰ کے ساتھ۔ وقولہ: فقال یہ فرنا بطریق استفہام ہے۔ وقولہ: قیراط قیراط. لفظ قیراط کی تکرار اس بات کے لئے ہے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیراط ملیگا یہ مطلب نہیں کہ پوری جماعت کو ایک قیراط ملے گا۔وقولہ: ثم قال. یعنی پھر اس شخص نے کہا جس نے کارندوں کو کام پر لگایا تھا۔(مرقات)

نے دو پہر سے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا پھر اس نے کہا کون شخص ہے جو میرے لئے عصر سے سورجؔ غروب ہونے تک دو دو قیراطوں پر کام کرے گا۔ سنو! تم وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے سورج غروب ہونے تک کام کررہے ہیں سنو! تمہارے لئے دوگنا اجر ہے تو اس پر یہود ونصاری غصہ میں آئے اور انہوں نے کہا(4) ہمارا کام زیادہ ہے اور معاوضہ کم ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کیا(5) میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کیا، تو انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کرتا ہوں۔ (بخاری)

2/7771۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(6) میری امت میں مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے کچھ وہ لوگ ہوں گے جو

---

(4) قولہ: فقالوا نحن اکثر أعمالا واقل عطاءً ا. یعنی اہل کتاب نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے امت محمدیہ کو ان کے کام کم ہونے کے باوجود بہت ثواب عطا فرمایا اور ہم کو ہمارے کام بہت ہونے کے باوجود کم ثواب عطا فرمایا۔ اور ہوسکتا ہے ان کا یہ کہنا قیامت کے دن ہوگا۔ چونکہ یہ بات پکی ہے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بصیغہ ماضی بیان فرمایا یا جب انہوں نے اپنی کتابوں میں جس وقت امت محمدیہ کے فضائل سے واقفیت حاصل کیا ہو تو اس وقت یہ واقعہ ہو چکا ہوگا۔ اس حدیث شریف سے ہمارے علماء نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں استدلال کیا ہے کہ نماز عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ دومثل ہونے پر شروع ہوتا ہے کیونکہ اس امت کی نسبت سے نصاری کا عمل زیادہ ہونا اس کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا۔ (ماخوذ از مرقات)

(5) قولہ: فھل ظلمتکم. یعنی کیا میں تمہارے اجر میں کمی کیا۔ وقولہ: قال فانه. فانہ میں ضمیر شان ہے، یا اس ضمیر سے تقدیر مراد ہے یعنی یہ عطاء کثیر جس پر سیاق دلالت کرتا ہے وہ میرا فضل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس امت کا زمانہ نصاری کے زمانہ سے کم ہے جیسا کہ نصاری کا زمانہ یہود کے زمانہ سے کم ہے کیونکہ اس امت کا دین قیامت تک جاری ہے اس کو منسوخ کرنے والا کوئی ناسخ نہیں۔ (مرقات)

(6) قولہ: قال ان یہ انه ہے. یعنی یہ اس میں ضمیر شان ہے من اشد امتی لی حبا ان کے اپنے زمانہ میں دوسروں کی نسبت کرتے ہوئے۔ (مرقات) اور صاحب لمعات نے فرمایا قولہ: ان من اشد امتی الی حبا یعنی ان میں سے کچھ لوگ میرے زمانہ کے بعض صحابہ سے زیادہ محبت کرنے والے ہوں گے یا مطلب یہ ہے ان کی محبت ان سے بڑھ کر نہیں ہوگی لیکن چونکہ وہ مجھے دیکھے نہیں ہیں مگر محبت کرتے ہیں تو ان کی یہ محبت شدید ہے۔

میرے بعد ہوں گے ان میں کا ہر ایک تمنا کرے گا کاش وہ بال بچوں کو اور اپنے مال کو قربان کر کے مجھے دیکھ لے (مسلم)

3/7772۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس کونسی مخلوق کا ایمان تعجب خیز ہے تو صحابہ عرض کئے فرشتے تو آپ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہیں تو عرض کئے پھر تو انبیاء آپ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے عرض کئے تو ہم تو آپ نے فرمایا تم کیوں ایمان نہیں لاؤ گے جب کہ میں تمہارے درمیان ہوں راوی نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ ایمان والے جو میرے بعد ہونگے اور وہ صحیفوں (7) کو پائینگے جس میں اللہ کی کتاب ہوگی جو کچھ اس میں ہے اس پر وہ ایمان لائینگے۔ (بیہقی، دلائل النبوہ)

4/7773۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور خوشخبری ہے سات مرتبہ جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر (8) ایمان لایا۔ (امام احمد)

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) قولہ: یود احدھم لو رانی باھلہ ومالہ یعنی وہ تمنا کرے گا کہ کاش اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کو قربان کر کے دیکھ لے اور آپ تک پہنچ جائے

(7) قولہ: صحفا: صاد اور حاء دونوں کو ضمہ کے ساتھ صحیفہ کی جمع ہے یعنی قرآن مجید اور اس کے پارے کتاب سے مراد اللہ کی طرف سے لکھا ہوا یعنی قرآن مجید ان صحیفوں میں جو کچھ بھی ہے اس پر وہ ایمان لائینگے یہ بات بعید نہیں صحف کی تفسیر کتاب وسنت کے مضامین سے ہوسکتی ہے حدیث شریف سے اس میں فضیلت کے وجوہ میں سے کسی بھی وجہ سے افضلیت پر دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ کلام اس کے عجیب وغریب ہونے سے متعلق وارد ہے اس کو یاد رکھو۔ (مرقات)

(8) قولہ: وآمن بی. بعید نہیں کہ یہ دونوں کیلئے قید ہو۔ (مرقات)

5/7774۔حضرت ابن محیریز سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ابو جمعہ سے عرض کیا جو صحابہ میں سے ایک صحابی ہیں آپ ہمکوایک ایسی حدیث سنایئے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو انہوں نے کہا ہاں میں تم کو بہترین حدیث سناتا ہوں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوپہر میں کھانا کھائے اور ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی(9) ہم سے بھی بہتر ہے ہم اسلام لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کئے تو آپ نے فرمایا ہاں وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد ہونگے اور مجھ پر ایمان لائینگے حالانکہ وہ مجھے نہیں دیکھے ہیں۔(احمد دارمی)

6/7775۔امام رزین نے ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو **قال یا رسول اللّٰہ احد خیر منا** سے اخیر تک روایت کیا ہے۔

7/7776۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے میری امت میں سے ایک جماعت اللہ کے حکم پر قائم رہیگی (10) ان کو نقصان نہیں پہونچائینگے وہ جو ان کی مدد چھوڑ دینگے وہ اور نہ وہ جو ان کی مخالفت

(9) **قولہ: احد خیر.** یہ(**أو احد ممن قبلنا وممن بعدنا خیر**) یعنی کیا ہم سے پہلے اور ہمارے بعد کے لوگوں میں سے کوئی ہم سے بہتر ہے۔

(10) **قولہ: قائمة بامر اللّٰہ .** اس سے مراد اس کے دین کے حکم اس کی شریعت کے احکام پر قائم رہے گی۔کتاب اللہ کا حفظ سنت کا علم اور ان دونوں سے مسائل کا استنباط اور اللہ کے راستہ میں جہاد اور اس کے مخلوق کی خیر خواہی اور سارے فرائض علی الکفایہ کا اہتمام کرتے رہیگی۔**وقولہ: من خذلھم** جوان کی مدد چھوڑ دے اور نصرت نہ کرے بلکہ وہ اس طرح کے عمل کے ذریعہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا اور اپنے ساتھ برا کرے گا۔

وقولہ: حتی یاتی امر اللّٰہ. اس سے مراد ان کی موت آنے تک **وھم علی ذلک.** وہ دین کے معاملہ کا اہتمام وانتظام کرتے رہیں گے۔اور اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ سرزمین کبھی بھی صالحین اور اللہ کے احکام پر قائم بزرگوں سے خالی نہیں رہے گی اسی طرح اللہ کے نواہی سے دور رہنے والے اور امور شریعت کی حفاظت کرنے والوں سے خالی نہیں رہے لوگ ان کی مدد کریں یا مخالفت کریں ان کے پاس یہ سب باتیں ان کے لئے برابر ہیں

کریں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائیگا وہ اس پر قائم رہینگے ۔ (متفق علیہ)

8/7777۔ حضرت معاویہ بن قرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ملک شام والے بگڑ جائیں تو تم میں کوئی خیر نہیں(11) اور میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی جو ان کی مدد چھوڑ دیں گے ان کو نقصان نہیں پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی ابن مدینی نے فرمایا وہ حدیث والے حضرات ہیں امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔ (ترمذی)

9/7778۔ حضرت عبدالرحمٰن بن علاء حضرمی سے روایت ہے آپ نے فرمایا مجھ سے ان صاحب نے بیان کیا جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اس امت کے آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی ان کو ان کے پہلے لوگوں کا ثواب ملے گا وہ نیکی کا حکم دیتے رہیں گے اور برائی سے روکتے رہیں گے اور فتنے والوں سے لڑتے رہیں گے (12)۔ (بیہقی دلائل النبوۃ)

10/7779۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ اوامر اللہ کا اہتمام اور نواہی سے دور رہیں گے اور ان اس کا اہتمام کرتے رہیں گے۔ اور اس کا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اسلام کا غلبہ بالکلیہ ختم نہیں ہوگا اگر کسی مقام پر کمزور پڑ جائے تو دوسرے مقام پر طاقتور وقوی رہے گا اور مسلمانوں کی ایک ایک جماعت اس کی سربلندی کے لئے کوشش کرتے رہے گی۔ (مرقات)

(11) **قولہ: فلاخیر فیکم.** یعنی تمہارا وہاں رہنا یا وہاں جانا اس میں کوئی خیر نہیں۔ **وقولہ: ولایزال طائفة من امتی منصورین.** یعنی وہ دین کے دشمنوں پر غالب رہیں گے۔ **وقولہ: هم اصحاب الحديث.** یعنی محدثین کرام حفاظ حدیث اور اس کے رواۃ یا سنت پر عمل کرنے والے جو کتاب اللہ کے معانی ومطالب کا بیان اور وضاحت ہے۔ چنانچہ اس سے اہل سنت والجماعت ہیں۔ (مرقات)

(12) **قولہ: یقاتلون.** یعنی اپنے ہاتھوں سے بھی جہاد کریں اور اپنی زبانوں سے بھی جہاد کریں گے۔
اهل الفتن. اس سے مراد باغی لوگ اور خوارج وروافض اور تمام اہل بدعت ہیں۔ (مرقات)

صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے نہیں (13) بتایا جاسکتا اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔

11/7780۔ حضرت جعفر صادق اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ خوش ہو جاؤ میری امت کی مثال ایسے نفع بخش بارش کی جیسی ہے کہ بتایا نہیں جاسکتا اس کا آخر کا حصہ خیر ہے یا اس

---

(13) قوله: لایدری اوله خیر ام آخره. علامہ تورپشتی نے فرمایا اس حدیث شریف میں پہلے حصہ کا آخری حصہ پر فضیلت میں تردد نہیں ہے کیونکہ قرن اول و دور اول کے اصحاب کو باقی تمام قرون وادوار پر بلاشبہ فضیلت حاصل ہے پھر اس کے بعد والے قرن کے اصحاب پھر اس کے بعد والے قرن کے اصحاب کو بلاشبہ فضیلت ہے اور چوتھے دور کے بارے میں راوی کی طرف شبہ ہے اس سے مراد ان سے شریعت کو پھیلانے اور حقیقت کی حفاظت میں فائدہ اور نفع پہنچانا ہے۔ علامہ قاضی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ بارش کے کس حصے میں فائدہ ہے اور کس میں نہیں۔ اسی طرح امت کے بعض افراد کو الگ کر کے دوسرے بعض افراد میں جملہ حیثیت سے ان کی خیریت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ مختلف اعتبارات مختلف کیفیت کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلے کے لوگ انہوں نے تو معجزات دیکھے ان پر ایمان لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا۔ اور بعد میں آنے والے ان کے پاس تواتر سے نشانیوں کے آنے کی وجہ سے غیب پر ایمان لائے اور اپنے ساتھ مسلسل نشانیاں پہنچیں تو ایمان لائے اور اپنے سے پہلے حضرات کی احسان کے ساتھ اچھی طرح اتباع کئے اور جس طرح پہلے لوگ اسلام کو مضبوط کرنے اور اس کے پھیلنے کے لئے راستہ ہموار کئے تو ان کے بعد کے لوگ اس کا خلاصہ کرنے اور اس کی راہ کی مشکلات کو دور کرنے میں اپنی طاقت کے مطابق کوشش کئے اور اس کو مضبوط کرنے اور قائم ودائم کرنے میں اپنی عمروں کو صرف کئے۔ ہر ایک کے گناہ کی مغفرت ہے اور ہر ایک کی کوشش مشکور اور قابل قدر ہے اور ان کو بھرپور اجر وثواب ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری امت کبھی خیر سے خالی نہیں رہے گی جیسا کہ اس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے هذه امة مرحومة سے اشارہ فرمایا ہے کیونکہ اس امت کے نبی اکرم نبی رحمت ہیں برخلاف دیگر امتوں کے کیونکہ سابقہ امتوں میں خیر منحصر ہوگیا تھا پھر ان کے بعد والوں میں شر آ گیا کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں کو بدل ڈالا اور جن امور پر سابق حضرات تھے اس میں تحریف کر ڈالا تھا۔ فضیلت پہلے والوں کو حاصل ہے اور بعد والے حضرات کے لئے اس میں تسلی ہے۔ (مرقات)

کے اول کا حصہ یا ایسے باغ کے جیسی ہے(14) جس میں سے ایک سال ایک جماعت کوکھلا یا گیا دوسرے سال اس سے دوسری جماعت کوکھلا یا گیا اور ہوسکتا ہے اس کی آخری جماعت چوڑائی میں زیادہ چوڑی ہواور گہرائی میں زیادہ گہری اورحسن میں زیادہ حسین ہو۔وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں میں ہوں اور جس کے درمیان میں مہدی ہیں اور جس کے آخر میں مسیح ہیں۔اور لیکن اس کے درمیان میں تیڑھی جماعتیں ہیں وہ مجھ سے نہیں ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔(رزین)

12/7781۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء(15) اورنسیان(16) (بھول چوک) کواور کسی

---

(14) قولہ: او کحدیقة. یعنی ایک ایسا باغ جو درختوں سے ہرا بھرااور پھلوں سے لدا ہوا ہے دین کواس کی شریعت اس کے ارکان اس کے شعبہ جات اوراس کے اقسام کے اعتبار سے حدیقہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔وقولہ: اطعم صیغہ مجہول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس جماعت نے اس سے فائدہ اٹھایا۔وقولہ: فوج. یعنی جماعت وقولہ: فیج. فاءکوزبر(فتحہ)اور یاءکوسکون پھر جیم ہے اس سے مراد جماعت ہے۔وقولہ: اعوج. لفظ کا اعتبار کرکے واحد کا صیغہ لایا گیا۔ وقولہ: لیسوا. یعنی وہ جماعت مجھ سے نہیں ہے اوراس کومعنی کا اعتبار کرکے جمع لایا گیا ہے۔ وقولہ: منی. یعنی میرے متبعین اورمیرے پسندیدہ نہیں ہیں۔ ولا انامنهم بلکہ میں ان سے بیزار ہوں اوران کے فسق وظلم کی وجہ سے ان سے ناراض ہوں۔(مرقات)

(15) قولہ: الخطا. یہ صواب کی ضد ہے یہاں مراد ایسی غلطی جو عمدا نہ کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری قوموں کی بہ نسبت ان پر جو گناہ مرتب ہوتے ہیں انہیں معاف کردیا گیا ہے۔البتہ مالی مواخذہ جیسا کہ کسی نفس کوخطاً قتل کرنے کی صورت میں یا کسی غیر کے مال کوتلف کرنے کی وجہ سے لازم آتا ہے تو یہ شرعاً ثابت ہے۔

اصول فقہ میں ہمارے علماء نے فرمایا خطاء(چوک)اگر کسی اجتہاد سے واقع ہوتو حقوق اللہ کے سقوط کا عذر ہوسکتا ہے مگر حقوق العباد کے سقوط کا عذر نہیں ہوتا اس پر زیادتی کا ضمان واجب ہوتا ہے۔(مرقات)صاحب لمعات نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا تجاوز عن امتی الخطاء والنسیان سے گناہ کا نہ ہونا مراد ہے۔ مواخذۃ کا نہ ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ قتل خطاء میں دیت اور کفارہ ثابت ہوتا ہے اور غلطی وخطا سے روزہ توڑدے تو روزہ کی قضا ضروری ہے ان تمام چیزوں کے باوجوداس پرگناہ نہیں ہے اور یہاں تجاوز سے مراد یہی ہے۔

(16) قولہ: والنسیان. بھول ونسیان حقوق اللہ میں وجوب کے منافی نہیں ہے اور لیکن نسیان اگر غالب آجائے جیسے

ایسی چیز کو جس پر ان کو مجبور کر دیا گیا ہو (17) درگزر کر دیا ہے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

13/7782۔ حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: **كُنْتُمْ** (18) **خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**. (3، آل عمران، آیت نمبر:110) کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا تم ستر امتوں (19) کا عدد مکمل کر رہے ہو تم اللہ کے پاس سب سے اچھے اور سب سے زیادہ کرامت والے ہو۔ (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ) امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

الحمدللہ اس امت کے ثواب کا بیان ختم ہوا۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) روزے میں اور ذبیحہ میں اللہ کا نام لینے میں تو وہ معاف ہے اور یہ حقوق العباد میں عذر نہیں ہو سکتا یہاں تک اگر کسی انسان کا مال نسیان سے تلف کر دیا تو اس پر ضمان واجب ہوگا۔ (مرقات)

(17) قولہ: مااستکرھوا علیہ صیغہ مجہول سے یعنی معاصی و گناہ پر کسی کو مجبور کر دیا جائے جب کہ وہ شخص اس گناہ کو کرنا نہیں چاہتا۔ اگر چیکہ اس کو قتل کر دینے اور ضرب شدید کی دھمکی دی نہ گئی ہو۔ اور حقوق اللہ و حقوق العباد سے متعلق اس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔ (مرقات)

(18) قولہ: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ . مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے علم میں یا لوح محفوظ میں سابقہ امتوں کے درمیان اسی طرح خیر امت تھے۔ اور قول راجح کی بنیاد پر اس سے تمام مسلمان مراد ہیں۔ (مرقات)

(19) قولہ: سبعین امة. تم ستر امتوں کا عدد مکمل کر رہے ہو ستر سے مراد بڑی بڑی امتیں ہیں علامہ طیبی نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر میں ستر سے مراد کثرت ہے، ستر کا عدد محدود نہیں ہے۔ (اسی طرح مذکورہ حدیث میں بھی کثرت مراد ہے) (مرقات) اور صاحب لمعات نے فرمایا اس بات کو جانو کہ اس باب کی اکثر احادیث میں اس امر کی دلالت ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ایسے حضرات بھی آ سکتے ہیں جو ان کے مساوی یا افضل ہوں گے۔ علامہ ابن عبدالبر اسی طرف گئے ہیں اور جمہور علماء نے فرمایا صحابہ امت میں سب سے افضل ہیں۔ بعد والوں کے لیے فضل و خیر کو ثابت کرنے والی احادیث کو جمہور علماء نے جزئی قسم کی فضیلت پر محمول کیا ہے۔ فضل کلی تو صحابہ کو حاصل ہے یہ فضل کلی بعد والوں کے لئے بعض جزئی وجوہ کی بناء فضیلت کے ثبوت کے منافی نہیں ہے اور فضل کلی سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب کی اکثریت ہے۔

خَاتِمَةُ الْكِتَابِ

والحمد لله الذى جعلنا من خير الأمم وعلىٰ دين نبينا محمد صلى الله عليه وسلم ، ثم الحمد لله على الإتمام ، و الصلوة والسلام على خير الأنام.

وقد فرغتُ من تسويد هٰذا التأليف أنامل العبد المفتقر إلى رحمة الله أبى الحسنات السيد عبد الله بن مولانا السيد مظفر حسين الحيدرآبادى الحنفى — عامله الله بلطفه الخفي وكرمه الوفي وعفا عما زلَّ قدمه أو خلَّ قلمه ، وختم له بالحسنىٰ، و بلّغه المقام الأسنى مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء و الصالحين وحسن اولئک رفيقا ، ذٰلک الفضل من الله وكفىٰ بالله عليما.

وذٰلک عشية نهار الجمعة عاشر جمادى الأولى ، عام (1368) ثمان و ستين بعد ثلثمائة والف من الهجرة النبوية علىٰ صاحبها ألوف من الصلوة وآلاف من التحية.

تمام تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے جس نے ہم کو بہترین امت بنایا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر رکھا، پھر تمام تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے، اس کتاب کی تکمیل پر، اور صلاۃ وسلام ہو خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

فقیر الی رحمۃ اللہ ابوالحسنات سید عبداللہ بن مولانا سید مظفر حسین حیدرآبادی حنفی کے ہاتھ کی پوریں اس تالیف کے مسودے سے فارغ ہوئیں - اللہ تعالی ان کے ساتھ لطف خفی اور بھرپور کرم کا معاملہ کرے اور ان کے قدم کی لغزش اور قلم کے خلل کو درگزر فرمائے اور ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور

ان کو بلند مقام پر فائز فرمائے ان حضرات کے ساتھ جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا یعنی نبیین ،صدیقین ،شہداء وصالحین اور وہ اچھے رفیق ہیں اور یہ فضل' اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالی علم کے اعتبار سے کافی ہے-۔

اور کام کی تکمیل جمعہ کے دن دوپہر کے وقت دس (10) جمادی الاولی/ 1368ھ تیرہ سواڑسٹھ ہجری میں ہوئی -صاحبِ ہجرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں ہزاروں صلاۃ وسلام ہو۔

خَاتِمَةُ الْكِتَابُ (نور المصابيح)

والحمد لله على إكمال ترجمة هٰذا الكتاب المنيف " **زجاجة المصابيح**" بإسم " **نور المصابيح**" على يد العبد المفتقر إلى الله المدعو بـ "**محمد خواجه شريف**"—عفى عنه وعامله الله بمنه وكرمه الوفي—وذلك من المجلد السادس إلى المجلد الثاني عشر من " **نور المصابيح**" من شهر ربيع الآخر، عام ألف وأربع مائة وخمسة وثلاثين من الهجرة النبوية على صاحبها وآله صحبه و محبيه وتابعيهم ألف ألف صلاة الله وسلامه .

و للّٰه الحمد تم الترجمة.

الحمد للہ! کتاب ''زجاجۃ المصابیح'' کا ترجمہ ''نور المصابیح'' حضرت ابو البرکات (سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرزند وجانشین حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ) کے بائیسویں (22) عرس شریف کے موقع پر بتاریخ: 2/ربیع الثانی/1435ھ بروز پیر مکمل ہوا۔

هذا سند الحديث النبوي –صلى الله عليه وآله وسلم –لمؤلف هذا الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

أحمده على ما تفضل بمنح كرائم الأجور على أهل الطاعة ، وفضّل على فِرَقِ الإسلام الفرقةَ الناجيةَ من أهل السنة والجماعة ، حتٰى كشف نقاب الإرتياب عن وجوه مناقبهم صاحبُ المقام المحمود والعظمى من الشفاعة لقوله صلى الله عليه وسلم : " لا يزال طائفة من أمتى منصورين ، لا يضرهم مَنْ خذلهم ؛ حتى تقوم الساعة ".

صلى اللّٰه عليه وعلٰى وآله وسلم وبارک علٰى سيدنا ونبينا محمد الذى فرض اللّٰه على كافة الأمم اتباعه ، وجعل سدنة الحق وأئمة الهدى شياعه ، ثم السَّلام والتحية والرضوان علٰى عترته وأهل بيته وكرام صحبه أرباب النجدة والجود والشجاعة ، الذين جعل اللّٰه موالاتهم فى سوق الآخرة خير البضاعة ، ما دام ذب الباطل عن حريم الحق أفضل عمل و خير صناعة.

أما بعد ! فيقول العبد – المفتقر إلى من هو إحسانه فوق كل إحسان – " محمد عبد الرحمٰن الأنصارى السهارنفورى " إن أخى المولوي السيد عبد اللّٰه المجددي النقشبندي القادري ابن المولوي السيد مظفر حسين النلدركي من مضافات حيدرآباد – صانه اللّٰه عن كل واهية و فساد – قد عرض عليّ الصحيحين : للبخارى و مسلم ، و الجامع للترمذى مع شمائله ، و السنن لأبى داود و النسائى وابن ماجه القزوينى ، و مشكوة المصابيح – رحمهم اللّٰه

أجمعين – قراء ة وسماعة ، تامة كاملة.

و قد أجزت له أن يدارس الكتب المذكورة ، ويعلِّم المستفيدين بها بالشروط المعتبرة عن أهل الحديث ؛ كما أجازني والدی " مولانا الحاج الحافظ المحدث أحمد علی الأنصاری السهارنفوری " –رحمه اللّٰه تعالی–عن مولانا الشاه محمد إسحاق الدهلوي ، عن الشيخ الأجل الحجة حضرة الشاه عبد العزيز – نوَّر اللّٰه مراقدهم – بالسند المذكور فی الكتب المطبوعة فی " المطبع الأحمدي " من الجامع للترمذی وغيرها.

وآخِر وصيتی أن يتمسک بسنة النبی الرصين ، يحيی شرائع الإسلام و شرائع الدين المتين ، ويمحی آثارَ البدع ، و يصدع بالكلمة الحق حق الصدع ؛ حتی يأتيه اليقين ؛ فإن التمسک بالسنة عند فساد الأمة طريق رشيد و أمم سديد . و قد قال رسول اللّٰه – صلی اللّٰه عليه وسلم – " مَنْ تمسَّک بسنتی عند فساد أمتی فله أجر مائة شهيد " .

و أرجو أن لا ينسانی من دعاء الخير ، و اللّٰه المستعان و عليه التكلان . آخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين ، و الصلاة و السلام علی نبيه محمد وآله وأصحابه أجمعين .

المرقوم : جمادی الثانية، 1317ھ

حرره

محمد عبد الرحمن ابن المولوي المحدث أحمد علي الأنصاري السهارنفوي

منقبت بحضور عارف باللہ حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

بموقع تکمیل ترجمۂ زجاجۃ المصابیح

مشعلِ راہِ ہدی سنت ابوالحسنات کی		کہکشاں سے ہے بلند عظمت ابوالحسنات کی
ہے زمیں سے آسماں تک نور کا اک سلسلہ		رشکِ مہر و ماہ ہے جلوت ابولحسنات کی
اک توجہ قلب کی دنیا بدلتی ہے یہاں		کیمیاء سے ہے وراء صحبت ابوالحسنات کی
چہرۂ انور ہے روشن ماہِ تاباں کی طرح		پُر ضیاء پُر نور ہے صورت ابوالحسنات کی
یادِ حق اور ذکرِ آقا میں رہے صبح و مساء		سنتوں میں ہے ڈھلی سیرت ابوالحسنات کی
علم و عرفاں سے ملا وہ فیض بوالبرکات کو		جسم و جاں میں تھی بسی نکہت ابوالحسنات کی
یادِ حق میں مست و بیخود بس ابوالبرکات تھے		یوں کرشمہ ساز تھی نسبت ابوالحسنات کی
حضرتِ بوالخیر میں دیکھا ابوالخیرات میں		روشنی تھی اور تھی طلعت ابوالحسنات کی
پانچ جلدوں میں زجاجۃ پنجتن کا فیض ہے		ہے حدیث و فقہ میں خدمت ابوالحسنات کی
پیارے آقا کی حدیثوں کا چمکتا یہ چراغ		تھا یہی سرمایہ اور ثروت ابوالحسنات کی
قرض جو احناف پر تھا وہ ہوا ہے اب ادا		فضلِ حق کی بات ہے ہمت ابوالحسنات کی
ترجمہ کی، کی ہے تکمیل آپ نے شیخ الحدیث		آپ کے حق میں تھی یہ دولت ابوالحسنات کی
ترجمہ کے حسن سے شانِ رسالت ہے عیاں		فیض ہے انوار کا برکت ابوالحسنات کی
سلسلہ نور المصابیح کا مکمل ہوگیا		آرزو پوری ہوئی حضرت ابوالحسنات کی
آپ کی چشمِ کرم میں رہتے ہیں ہم سب غلام		ہے ضیاءؔ رب کی عطاء نسبت ابوالحسنات کی

نذرانۂ عقیدت

حضرت علامہ **مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی** مجددی قادری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ و بانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر